



۲۵ و ۲۶

حقائق المذهب مساجد انون کی قسم

مطبوعہ ص ۱۶۱

کتب خانہ وقف مدرسہ اسلامیہ بیروت

202
—
216

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حقائق المذاهب

تاریخ اسلام کا آغاز اوس الہامی اور نورانی ہستی سے ہے جسکا ظہور عرب میں ہوا تھا۔
تاریخ عرب کے دو حصے ہو سکتے ہیں ایک زمانہ جاہلیت سے تعلق اور دوسرا اسلام سے تعلق کہتا
کسی مورخ کو اسلام کی وقت اور عظمت پر بغیر اسلام کی الہامی اور قدرتی تعلیم کی تاثیر اور مستند
اور اوسکی خوبی اور عمدگی دریافت نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ تاریخ کے دونوں حصوں کو متقابل
کر کے نتائج پیدا نہ کرے۔ قدیم زمانہ میں تاریخ مجموعہ واقعات کا نام تھا اور واقعات کی تنقید اور
تفقیح کے واسطے اصول جیسے کہ چاہیے مرتب اور مکمل نہ تھے۔ مسلمان تو ر خونِ نبیؐ اور اولیٰ خلائق
مغربی ہے جس نے کہ اس خاص مقصد کی تکمیل کے واسطے ایک مجلد موسوم بہ مقدمات ابن خلدون
مرتب کر کے ماہرین فن تاریخ پر بڑا احسان کیا ہے مگر جیسا کہ اس فاضل مورخ کا خیال ہے
کہ تاریخ سے عام و خاص دونوں کو لطف حاصل ہو سکتا ہے اوسکی صداقت اسطر حیر ہو سکتی ہے
کہ واقعاتی مجموعہ سے عام کو لطف حاصل ہوتا ہے اور جب خاص اور ان واقعات پر غور کر کے اولیٰ
قابلیت اور لیاقت اور روشندل مافی سے تلخ پیدا کر کے راستے قائم کرتے ہیں تو ماہرین فن
تاریخ میں اور ان کا مرتبہ اور ان کی لیاقت قابل تعریف قرار پاتی ہے۔ اور کہ تاریخ سے ان کو زیادہ
لطف حاصل ہوتا ہے۔

تاریخی واقعات کی جانچ کے واسطے جو اصول اور قواعد ابن خلدون نے قرار دیے ہیں ان کے
علاوہ اور بھی اصول مرتب ہو سکتے ہیں مثلاً اقوام علم کے حالات کی تفقیح اور تنقید مفضل قوال سے
نکڑنا چاہیے بلکہ ان کے افعال اور اعمال سے ضروری اور لازمی ہے لیکن انسانی جماعتوں میں

کسی کے محاسن اور سوقت تک لائق لحاظ اور قابل تعریف نہیں ہو سکتے جب تک کہ عملی ثبوت نہ ہو
 علیٰ ہذا کسی جماعت کے قبائح ہم دریافت نہیں کر سکتے تا وقتیکہ معیار عمل پر اسکی آزمائش نہ ہوگی
 ہو۔ یہ قاعدہ واقعات کی جانچ کے واسطے نہایت عمدہ ہے اور ہمیں ہر وقت تالیف اور تصنیف
 اسپر بخوبی لحاظ رکھنا ہے۔

دوسرا طریقہ حالات کی جانچ اور تصدیق کا کتاب ہذا میں یہ رکھا گیا ہے کہ خطبات اور خطوط
 اور آثار اور کتبوں پر لحاظ کیا گیا ہے اور یہ طریقہ اس واسطے اختیار کیا گیا کہ راویوں کے
 بیان کیے ہوئے واقعات کی تکذیب اور تصدیق ہو مثلاً جن واقعات کی نسبت مؤرخین نے
 راویوں کے اعتبار پر اختلاف کیا ہے اس اختلاف کے دور کرنے کے واسطے خطوط اور خطبات
 وغیرہ پر غور کرنا چاہیے اور جب اس طرح قاعدہ پر عمل کیا جائیگا تو واقعات کی تکذیب اور
 تصدیق بخوبی ظاہر ہو جائیگی۔

عرب میں مختلف قبائل کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں اختلاف اور تفرقہ پیدا تھا قبائل عرب کے
 اختلافات ملکی اغراض اور دنیوی خواہشات کے متعلق تھے اس زمانے میں عربوں کا دین اور
 مذہب بت پرستی تھا اور الہامی دین سے انکو کچھ واسطہ نہ تھا جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تو عرب اسکی
 الہامی تعلیم سے فیضیاب ہوئے۔ مگر اسلام کی یہ خوبی قابل قدر ہے کہ پیغمبر اسلام کی رسالت کی نسبت
 نہ آپ کی حیات میں اختلاف تھا اور نہ بعد وفات کے جبکہ نہ ہی تفرقہ ہوا کسی قسم کا اختلاف کیا
 کل اسلامی فرقہ رسول معظم کی رسالت کی نسبت متفق تھے اور ہمیں خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں
 میں جس سبب تفریق مذہبی پیدا ہوئی وہ قضیہ خلافت ہے اور بعد رسول خلافت کا ہونا ایک امر
 ضروری تسلیم کیا گیا تھا مگر اس اختلاف اور تفرقہ کے مٹانے میں ہر شخص مجبور تھا۔ غیر ممکن تھا کہ
 مختلف قبائل عرب کے حالات اور واقعات کے لحاظ سے ہر قبیلہ سے ایک سرگروہ نفاذ احکام

خلافت کی واسطے منتخب کیا جاتا اور جبکہ یہ حالت قدرتی طور پر تھی تو جس قبیلہ کی اس دین پر خلافت منتقل ہوتی تھی وہی سبب تفرقہ اور اختلاف دیگر قبائل کا تھا۔ اس سبب کا ظہور اول اور دوم خلافت کے زمانہ میں بھی تھا اور سوم اور چہارم خلافت کے زمانہ میں تو اس کا ظہور ایسے طریق سے ہو گیا تھا کہ اس کے کسی مورخ کو انکار کا موقع نہیں مل سکتا۔ اس تفرقہ کی نسبت ہم نے اپنی کتاب میں بحث کی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ سنی اور شیعہ کا ظہور کس زمانہ سے ہوا ہے۔ یہ تفرقہ خلافت کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور ابتدا میں انھیں دونوں فرقوں کا ظہور ہوا تھا پھر اسی قضیہ خلافت سے خارجی پیدا ہو گئے اور یہ خارجی فرقہ اس خلافت اور اس کو تسلیم نہیں کرتا جسکو شیعوں نے تسلیم کیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ فرقہ سنی کی ایک شاخ معلوم ہوتا ہے کیونکہ شیعوں کے اعتقاد کے خلاف پہلی اور دوسری خلافت کا تصدیق اور تسلیم کرنا لازم ہے اور بعد اس کے اس فرقے نے یہ خلافت سے انکار کر دیا تھا یعنی خارجی نہ سنی رہے اور نہ شیعہ تیسرا فرقہ اسلام میں ہو گیا۔ ان ہر سہ فرقوں سے اور متعدد اور مختلف فرقے پیدا ہو گئے اور ہوتے رہیں گے۔ مثلاً۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ حنفی۔ اور وہابی ہر چند کہ اہل سنت و جماعت کی تفریق شاخوں میں ہیں مگر فقہی مسائل کے اختلافات کی وجہ سے ان کا شمار فقہی فرقوں میں ہو سکتا ہے۔ نہ کہ خلافتی فرقوں میں۔ خلافت کے متعلق ان کا خیال اور اعتقاد متحد ہے۔ برخلاف اسکے شیعوں کے فرقوں میں دربارہ امامت ایسا اختلاف ہے کہ بجز امامیہ مذہب کے تسلیم کرنے والے فرقہ کے کہ وہ ائمہ اثنا عشر کا معتقد ہے اور فرقے ایسے ہیں کہ ادھون نے بعض ائمہ طاہرین سے انکار کر رکھا ہے۔ خارجیوں میں بھی مختلف فرقے ہو گئے ہیں بجز ایک فرقے کے کہ اس نے حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت اور اس کو تسلیم کیا اور کل خارجی فرقوں کا وہی خیال ہے جو تفریق کے زمانے میں امامت کی نسبت ہو گیا تھا۔ جن فرقوں نے کہ حدیث اور قرآن مجید کی معافی میں اختلاف کیا ہے ان سے فقہی فرقے مراد ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کا گروہ عظیم الشان گروہ ہو گیا تھا۔ تو اسلامی امت میں متعدد فرقوں کا ہونا ضروری تھا اور ہر امت میں جب کثیر التعداد مختلف الطباع اقوام

کی شرکت ہو جاتی ہے تو ہم شہسار ملکی آب و ہوا اور خیال انقلاب طبائع اور ارضیہ ایسے
فروق کا ظہور ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔

اس زمانے میں جبکہ دنیا کے ہر مذہب کی نسبت سرگرمی کے ساتھ بحث و مباحثہ جاری ہے
اور یہ زمانہ عقلی اور دماغی ترقی کا ہے تو ہمیں ایک ایسی کتاب کی اشاعت ضروری تھی جس سے
کہ ہر فرقہ اسلام کے حالات تاریخی دریافت ہو جائیں خاکسار دنیا کے دو عظیم فرقہ سنی و شیعہ
کے حالات کتاب ہدایہ میں مفصل اور شرح درج کیے گئے ہیں۔

معتبر اور مستند تاریخوں سے صحت واقعات ماخوذ کیے گئے ہیں۔ مثلاً تاریخ طبری - عثم کوئی -
تاریخ التواتر - تاریخ حقائق الکلام فی تاریخ اسلام - تاریخ ایران مرتبہ ملک صاحب - تاریخ ہند
جلد دوم مؤلفہ الفنسٹن صاحب سابق گورنر بمبئی - تاریخ خانی خان - تاریخ الخلفاء اردو -
تاریخ چین مصنفہ میجر کارن - تاریخ فرشتہ - تاریخ عاقل خان - روضۃ الصفا - روضۃ الاحباب

وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ان کے دو جدید کتابوں سے اعانت لیگی ہے جن میں سے ایک کتاب
جامع الاحکام فی فقہ الاسلام ہے جسکو جناب مولانا مولوی سید میر علی خان انصاری
راجہ مایکورٹ کلکتہ نے تالیف کیا ہے۔ مولوی صاحب ممدوح انگریزی اور عربی زبان کے

نہایت نامور عالم ہیں اور اوہ فہون نے جس علمائے لیاقت اور فاضلانہ قابلیت سے
اپنی کتاب کا مقدمہ لکھا ہے وہ حقیقت قابل داد اور شائق صا ہے۔ دوسری
کتاب خمسۃ قبایہ ہے جسکو مولوی سید اقبال علی صاحب نے تالیف کیا ہے۔

انہ اظہار کے حالات نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف کے وقت
میں نے اس بات کی پابندی کی ہے کہ بالکل نصب مذہبی کو دخل نہیں دیا ہے صرف تاریخی
حالات پر اکتفا کیا ہے۔ امید ہے کہ جب اس کتاب کے پڑھنے والے اسکو پڑھیں گے
تو اسکی قدر کریں گے فقط

سید محمد حسین اعظمی

قصبہ موٹان - ضلع اونام (اردو)

سم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقائق المذاهب

باب اول

حالات اجداد حضرت پیغمبر آخر الزمان اور آئمہ اطہار علیہم السلام بن عربی
مین اسلام کا نشوونما ہوا اور بعد غروب آفتاب رسالت است اسلامیہ میں تفرقہ مذہبی و
ملکی پیدا ہوا وہ عرب آل اسمعیل میں داخل تھے مگر جو شرف خاندانی اور فضیلت پیغمبر کے
خاندان کو حاصل تھی آئین کسی دوسرے کا حق نہ تھا بالخصوص نور رسالت کے متعلق
جو فخر اور افتخار آپ کے اجداد معظم کو ہوا آئین تو کوئی بھی شریک اور سہم نہ تھا
بلحاظ جلالت خاندانی اور شرافت و دہمانی نبی ہاشم آپ ہی کے خاندان میں شامل
ہیں آل ہاشم میں ایک نبی عباس کو ملکی اقتدار حاصل ہوا تھا اور آل ابیطالب
میں مذہبی تقدس اور تورع اور علم و فضل ایسا بڑھا ہوا تھا جیسے کہ نبی عباس میں
ملکی اقتدار جبکہ کتاب ہذا سے یہ مقصود رکھا گیا ہے کہ شیعوں کا آغاز کیا تھا اور مذہب

شیعہ کی پیدائش کا سرچشمہ کون ہو تو یہ ضروری ہو کہ جن آئمہ اطہار اور اہلبیت طاہرین سے شیعہوں کو مذہبی تعلیم حاصل ہوئی انکا شرف خاندانی بیان کیا جائے۔ اور ظاہر کیا جائے کہ پیغمبر کے اجداد کا زمانہ سلف میں کیا بزرگ مرتبہ عرب میں تھا اور نور رسالت کی برکت سے کیسے معجزات ظاہر ہوئے پیغمبر کے اجداد نے غذان کا تذکرہ اور غذان کی اولاد کی سرگذشت یکے بعد دیگرے جس عہدگی اور لطافت کے نامخ التواریخ میں بیان ہو اسی سے ترجمہ کیا گیا ہو۔

تذکرہ غذان غذان کے باب کا نام اود تھا اور ان کا نام بلہا انکا نسب یعرب بن قحطان تک پہنچتا ہے جبکہ وہ لڑکے تھے تو انکے چہرے سے آثار بزرگی اور شجاعت پیدا تھے اُس زمانہ کے کاہتوں اور منجموں نے پیشین گوئی کی تھی کہ انکی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جن و انس کو اپنا مطیع کر لے گا اس لحاظ سے بکثرت اُس زمانہ کے لوگ انکے دشمن تھے ایک وقت ایسا گذرا کہ وہ شام کے بیابان میں جارہے تھے اور اتنی سوارا نکو تنہا پا کر انکے پکڑنے کے واسطے دوڑے انھوں نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور سب سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ انکا گھوڑا مار ڈالا گیا مگر وہ پیادہ ہو کر اُس جماعت سے لڑتے رہے اور لڑتے لڑتے ایک پہاڑ کے دہن میں آ گئے اور دشمنوں نے انکا تعاقب کیا اور حملہ کیا اور اپنے گھوڑے دوڑاتے رہے یہاں تک کہ پہاڑ سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور غذان کا گریبان پکڑ کر پہاڑ پر کھینچ لیا اور ایک ہفت پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہوئی اُس آواز سے غذان کے دشمنوں کی روح قبض ہو گئی اور یہ ایک معجزہ پیغمبر آخر الزمان کا تھا جبکہ غذان سن بلوغ اور تینز کو پہنچے وہ متعرب اور سید سلسلہ اور قبیلہ کے قبلہ ہوئے یہاں تک کہ باشندگان بلحا و سکان

شیرب و قبائل صحراؤں کے حکم کے مطیع ہو گئے یہ زمانہ بخت نصر کی اولولہزمیوں کا تھا
 اوشے بعد فتح بیت المقدس کے ارادہ مصمم تسخیر بلاد و اقوام عرب کا کیا جب غزنا
 نے اوسکے ارادہ کی خبر پائی تو اونہوں نے اپنا ایک قاصد قبائل عرب یعنی بنی
 قحطان بن عابد بنی جرم بن یقطان کے پاس بھیجا اون قبیلوں سے جس قدر
 جنگ آزمودہ تھے طلب کیا یہ قبائل مکہ معظمہ میں سکونت رکھتے تھے اسطر حصہ
 ایک بڑی فوج غزنان کے پاس جمع ہو گئی اور عرب کے قبیلوں نے بھی کثیر تعداد
 آدمیوں کی انکے پاس جمع کر دی تھی پس ایک لشکر تھارا انہوں نے آراستہ کیا اور نبض
 سے چھڑ دی مگر بعد ایک بڑی جنگ اور کشت و خون کے بخت نصر فتحیاب ہوا او
 عرب کے لشکر کو زک مٹی اور بہت سے آدمی قتل ہوئے غزنان سلامتی کے ساتھ
 نکل گئے اور شام کے قرب و جوار میں اونہوں نے آرام پایا اور دوسری مرتبہ پھر
 اونہوں نے جنگ کے واسطے اپنا لشکر آراستہ کیا اور بھاگے ہوئے سپاہیوں اور
 منتشر آدمیوں کو جمع کر لیا اور بخت نصر سے دوبارہ جنگ و جدل شروع کی اس مرتبہ
 اونکی فوج نے بڑی بہادری اور دلیری سے جنگ کی اور نہایت درجہ کوشش
 اونکی جانب سے عمل میں آئی مگر فتحیاب نہ ہوئے اونکے بہت سے آدمی مار گئے
 اور پھر اونکو طاقت مقابلہ کی نہ رہی انکے باقی ماندہ سپاہی ہر طرف بھاگ گئے اور
 غزنان کا یہ حال ہوا کہ وہ مع اپنے لڑکوں کے مین میں چلے گئے اوسکو اپنا وطن
 کر لیا یہاں تک کہ اسی جگہ اونکا انتقال ہو گیا اونکے دس لڑکے تھے اول معد و
 مک - تیسرے رب - چوتھے ضحاک - پانچویں مدہب - چھٹے عدن - کہ شہر عدن
 جو بحرین کے ساحل پر واقع ہے اونہیں سے منسوب ہوتا توین نعمان - آٹھویں

نوبن اودہم۔ دسویں غنی۔ ملک بن عدنان نے دختر اشعر بن نبت بن اود بن زید بن
 مسع بن عمرو بن عرب بن شجوب بن زید بن کلمان بن سبا کے ساتھ عقد کیا تھا اور
 اسی قرابت کی وجہ سے وہ قبیلہ اشعر یون میں رہے تھے اور اسی میں انکا انتقال ہوا تھا
 دوسری اولاد عدنان کی مین میں رہی عدنان بزرگوار پیغمبر آخر الزمان سے ہیں اور پیغمبر
 اسلام کے نسب شریف میں عدنان تک کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ نے خود فرمایا ہو کذب الشَّابُّونَ مِنْ عَلٰی مَا فَوْقَ عِزِّنا
 عدنان کے بعد وہ نور روشن جو انکی جبین مبارک سے درخشاں تھا انکے فرزند
 معد کی طلعت سے طالع ہوا اور یہ نور ہالیوں پیغمبر آخر الزمان کے ثبوت وجود کے
 واسطے دلیل روشن تھا کہ ایک صُلب سے دوسرے صُلب میں انتقال کرتا رہتا تھا
 جبکہ وہ نور پاک معد میں آیا بخت نصر کا انتقال ہو چکا تھا اور خلافت کو اس کے شر و ظلم سے
 امن لگایا تھا ارمیا اور باروخ علیہم السلام نے ایک شخص کو واسطے طلب معد کے
 بھیجا اور انکو عرب کے قبائل میں لاکر داخل کیا۔ معد کی کنیت ابو نضاع تھی وہ بڑے
 زوردار تھے اور حسن و جمال میں شہرہ آفاق اپنے باپ کی وفات کے بعد معد میں سے
 بخران میں آئے اور بخران میں افعی جرہمی سے کہ کمانت میں انکا شہرہ تھا ملاقات
 کی اور صداقت اور راستبازی کے ساتھ زمانہ دراز تک اتحاد رہا بخران میں افعی
 جرہمی کا مکان مرجع و مطاف اکابرین کا تھا جسوقت ارمیا اور باروخ علیہم السلام نے
 معد کو طلب کیا تھا وہ افعی سے رخصت ہو کر عرب کے قبائل میں آگئے تھے اور قبیلوں کے
 سردار ہو گئے تھے انکے چار لڑکے تھے ایک نضاع دوسرے نزار تیسرے قبض۔
 چوتھے ایاد معد کے لڑکے شجاع اور بہادر تھے انھوں نے ایک مرتبہ لشکر مرتب کر کے

بنی اسرائیل پر حملہ کیا تھا۔ اس حملہ میں مال و اسباب حاصل کیا اور بنی اسرائیل کو اسیر کیا تھا۔ انھوں نے بنی اسرائیل سے بازار جنگ و جدل گرم کیا تھا اور اکثر اوقات فتح و نصرت حاصل کی تھی یہاں تک کہ وہ تنگ و مجبور ہو گئے اور ارمیا اور غررا اور دیگر پیغیروں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے استدعا کی کہ اولاد معد کے حق میں دعا سے بد کریں کہ خداوند تعالیٰ اُن سے اپنی زمین کو پاک کرے۔ اُن پیغیروں نے دعا سے بدکارا ردہ کیا مگر پیشگاہ خداوند تعالیٰ سے آواز آئی کہ اپنے لب بند کریں کہ پشتِ معد سے ایک شخص ظاہر ہو گا کہ منہ اس جہان کو اُسی کے واسطے پیدا کیا ہے اس خطاب کے پہونچتے ہی انبیاء علیہم السلام نے سکوت اختیار فرمایا اب معد کا انتقال ہو گیا۔ اور وہ نورسین جبین نزار سے ہویدا ہوا اور نزار بن معد رئیس قوم اور سردار قبیلہ ہوئے نزار کی والدہ ماجدہ معازہ بنت جویس بن عدی تھیں اور انکا نسب قبیلہ جرم تک پہونچتا ہے نزار کی کنیت ابو ربیعہ ہے جس زمانہ میں کہ نزار متولد ہوئے وہ نور پاک کہ اُنکی جبین میں تھا جس سے معلوم تھا کہ پیغمبر آخر الزمان اُنکی نسل سے ہیں بعد نے ہزار اونٹ راہ خدا میں قربانی کیے لوگوں نے کہا کہ تم اپنے مال کو ضائع کرتے ہو معد نے جواب دیا کہ ابھی کم ہیں اور لفظ نزار بمعنی اندک ہے لہذا وہ لڑکا موسوم بہ نزار ہوا جبکہ نزار حد بلوغ کو پہونچے اور بعد اپنے باپ کے عرب کے سردار ہوئے تو اُن سے چار لڑکے پیدا ہوئے ایک ربیعہ۔ دوسرے انار۔ تیسرے نصر۔ چوتھے ایاد۔ نصر کا شمار اجداد پیغمبر میں ہے جبکہ نزار کا وقت رحلت قریب آیا تو وہ سح اپنے صاحبزادوں کے بادیہ سے مکہ معظمہ میں چلے آئے اور جبکہ صحت سے ابوس ہوئے انھوں نے اپنے لڑکوں کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور اپنا مال تقسیم کیا ایک خیمہ کہ

ادیم سُرخ کا تھا اور کسی قدر زرد سُرخ اور ایسی ہی اشیا کہ انکار رنگ سُرخ تھا نصیر کو تفویض
 کین اسی لحاظ سے انکو نصیرۃ الحمراء کہتے ہیں اور ایک گھوڑا سیاہ اور خیمہ سیاہ اور جواشیا
 کہ اسی کے مانند تھیں ربیعہ کو عطا کین اسی جہت سے انکو ربیعہ الفرس کہتے ہیں
 اپنی بکریاں انھوں نے ایک بڑھے خادم کو دین اور بعض چغیرین ایاد کے سپرد
 کین ایک فرش سیاہ چرم کا اور دیگر آلات و اسباب مجلس انار کے حصہ میں آیا اس
 تقسیم کے بعد نزار نے فرمایا کہ جب میں اس جہان سے گزر جاؤں تو میرا باقی متروکہ
 اس طرح تقسیم کر لینا اور ایک دوسرے کو سچ نہ پہونچانا اور اگر درمیان تمھارے
 کوئی قضیہ پیش آئے کہ اس میں فیصلہ کی ضرورت ہو تو یہاں سے بخران میں نفی جرمی
 کے پاس جانا کہ وہ میرے باپ سعد کے دوست صادق ہیں اور کاہن اور عقیل
 بھی ہیں وہ ہرگز پسند نہ کریں گے کہ تم میں نفاق کو ترقی ہو وہ بخوبی فیصلہ کر دینگے
 نزار کا انتقال ہو گیا اور چند دنوں کے بعد تقسیم حصص کے وقت چار دن بھائیوں میں
 قیاس و قال کی نوبت آئی آخر کار سب نے حسب وصیت اپنے والد کے کہ معطلیہ سے
 بخران کی جانب کوچ کیا انکو راہ میں ایک شتر سوار ملا اس سے دریافت کیا کہ
 کہاں سے آتے ہو اس نے جواب دیا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے میں اسکی جستجو کر رہا ہوں
 نصیر نے کہا کہ تمھارے اونٹ کی چشم راست کو رہتی اُسے کہا کہ ہاں ربیعہ نے کہا کہ تمھارے
 اونٹ کا دست راست مثل تھا اُسے کہا ہاں آیا دنے کہا کہ تمھارے اونٹ کی دم بڑیدہ تھی کہا ہاں
 اشارے کہا کہ تمھارا اونٹ بھاگنے والا اور سرکش شتر تھا کہا ہاں دوسری مرتبہ نصیر نے کہا کہ تمھارے اونٹ کے
 ایک جانب دو غنایت کا بار تھا اور دوسری جانب شہد ربیعہ نے کہا کہ اُس پر کوئی عورت سوار تھی ایاد
 پوچھا کہ وہ عورت حاملہ تھی انھار نے کہا کہ اہل دنٹ کا ایک انت ڈٹا ہوا تھا اس مرد نے سب باتوں کو سچ کہا

اُس وقت اُس سے کہا گیا کہ اسی راہ چلا جاوہ اونٹ تجھ کو دستیاب ہو گا وہ تھوڑی دور چلا
 مگر اونٹ کا سراغ نہ لگا وہ فوراً واپس ہوا اور پھر نصر اور اُنکے بھائیوں کے پاس حاضر
 ہوا اور کہا کہ اُس اونٹ سے سوا آپ کے کوئی خبر نہیں رکھتا انھوں نے قسم کھائی
 کہ ہم نے تمہارے اونٹ کو ہرگز نہیں دیکھا ہو اُسے کہا کہ میں ہرگز یقین نہیں کرتا اور
 نہ ان باتوں کو تسلیم کرتا ہوں وہ شتر سوار تھا اور طاقت مقابلہ کی نہیں رکھتا تھا
 مجبوراً اُنکے ہمراہ خیران میں آیا نصر اور اُنکے بھائیوں نے افعی جڑہی کے مکان میں
 قیام کیا افعی جڑہی اُنکی خدمت میں گئے اور رحمت سفر اور مشقت راہ کا تذکرہ کیا
 وہ مرد شتر سوار افعی جڑہی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ خیران میں
 رئیس نبی جڑہم ہیں اول میرا انصاف کریں اور پھر رسم مہمان نوازی میں مشغول
 ہوں اُسے قصہ شتر گم شدہ اور ان بھائیوں کی باتوں کا ذکر کیا نصر اور اُنکے
 بھائیوں نے قسم کھائی کہ ہم نے ہرگز اسکا اونٹ نہیں دیکھا ہو افعی نے کہا کہ پھر یہ نشان
 کہاں سے تمہاری سمجھ میں آئے کہ اُس سے بیان کیے نصر نے کہا کہ میں نے ہوجہ سے
 اُسکی چشم راست کو کور بیان کیا تھا کہ راہ میں بطرف چپ چڑھا اور جو گھاس بجانب
 راست تھی اُسکو چھوڑ دیا تھا اور جب ایک جانب چوٹی تھیں اور دوسری جانب
 کھتیاں تو میں نے گمان کیا تھا کہ اوس اونٹ کے ایک جانب شہد اور دوسری جانب
 روغن زیت ہو گا کیونکہ مور دگس کو روغن زیت اور شہد سے تعلق ہو رہی ہے کہ
 کہ میں نے اس خیال سے کہا تھا کہ اُسکے اونٹ کا دست راست شل ہو کہ اُسکے
 ہاتھ کی کشش کا اثر زمین پر تھا اور ایک عورت اُسکی پشت پر سوار ہو اُسکو میں
 اسوجہ سے سمجھا کہ ایک مقام پر پانوں کا نشان میں نے دیکھا اور اُس قدم کی

خاک کو اٹھا کر سونگھا اسی وقت میرا سیلان خاطر غورتون کی جانب ہوا آیا دے کھا
کہ میں نے اُسکو دم بریدہ اس لحاظ سے تصور کیا تھا کہ اونٹون کی عادت ہو کہ
وقت سرگین دم ہلاتے ہیں اور اپنی منگیون کو منتشر کرتے رہتے ہیں مگر اُس
اونٹ کی سرگین ایک ہی جگہ جمع تھی یہ میرا کہنا اس سبب سے تھا کہ وہ عورت حاملہ
تھی کہ جب وہ عورت پیادہ ہو گئی تھی وہ ہاتھوں کے سہارے سے چلی تھی اور تھیل
کے نشان زمین پر بن گئے تھے انہار نے کہا کہ رسیدگی اور سرکشی اس اعتبار سے
مجھکو دریافت ہوئی کہ گنجان گھاس ہر جگہ باقی رہ گئی تھی انہیں سے تھوڑی چری ہوئی
تھی اسی ایک دانت ٹوٹا ہوا تھا یہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر دستہ گیاہ جو کہ وہاں آلودہ
تھا بقدر ایک دانت گھاس چھوٹی ہوئی تھی جبکہ انہی نے یہ کلمات سماعت کیے
تو اُسکو انکی فہم و فراست پر نہایت ہی تعجب ہوا اُس نے اُس شترسوار سے کہا کہ اب تم
انہیں نشانات سے اپنے اونٹ کی جستجو کرو اور اُس جماعت کی نہایت ہی تعظیم و
تکریم کی اور اپنے خاص مجرہ میں اُنکو جگہ دی اور شام کے وقت نہایت پر تکلف کھانا
ارسال کیا اور خود پوشیدہ دروازہ کے باہر کھڑا ہو گیا کہ اُنکی گفتگو سننے اُسوقت
اولاد نزار نے جام خمر اڑانا شروع کیے آباد نے کہا کہ اس شراب کے انکو کافرستان
میں نشوونما ہوا ہو اور جبوقت کہ کباب کی نوبت پہونچی نصر نے کہا کہ گوشت اس
بزرگالہ کا شیرگ میں پرورش پایا ہوا تو ربیعہ نے کہا کہ انہی ہر چند کہ اپنے نسب کو
جرم سے ملاتا ہو مگر باورچی کا پیدا کیا ہوا ہوتا مارنے کہا کہ ہمارا فیصلہ بہر حال کر دیا اور
تقسیم مال کی بخوبی عمل میں آدگی یہ سُکر انہی کا چہرہ زرد ہو گیا اور سمجھا کہ یہ سب باتیں
سچ معلوم ہوتی ہیں اول وہ اپنی مان کے پاس آیا اور تلوار سے اُسکو خوف دلایا

یہاں تک کہ حقیقت حال دریافت ہو گئی افعی نے شرابدار کو طلب کر کے کہا کہ یہ خمر کہاں سے لایا تھا اُس نے کہا کہ فلان تاکستان سے جو فلان گورستان میں ہو اور کباب کا حال پوچھا دریافت ہوا کہ بکری جسکایہ بزغالہ تھا اُسکو بھیر یا لگیا تھا اور اس بزغالہ کی پرورش شیرازہ سگ سے ہوئی تھی وہ نیزبان فوراً اپنے مہمانوں کے پاس آیا اور کہا کہ پھر اُن بانو کا اعادہ کرو کہ تم کو یہ راز کس طرح سے معلوم ہوئے ایا دُنے کہا کہ خمر کے استعمال سے سرور پیدا ہوتا ہے مگر اس خمر سے ہلکے سوائے ملال و غم کچھ نہ تھا اس سے سمجھ میں آیا کہ اسکا انگور گورستان سے لایا گیا تھا نصرنے کہا کہ کباب کھانے کے وقت ہم سب کتوں کی طرح لقمہ لیجاتے تھے اور غضبناک حالت سے ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور جب ہم نے اچھی طرح سے دیکھا تو ہلکے معلوم ہوا کہ اُس بزغالہ کی پہلو کی ہڈی گتے کے پہلو کی ہڈی تھی اس سے ہم نے جانا تھا کہ اسے مادہ سگ کے شیرے پرورش پائی تھی ربیعہ نے کہا کہ جبوقت سے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اُسوقت سے کئی مرتبہ تذکرہ آب و نان کا ہو چکا ہے اس سے ہم نے معلوم کیا کہ بزرگ کبھی اس صفت سے موصوف نہیں ہوتے کہ آب و نان کا تذکرہ کرتے رہیں۔ اس قسم کا ذکر انھیں کی زبان پر ہوتا ہے جو باورچیوں کے نطفہ سے ہوتے ہیں افعی حیرت میں رہ گیا مگر تصفیہ قابل اطمینان کر دیا اور اسی طرح سے اولاد نزار کو اُنکے وطن واپس کیا نصرب نزار اس درمیں قبیلہ تھے اور ہمیشہ انھوں نے ابراہیمی دین کی ترویج میں اپنی عمر کو صرف کیا اُنکے دولڑکے ہوئے تھے اول الیاس کہ وہ اجداد پیغمبر ہیں دوم غیلان کہ اُن سے قبائل عرب زیادہ تر ہوئے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ نصرب اول عرب ہیں کہ انھوں نے آہنگ حدی واسطے اونٹوں کے پڑھنا ایجاد کیا

الیاس نے بعد اپنے والد کے قبائل عرب میں بزرگی حاصل کی اس واسطے اوند کو
 سید العشرہ لقب یا گیا تھا اور قضایا سے قبائل اور ان کے امور اہم انھیں کی راے سے
 فیصلہ ہوتے تھے اور جب تک نور بنوی انکی پشت سے منتقل نہ ہوا تھا انکو اپنی پشت سے
 زعفریہ سج کاٹنے میں آتا تھا آخر کار الیاس نے لیلی دختر حلوان بن عمران بن الحاف
 بن قضاعہ مہنی کے ساتھ نکاح کیا انکے تین لڑکے ہوئے اول عمر دوم عام سوم عمیر
 جب یہ لڑکے سن بلوغ کو پہنچے ایک روز عمر و عام اپنی ماں کے ہمراہ صحرا میں گئے
 ناگاہ ایک خرگوش ظاہر ہوا وہ ایک جانب بھاگا اور اونٹ خرگوش کو دیکھ کر بھاگے
 عمر و عام نے اس خرگوش کا تعاقب کیا عمر و نے اسکو پکڑ لیا عام نے پہونچکر اسکی کباب
 بنائے لیلی کو اس سے خوشی اور سرور حاصل ہوا اور فوراً الیاس کے پاس آئیں
 لیلی کی رفتار میں اسوقت ایک تہمت تھا پس الیاس نے اسے کہا کالیکہ کن تخذ فلیک
 اس واسطے کہ خندق اس حالت کو کہتے ہیں کہ رفتار سے تہمت اور جلالت ترشح ہوتی ہو
 وہ قبائل کہ جنکا نسب الیاس سے منسوب ہو نبی خندق کہے جاتے ہیں اس لحاظ
 سے کہ عمر و نے اس خرگوش کو پکڑ لیا تھا الیاس نے انکا لقب قدر کہ رکھا تھا اور چونکہ
 عام نے اسکو شکار کیا تھا اور کباب بنائے تھے لہذا انکو طابخہ کہا گیا اور چونکہ عمیر نے
 اپنا سر جان میں کر لیا تھا اور اسوقت اسے کوئی خدمت ظاہر نہ ہوئی تھی تو لقب
 دیا گیا پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدر کہ سے ہیں قصہ کوتاہ اولاد الیاس
 کی بڑی ہی ترقی ہوئی اور انھیں کے درمیان بت پرستی کا رواج ہوا قدر کہ کا
 نام عمر اور لقب قدر کہ اور کنیت ابو المنذیل تھی انکے دو لڑکے ایک خذیمہ اور دوسرے
 ذہیل سے بکثرت قبائل پیدا ہوئے ہیں پیغمبر نسل خذیمہ سے ہیں خذیمہ کو

عرب میں حکومتی اقتدار تھا ان کے تین لڑکے تھے اول کنانہ دوم ہون سوم اسد بن غنیمہ
 نسل کنانہ سے ہیں کنانہ نے خواب میں دیکھا کہ برہ کے ساتھ نکاح کر کے ان کے بطن سے
 فرزند لگانا پیدا ہو گا اس خواب کی وجہ سے انھوں نے برہ کی خواستگاری کی اور
 اُسے تین لڑکے ہوئے تیسرے لڑکے نصر تھے جو اجداد بنی نصر سے ہیں قریش لقب نصر کا
 ہو لقب قریش کی نسبت مورخین نے اختلاف کیا ہو کسی نے یہ معنی لیے ہیں کہ قریش
 نام ایک دابہ کا ہو وہ ایک بڑا جانور دریا کا ہو اور جبکہ نصر بزرگ ترقیبیل تھے اس خیال
 سے لقب باین لقب ہوئے اور بعض نے قریش کو نصرش سے مشتق سمجھا ہو اور
 نصرش معنی کسب و تجارت ہو اور نصر کا تجارتی شیوہ تھا مگر نسخ التواریخ کے فاضل
 مولف کی رائے میں ہو کہ نصرش معنی تجمع ہے اور جبکہ نصر مرد بزرگ اور قوم میں بیاد
 رکھتے تھے اور منتشر و پراکندہ اشخاص قبائل کو جمع کرتے تھے اور ہر مذہب کو ان کے
 واسطے دسترخوان بچایا جاتا تھا انکو کھانا کھلایا جاتا تھا تو اس اعتبار سے انکا لقب
 قریش ہو جس قبیلہ کا نسب نصر تک پہنچتا ہو قریش کہا جاتا ہو کہتے ہیں کہ ایک دن
 نصر مکہ معظمہ میں سو رہے تھے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز درخت انکی
 پشت سے ظاہر ہوا ہو اس درخت کی شاخیں آسمان سے بائیں کرتی تھیں اور
 ہر برگ درخت نور سے سرتاپا منور ہو شمار شاخوں کا زیر و بالا مادی تھا اور اس کے
 پتوں پر ایک قوم سفید چہرہ قیام پذیر تھی نصر بیدار ہوئے اور کاہنوں سے اس
 خواب کو بیان کیا انھوں نے تعبیر کی کہ تمہارے خاندان کی کرامت و شرافت و
 حسب و نسب مسلم ہو گا وہ نور مالک پر منتقل ہوا اور پھر قمر پر اور پھر غالب پر
 اور پھر نوی کی جانب منتقل ہوا۔ اور نوی سے کعب پر اور کعب سے مرہ اور

کلاب پر اور قضی اور عبد مناف اور ہاشم اور عبد المطلب اور عبد القدر پر مرتبہ بمرتبہ منتقل ہوا اور آخر کار حضرت محمد رسول اللہ کے نور سے تمام عرب منور ہو گیا اس مقام پر اس امر کا اظہار مقصود ہو کہ اس نور سے کیا مراد ہو از روئے اعتقاد کے اگر خیال کیا جائے تو وہ امت کے واسطے محدود اور مسلم ہو کسی غیر قوم کے واسطے حجت نہیں ہو مگر تاریخی واقعات اقوام غیر کے لیے بھی حجت پاسکتے ہیں بشرطیکہ نفس الامر میں صحیح ہوں یا قرائن عقلی سے انکی صحت میں کلام نہویں قطع نظر اعتقادی مبحث کے جب تاریخی حیثیت سے اس نور کے انتقال پر غور کیا جاتا ہو اور اس نور سے مراد پاک نطفہ لیجائی ہو تو اسپر کوئی فلسفی مقدمہ نہیں اڑا سکتا اور وہ اقوام غیر کے لیے بھی حجت ہو سکتا ہو جس پاک اور الہامی نفس کے ظہور سے ظلمت ناک عرب کو روشنی اور عرب کو تازہ زندگی حاصل ہو گئی اور آنحضرت اپنی جامع اور الہامی تعلیم سے خاتم الانبیاء ہوئے جو دنیا میں حیرت انگیز واقعات ہیں اور ایک بڑا حقیقی معجزہ ہے اسی مستم نورانی نطفہ کے انتقال کی برکات سے اگر آپ کے اجداد معظم سے عجایب اور غرائب ظاہر ہوئے تو وہ اعتقادی امور نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آپ کے آئندہ ظہور کے واسطے پیشخبریاں ہیں اس نور پاک میں حضرت علی بھی نسبتاً شریک تھے اور پھر یہ نور حضرت فاطمہ زہرا پر منتقل ہوا حسین علیہم السلام اور آئمہ اطہار اس میں شریک ہوئے حضرت علی اور حسین علیہم السلام کا تذکرہ مبحث خلافت اور امامت میں کیا گیا ہو باقی آئمہ اطہار کے مناقب اور محامد کا تذکرہ اس مقام پر کیا جاتا ہو مگر قبل اسکے دو حدیثوں کا اس مقام پر لکھنا ضرور ہوا جن میں ایک کا ترجمہ یہ ہو جسکو سلمان فارسی نے روایت کیا ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ حسن حسین دو فرزند میرے ہیں جو شخص انکو دوست

رکھتا ہو وہ مجھ کو دوست رکھتا ہو اور جو دوست میرا ہو وہ خدا کا دوست ہو اور جو خدا کا دوست ہے خدا اس کو بہشت میں داخل کرے گا اور جو کہ حسین و حسین کو دشمن رکھتا ہو مجھ کو دشمن رکھتا ہو اور جو مجھ کو دشمن رکھتا ہو خدا اس کا دشمن ہو اور جو خدا کو دشمن رکھتا ہو اس کا مقام دوزخ ہو اور دوسری حدیث جس کو جابر ابن عبد اللہ نے روایت کیا ہو اس کا ترجمہ یہ ہو راہ راست طلب کرو نور آفتاب سے اور اگر آفتاب غائب ہو جائے روشنی ماہ سے طلب ہدایت کرو اور اگر ماہ چھپ جائے طلب ہدایت کرو زہرہ سے اور اگر زہرہ غائب ہو جائے پس فرقہ ان سے طالب صراط مستقیم ہو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ آفتاب سے مراد کیا ہو اور زہرہ اور فرقہ ان کون ہیں فرمایا کہ آفتاب میں ہوں اور ماہ علی اور زہرہ فاطمہ زہرا اور فرقہ ان حسن اور حسین ہیں۔

احوال جناب علی ابن الحسین علیہ السلام آپ کی کنیت ابو محمد ابو الحسن ہے اور ابو القاسم اور ابو بکر بھی کہی گئی ہے آپ کا لقب سید الساجدین اور زین العابدین اور سجاد ذوالتقاہ ہو والدہ آپ کی شہر بانو بنت نیر و جردین شہر یارب بن خسر و بن پردیزین ہرمزین نو شیر و ان عادل ہیں۔

روفتہ الصفا میں تریح الاسرار کی سند سے بیان کیا گیا ہو کہ حضرت امیر المومنین علی نے حرث ابن جابر حنفی کو بعض بلاد مشرقی میں حاکم کر کے بھیجا تھا حرث دو لڑکیاں نیر و جرد کی اپنے ہمراہ لائے اور حضرت میں جناب امیر علیہ السلام کے پیش کین اپنے شہر بانو کو تو اپنے قرۃ العین حیثین کو دیا اور گہمان بانو کو محمد ابن ابی بکر کو ایک سے تو حضرت امام زین العابدین پیدا ہوئے دوسری گہمان بانو سے قاسم ابن محمد آپ کو ذوالتقاہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ پیشانی مبارک کثرت عبادت سے مثل

زانو سے شتر کے سخت و درشت ہو گئی تھی جب تک آپ زندہ رہے شب و روز
 ہزار رکعت نماز کی ادا فرماتے تھے آپ کا بن اُس زمانے میں جبکہ حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام نے کوفہ میں وفات پائی دو برس کا تھا اور جس زمانے میں کہ کر بلا کا
 معرکہ پیش آیا آپ بائیس برس کے تھے ایک قصبہ حضرت محمد حنفیہ اور آپ میں
 دربارہ امامت کے پیدا ہوا تھا اسکا فیصلہ حجرا سود نے اپنے حکم سے آپ کے
 حقیقین کیا تھا ایک زمانہ میں عبدالملک مردان کے حکم سے مدینہ میں آپ مقید
 ہوئے گلوے مبارک میں طوق تھا اور پائے مبارک بند سلاسل سے جکڑے
 ہوئے تھے اس طریق سے ایک خیمہ میں آپ کو مقید کیا تھا جب یہ حال زہری نے
 سنا انھوں نے قصد کیا کہ میں آپ سے جا کر ملوں کیونکہ زہری کو یہ بھی معلوم
 ہوا تھا کہ مدینہ طیبہ سے آپ کو باہر لے جانا ارادہ کیا گیا ہو زہری کہتے ہیں کہ میں گیا اور
 دربانوں سے اجازت لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس حال میں دیکھ کر
 رونا شروع کیا اور کہا کہ بچے آپ کے میں اس حال میں ہوتا اور آپ نہوتے
 حضرت امام نے فرمایا کہ اے زہری کیا تم خیال کرتی ہو کہ میں اس قید سے کلیف
 اور زحمت میں ہوں اگر میں چاہوں تو یہ سب دور ہو سکتا ہے یہ فرمایا اور طوق و بند گرا
 خود بخود کھل گیا اسوقت فرمایا کہ میں دو منزل تک اس جماعت کے ہمراہ مقید
 بطوق و بند گراں جاسکتا ہوں اور اس سے زیادہ بناؤنگا مدینہ سے حضرت امام کو
 باہر لینگے اور چوتھے دن نگہبان واپس آئے اور کہا کہ حضرت امام غائب ہو گئے
 اور طوق اور بند گراں کھلا ہوا پڑا رہ گیا ہر چند ہم نے جستجو کی مگر سراغ نہ ملا بعض نگہبان
 کہتے تھے کہ ہم مدینہ سے دو منزل گئے اور انکی حفاظت کے واسطے راتوں کو بیدار رہے

کتابخانه وقف مصلحتیہ میو چک

ایک شب کو سنے اُنکو نہ کیا زہری کا بیان ہو کہ اس واقعہ کے بعد میں عبد الملک کے پاس گیا آپ کے حالات مجھ سے دریافت کیے مجھ کو جو کچھ معلوم تھا بیان کیا عبد الملک نے کہا کہ جس وقت وہ غائب ہو گئے تھے میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ میرے اور تیرے کیا واقع ہوا تھا میں نے کہا کہ آپ میرے آگے کھڑے ہوں اسکو قبول نہ کیا اور چلے گئے قسم بخدا آپ کی ہیبت اور جلالت سے خوف میں آ گیا تھا زہری جب کبھی آپ کو یاد کرتے تھے بے اختیار گریہ و زاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ زین العابدین تھے حضرت امام جعفر صادق نے ایک مجلس میں اپنے شیعوں کے روبرو بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے ہزار غلام اپنے ہاتھ سے آزاد کیے حالانکہ لباس آپکا کر پاس کا تھا اور اگر آئین آپ کے ہاتھ کی انگلیوں سے بڑھ جاتی تھی اسکو آپ کترا دیتے تھے اور کوئی اولاد حضرت علی اور اہلبیت رسول حضرت امام زین العابدین سے علم و تقویٰ میں مشابہت نہ رکھتے تھے جب آپ وضو فرماتے تھے رنگ آپکا زرد ہو جاتا تھا دریافت کیا کہ رنگ کیوں آپکا زرد ہو جاتا ہو فرمایا بایں وجہ کہ رو سے مبارک خدا کی جانب کرتا ہوں اور توجہ اور غریمت اسکی جانب ہوتی ہو حج میں احرام کے وقت تلبیہ کرنے میں آپکا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور تمام اعضا میں تھر تھری پڑ جاتی تھی یہاں کہ آپ بلیک نہیں کہہ سکتے تھے سوال کیا گیا کہ آپ کس واسطے بلیک نہیں کہتے ہیں فرمایا کہ مباد البلیک کہوں اور جواب البلیک آئے نہ فرمایا اور گریہ کرتے کرتے گر پڑے کہا گیا کہ بغیر تلبیہ چارہ نہیں ہو آپ نے بلیک کہا اور بخود ہو کر پھر گر پڑے یہاں تک کہ جمع ارکان حج اور طواف کے ادا کرنے میں یہی حالت رہی ہشام عبد الملک

حج کو گیا تھا اور آپ بھی حج کو تشریف لیکے تھے کثیر جمع تھا اور کعبہ کے اندر جانا و شوا
 تھا مگر جب آپ نے جانا چاہا خلقت نے راہ دیدی اور مہنام عبد الملک نے لاکھ
 کوشش کی مگر نہ پہونچ سکا اُسے کہا کہ ضعیف اور لاغر اور غریب تو پہونچ گئے اور میں نہ پہونچا اُسے
 دریافت کیا کہ یہ کون ہیں فرزوق شاعر جو ملازم ہی بادشاہ کا تھا اُسے اُسی وقت قصیدہ جناب
 امام کو محامد اور محاسن میں پڑھا اُس قصیدہ میں فرزوق نے آپ کے خاندان طہر و مقدس کے محاسن اور
 محامد بیان کیے یہاں تک کہ بادشاہ ناراض ہو گیا اور فرزوق کو موقوف کیا اور تشہیر کیا تھا اسکے
 صلہ میں فرزوق کو آپ نے بہت سے دنیا ریجھے تھے مگر اُسے لینے سے انکار کیا اور کہا
 کہ میں نے یہ قصیدہ کسی دنیوی خواہش سے نہیں پڑھا تھا بلکہ آخرت کے صلہ کی خواہش
 ہو آپ نے فرمایا کہ ہماری عادت نہیں ہو کہ جس کسی کو کچھ دین اور پھر واپس لین
 پھر فرزوق نے اسکو قبول کر لیا یہ فرزوق شاعر وہ ہیں جنہوں نے جناب
 امام حسین علیہ السلام سے اثناء سفر کربلا میں حضوری حاصل کی تھی حضرت
 امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ میں وفات پائی اور خبت البقیع میں
 قریب قبر جناب امام حسن علیہ السلام کے مدفون ہیں۔

حضرت امام محمد ابن علی ابن حسین علیہ السلام مدینہ میں آپ پیدا
 ہوئے آپ کے عم عبد اللہ بن امام حسن ہیں آپ ہاشمی دو ہاشمی سے متولد ہوئے
 ہیں آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہو اور چونکہ آپ کو علم میں تقریباً توح حاصل تھا اس
 لحاظ سے آپ کا لقب باقر ہوا آپ نے اپنے فرزند امام جعفر صادق سے بیان
 فرمایا تھا کہ ایک دن میں جابر ابن عبد اللہ انصاری کے پاس گیا اُس نے کہا
 میں ہنا بنیا ہو گئے تھے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام دیا اور

مجھ سے دریافت کیا کہ تم کون ہو میں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں کہا کہ آپ
 میرے قریب آئیں میں قریب گیا انھوں نے میرے ہاتھ پر بوسہ دیا اور جب انھوں نے
 چاہا کہ میرے قدم پر بوسہ دین میں ہٹ گیا کہا کہ رسول خدا نے آپ کو سلام کہا کہ
 میں نے کہا علیہ السلام رحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے کہا تم کو کیونکر معلوم ہوا اور
 کس طرح سے مجھ کو آنحضرت نے یاد کیا ہو کہا کہ ایک دن میں رسول خدا کی خدمت
 میں حاضر تھا آپ نے فرمایا تھا کہ اے جابر شاید تو اس زمانے تک زندہ رہے
 جبکہ میری اولاد سے ایک سے ملاقات کریگا کہ اُسکو محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں
 خدا اُسکو نور اور حکمت عطا کریگا تو میرا سلام کہنا احمد بن محمد عیسیٰ سے روایت ہو کہ جب
 جابر مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے اُنکے سر پر غلام سیاہ ہوتا تھا اور زندا کرتے تھے یا باقر
 سننے والے کہتے تھے کہ جابر یہودہ کہتے ہیں جس اسم کا مسے انہیں ہو اُسکا ذکر بوسو
 ہو جابر کہتے تھے خدا یہ یہودہ صد انہیں ہو ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے
 امام محمد باقر سے کہا کہ آپ ذریت رسول سے ہیں فرمایا کہ ہاں میں نے پوچھا کہ
 رسول وارث علم جمیع انبیاء تھے جو ابدا ہاں میں نے کہا کہ آپ نے جمیع علم
 رسول میراث میں پایا ہو فرمایا کہ بنایت الہی میراث اپنے باپ کی حاصل
 کی ہو میں نے کہا کہ آپ کو قدرت ہو کہ مردہ کو زندہ کریں اور نابینا اور بربوں
 شفا پائے اور جو کچھ کہ آدمی زرق جمع کرتے ہیں اور کھاتے ہیں اُس سے
 خبر دیجیے فرمایا کہ ہاں خداوند تعالیٰ کے حکم سے اور پھر مجھ سے کہا کہ میرے سامنے
 حاضر ہو میں حاضر ہوا آپ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر رکھا اور
 کہا کہ یا کافی اور منہ میرا نیچے کر دیا اُسوقت آنکھیں میری روشن ہو گئیں

اور میں نے پہاڑ اور جنگل اور آسمان اور زمین کو دیکھ لیا اور پھر دست مبارک
 آنکھوں پر رکھ دیا آنکھیں میری بدستور ہو گئیں اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے ابو بصیر
 اگر خواہش تیری ہو تو میں باذن خداوند تیری آنکھوں کو روشن کر سکتا ہوں
 جیسا کہ تو نے دیکھا مگر حساب تیرا خداوند تعالیٰ کے آگے رہیگا یا بے حساب
 بہشت میں داخل ہونا چاہتا ہو اسے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ بحساب بہشت
 میں داخل ہوں چاہے نابینا رہوں آپ نے فرمایا کہ آدمی ہمے کیلئے اور عداوت
 اس واسطے رکھتے ہیں کہ ہم لوگ اہلبیت اور معدن حکمت اور نبوت ہیں وحی
 ہمارے یہاں آتی تھی اور فرشتے ہمارے یہاں نازل ہوتے تھے اور فرمایا کہ خلافت
 سے ہم بلا میں ہیں اگر انکو اپنے جانب بلاتے ہیں اسکو قبول نہیں کرتے اور اگر
 انکو ترک کرتے ہیں تو بخبر ہمارے یہ کسی اور راہ جانا نہیں چاہتے آپ نے فرمایا ہو
 کہ ہم خازن علم الہی ہیں اور ہم ولی امر حق ہیں اور خدا نے اسلام کو ہمارے واسطے
 ظاہر کیا ہو اور ہم پر ختم کر دیا پس ہمے سیکھو قسم اس خدا کی جس نے کہ آدمی کو پیدا کیا ہو
 کہ علم خدا کا کوئی سراوار نہیں ہو سوا ہمارے اور فرمایا کہ باتیں ہماری مشکل ہیں
 آدمی انکو آسانی سے نہیں سمجھ سکتے مگر فرشتے۔ یا نبی مرسل یا وہ بندہ کہ خدا نے
 جسکے دل کا امتحان کیا ہو اور اس کے اخلاص کو جانتا ہو آپ نے فرمایا ہو کہ بخدا ہم
 خازن علم خدا ہیں آسمان و زمین میں زرو نقرہ سے نہیں بلکہ اس کے علم کے خازن
 ہیں کہ علم حق کے عالم ہیں سادہ برس کی عمر آپ کی تھی اور مدینہ میں وفات
 پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد بن علی بن حسین علیہم السلام آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھے

اور لقب مشہور صادق ہو ولادت آپ کی مدینہ میں ہوئی آپ کا شمار اہلبیت میں ہو
 مشاہیر علماء ملت احمدی نے آپ سے حمایت کی ہو ائمہ اسلام آپ کی بزرگی اور
 قدر مراتب کی نسبت اتفاق رکھتے ہیں جملہ علوم میں تبحر تھا کہی کتابیں درمیان
 ارباب طریقت اور اصحاب حقیقت کے سداول ہیں سفیان ثوری کا بیان
 ہو کہ ابو عبد اللہ جعفر صادق سے میں نے عرض کیا کہ مجھ کو آپ وصیت کریں کہ
 میں اس پر قائم رہوں اور اسکے واسطے سے عنایات خداوند تعالیٰ شامل حال ہو
 آپ نے فرمایا کہ اے سفیان دروغگو کو مروت اور حاسد کو راحت اور بدہن
 کو بزرگی و سیاست اور ملوک اور سلاطین کو اخوت نہیں ہو میں نے کہا کہ اے
 فرزند رسول خدا اور بیان فرمائیے فرمایا کہ اپنے نفس کو محرمات سے پاک رکھنا کہ
 عابد ہو اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ تجھ کو عطا کرے اس پر راضی ہو اور اس سے صفات
 استغنا سے موصوف ہوگا اور خلایق سے حسن سلوک سے برتاؤ کر اس سے تیرا
 اسلام مزین ہوگا کسی قاصر کی صحبت نہ قبول کر کہ معاصی میں مبتلا ہوگا پھر میں نے
 عرض کیا کہ اے مقتدا اسلام اس سے زیادہ بیان فرمائیے فرمایا کہ اے
 سفیان جو شخص غرت چاہتا ہو بے عشرت اور ہیبت دھونڈھتا ہو بے سلطنت
 اس کو چاہیے کہ معاصی سے باز رہے اور پھر میں نے عرض کیا کہ آپ اس سے
 زیادہ بیان فرمائیے فرمایا کہ صحبت رکھنا خراب وید ہم جلس سے سلامتی کی
 راہ سے خارج ہونا ہو اور بیگانگوں سے مجانست رکھنا اور ازہ تمت و ملامت
 کا ہو و عدم محافظت علامت شامت و ندامت ہو ایک روایت میں ہو کہ ایک دن
 حضرت امام جعفر صادق بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے چپ دراست دو قبر بیٹھے

اس اثنائ میں ایک دو تہ مذمت مول اس مجلس میں آیا آپ نے اس کو اپنے مقابل
 بیٹھنے کا اشارہ کیا اس نے بلحاظ رعوت شکایت شروع کی آپ نے فرمایا کہ
 اس شخص یہ بغیر سردار و لشکر کش خداوند تعالیٰ ہیں کوئی عیب نہیں ہو کہ
 رعایا ان کی خدمت کرے اور ان کے مقابل زانوئے ادب تم کرے تاریخ کا
 بیان ہو کہ ابو جعفر منصور کا خلافتی زمانہ تھا اس نے ربیع حاجب سے کہا کہ جعفر
 ابن محمد کو حاضر کرو ربیع نے اس حکم پر عمل کیا اور جب حضرت منصور کے
 دربار میں تشریف لائے اس نے کہا کہ اگر میں آپ کو ہلاک نہ کروں تو خدا
 مجھ کو ہلاک کرے آپ میری سلطنت کی نسبت طعن و تشنیع کرتے ہیں آپ
 میری ہلاکت چاہتے ہیں حضرت صادق نے کہا کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں
 کیا ہو اور ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کو نہیں کہا ہو اور جس شخص نے
 آپ سے کہا ہو وہ جھوٹا ہو اور بر تقدیر اگر میری نسبت ایسا کہتے ہیں اور ایسا
 واقع ہوتا تو حضرت یوسف پر ظلم کیا گیا آپ نے عفو فرمایا اور ایوب کو بلا میں مبتلا
 کیا آنھوں نے صبر کیا اور حضرت سلیمان نے سلطنت پائی آپ شکر گزار ہو
 یہ پیغمبر ہیں اور ہماری نسبت انبیاء سے ہو سکتی ہو منصور نے کہا کہ آپ سچ فرماتے
 ہیں اور آپ کو اپنے برابر بلا کر بٹھالیا بعد اسکے کہا کہ فلان شخص نے آپ کی نسبت
 ایسا کہا تھا آپ نے فرمایا کہ حکم کرتا کہ وہ حاضر ہو اور میرے روبرو بیان کرے
 بموجب حکم کے وہ حاضر ہوا منصور نے کہا کہ جو کچھ مجھے کہا تھا وہ کیا تھا جعفر ابن
 محمد سے تو نے خود سنا تھا اس نے کہا ہاں منصور نے کہا کہ کیا تو حلف اٹھایگا وہ
 آمادہ ہوا مگر حضرت امام جعفر نے فرمایا کہ میں اس کو حلف دوں گا منصور نے کہا ہاں

آپ نے اُس شخص سے کہا کہ اس طرح سے قسم کھاؤ اُس نے پہلے انکار کیا اور آخر کو
قسم کھائی اُس وقت دربار میں گر پڑا اور مر گیا منصور نے اُس کو کھینچو کر باہر کر دیا
ربیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق سے پوچھا کہ آپ نے کس واسطے اُس
غماز کو خدا کی قسم نہ کھانے دی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو منظور نہ تھا کہ وہ خدا کا نام
اُس کو بزرگی کے ساتھ یاد کرے اگر ایسا کرتا تو خدا اُس پر رحم کرتا اور اُس کے عذاب
میں تاخیر کرتا میں نے اُس کو جن الفاظ میں قسم کھانیکو کہا اور جب کو تنے سنا تھا وہ ہوا
تھا کہ اُس کو ذرا بھی مہلت اور امن نہ حاصل ہو ربیع یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں
حضرت امام جعفر صادق سے دریافت کیا کہ جب وقت آپ منصور کے روبرو آئے
تھے تو آپ کے لبوں کو جنبش تھی جب قدر کہ لب آپ کے حرکت میں تھے منصور کا
غصہ کم ہوا جاتا تھا فرمایا کہ میں جد حسین کی اس دعا کو پڑھتا تھا کہ **يَا عَلِيُّ عِنْدَ شِدِّي**
وَيَا عَلِيَّ عِنْدَ كَوْبِي اَحْرِسْنِي لِعَيْنِكَ الَّتِي لَا مَقَامَ وَعَافِي بِوَكْنِكَ الَّذِي لَا
ربیع کہتے ہیں کہ یہ دعائیں نے یاد کر لی اور جو شداہد و مصائب اُس زمانے میں
پیش آئے میں نے پڑھی اور نجات حاصل کی محمد ابن اسکندر جب کو منصور کے
دربار میں خاص تقریب حاصل تھا اُن کا بیان ہو کہ ایک دن میں منصور کے پاس
گیا اُس کو متفکر پایا میں نے اُس کا سبب دریافت کیا اُس نے کہا کہ میں نے سب
علویوں کو قتل کیا ہو مگر اُنکے امام اور مقتدا کو چھوڑ دیا ہو میں نے کہا کہ وہ کون
ہیں اُس نے کہا کہ جعفر ابن محمد میں نے کہا کہ وہ عبادت میں شب و روز مشغول
رہتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہیں ہو اُس نے کہا کہ میں جانتا ہوں تو انکی
امامت پر اعتقاد رکھتا ہو میں نے قسم کھائی ہو کہ جب تک یہ کام نہ کر لوں گا کسی

اور کام کو نہ کرونگا اُس نے ایک سپاہی سے کہا کہ جب جعفر بن محمد حاضر ہوں وقت
 میں اپنے ہاتھ کو سر پر رکھوں گا۔ اشارہ انکی قتل کا ہوگا تو انکو فوراً قتل کرنا اسکے
 بعد حکم دیا کہ امام جعفر حاضر کیے جائیں جب آپ تشریف لائے تو محمد بن اسکندر کہتے ہیں
 کہ میں آپ کے پاس گیا کیا دیکھتا ہوں کہ لب مبارک حرکت میں ہیں لیکن میں
 نہ سمجھ سکا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں کیا کہتے ہیں لیکن ابوان جنبش میں تھا اور ایسی
 جنبش جیسی کہ کشتی کو دریا کے موج و ملاحم سے ہوتی ہے منصور کو دیکھا کہ سر سے پاتک
 برہنہ ہو گیا اور اُس کے تمام اعضا میں تھر تھری پڑی ہوئی تھی پھر وہ حضرت صادق کے
 استقبال کے واسطے حاضر ہوا اور آپکو لیجا کر تخت خلافت پر بٹھلایا اور کہا کہ اے
 فرزند رسول آپ کے آنے کا کیا سبب ہوا آپ نے فرمایا کہ تم مجھکو طلب کیا تھا
 منصور نے کہا کہ جو خواہش و حاجت آپکی ہو اسکو بیان فرمائیے فرمایا کہ حاجت میری
 یہی ہے کہ دوسری مرتبہ کبھی مجھکو طلب کرنا جب میرا چاہیگا آؤنگا جب آپ واپس
 تشریف لائے منصور خواب گاہ میں گیا اور نصف شب تک سویا کیا جب بیدار ہوا
 مجھکو اپنے قریب کھڑا ہوا پایا کہا کہ تم اپنی جگہ پر جاؤ اور تھوڑی دیر میں میں تمکو
 بلا کر وہ حال کہونگا جو مجھپر رات کو گذرا ہو پھر اُس نے طلب کیا اور کہا جس وقت
 جعفر بن محمد تشریف فرما تھے اُس وقت ایک اژدہا دیکھنے میں آیا اور اُس نے قصر
 شاہی کو نکل لیا ایک لب اسکا زمین پر تھا اور ایک قصر کے اوپر وہ اژدہا کھینچا
 کہ خدا نے مجھکو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ مجھکو اور میرے قصر کو لقمہ کر یوں اگر حضرت
 صادق کو مدد پہنچانے کا ارادہ کیا جائے محمد بن اسکندر کا بیان ہے کہ میں نے
 خلیفہ منصور سے کہا کہ یہ جادو ہے خلیفہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ خاصیت

اسم عظم کی ہو کہ رسول خدا پر نازل ہوا تھا اگر غیر آخر الزمان چاہتے تو اسم عظم کی برکت سے روز روشن تاریک ہو جاتا اور شب تاریک روز روشن ہو جاتی یہاں تک کہ جو کچھ آپ چاہتے وہ ظہور میں آتا ایک کتاب علم جفر کی آپ کی جانب منسوب کی جاتی ہے اسمین علوم اور اسرار ہیں مگر یہ روایت صحیح ہے کہ دو کتابیں حضرت علی مرتضیٰ کی ہیں اور ان کتابوں سے قیامت تک جو واقعات گذرینگے معلوم ہوتے ہیں کرامات اور حوارق عادات آپ کے بشیار ہیں مگر مختصر طور پر اسقدر بیان کیے گئے آپ نے ابو جعفر عباسی کے زمانہ خلافت میں انتقال فرمایا اور بقیع میں جہان آپ کے آبا و اجداد مدفون ہیں دفن ہوئے ۶۵ برس کا سن شریف آپ کا تھا۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر صادق علیہ السلام آپ مقام ابو میں پیدا ہوئے یہ مقام درمیان مکہ و مدینہ کے ہے آپ کی کنیت ابو الحسن و ابو ابراہیم و ابو عبد اللہ ہے چونکہ آپ بن حنظل و کنتم غنیمتھا لہذا لقب بہ کاظم ہوئے کہتے ہیں اولاد اکبر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی آپ تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ فلاں آدمی آپ کی غیبت کرتا ہے فوراً آپ نے ہزار دنیا راسکے پاس بھیجوا دیئے ابو محمد ابن یحییٰ علومی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت امام موسیٰ کو سبچ پہنچاتا تھا اور حضرت امیر المومنین علی کو دشنام دیتا تھا بعضوں نے آپ سے کہا کہ آپ ہم کو اجازت دین کہ ہم اس کو قتل کریں اور انتقام لے لیتے کالین حضرت امام آنکھوں میں حرکت سے منع فرماتے تھے ایک مرتبہ آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے مزرعہ میں گیا ہے آپ گھوڑے پر

سوار ہو کر وہاں تشریف لیگے اور اُس کے کیست میں گھوڑا ڈال دیا اُس نے شور
 و غوغا کیا کہ میری زراعت پامال ہوتی ہو آپ نے اُس کے شور پر مطلق تہنات
 نہ فرمایا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اُس کے قریب پہنچے آپ گھوڑے سے
 اتر کے اُس کے پاس بیٹھ گئے اور تبسم فرما کر پوچھا کہ تیرا اس زراعت میں
 کیا خرچ ہوا ہو اُس نے کہا کہ دو سو دینار پھر حضرت نے ہتھسار فرمایا کہ کیس قدر
 امید فائدہ کی اس زراعت سے رکھا ہو جواب دیا کہ دو سو دینار آپ نے
 تین سو دینار اُس کے روبرو رکھ دیے اور فرمایا کہ اس کو لیلے اور زراعت کے
 فائدے سے اپنی امید کو قطع نہ کرو اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے فرق اقدس پر
 بوسہ دیا اور گزشتہ گناہوں سے توبہ کر کے عفو کا خواستگار ہوا اُس نے کہا
 کہ کوئی شخص اولاد پیغمبر سے بلحاظ بزرگی و فضیلت و کرم سبقت نہیں لے سکتا
 جب آپ اپنے مکان پر واپس تشریف لائے تو اپنے مخصوصین سے
 فرمایا کہ جو فعل میں نے کیا وہ بہتر تھا یا وہ فعل کہ جس کے ارتکاب کی خواہش
 تم رکھتے تھے آپ قرآن مجید کو نہایت خوبی کے ساتھ پڑھتے تھے اور پڑھنے
 کے وقت روتے تھے اور سننے والے بھی رو دیتے تھے اُس زمانہ تک
 مثل آپ کے کوئی شخص تجوید و ترتیل کے ساتھ کلام الہی کی قرات
 نہیں کرتا تھا مدینہ میں آپ کو زین المجیدین کہتے تھے جس زمانہ میں
 آپ تھے وہ زمانہ محمد بن جعفر منصور خلیفہ کا تھا اور محمدی خلیفہ اسی سے
 مراد ہو اُس نے حضرت امام کو مدینہ سے بلا کر آپ کی قید کا حکم دیا اُس نے ایک
 رات جناب امیر المومنین علی کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ

انکوں ہا کر بیع حاجب کہتے ہیں کہ اسی رات کو خلیفہ نے مجھ کو طلب کیا اور کہا اور
 رویا اور پھر کہا کہ تم جاؤ اور موسیٰ ابن جعفر کو میرے پاس لاؤ اسکے حکم پر میں نے
 عمل کیا اور جب میں آپ کو لایا تو مہدی نے آپ کو دیکھ کر اپنی آغوش میں لے لیا اور
 جو واقعہ شبکو گذرا تھا اسکو بیان کیا اور کہا کہ آپ مجھ کو پناہ دے سکتے ہیں اور کہا آپ
 مجھ پر اور میری اولاد پر خروج نہیں کریں گے آپ نے فرمایا کہ بخدا میرا ارادہ یہ نہ تھا اور
 نہ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ بعد مختار سے تمہاری اولاد پر خروج کروں اور یہ میری
 شان سے بعید ہوئے کہ آپ سچ فرماتے ہیں اُسے دس ہزار دینار آپ کو دیے
 اور کہا کہ اسباب سفر متیا کیا جائے اور مدینہ میں آپ واپس تشریف لے جائیں میں نے
 اسباب سفر متیا کیا اور آپ کو رخصت کیا ایوب بن حسین الهاشمی سے روایت ہے
 کہ بقیع انصاری ایک مرد بد نفس اور ہرزہ گو تھا اُس نے ایک دن عبدالعزیز بن عمر
 بن عبدالعزیز اور ایک دوسری جماعت سے جو ہارون رشید کے قصر میں بیٹھی تھی
 دیکھا کہ امام موسیٰ ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور حاجب اُنکے استقبال کے واسطے
 گیا اور سب آدمی تعظیم و تکریم سے پیش آئے حاجب نے بے توقف اجازت
 ملاقات کی حاصل کی حضرت امام موسیٰ ہارون رشید کے دربار میں تشریف لائے
 اُس وقت بقیع نے کہا کہ میں نے عباسیوں سے زیادہ عاجز و ذلیل کیسکو نہیں دیکھا
 وہ اپنے دشمن سے عاجزی و تعلق سے ملتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ ان سے انکے
 ملک کو صدمہ پہونچے گا اور جبکہ حضرت امام ہارون رشید سے رخصت ہو کر باہر تشریف
 لائے تو ہارون رشید کے حاجب کا بیان ہے کہ میں نے اُس نالائق سے مخاطب
 ہو کر اسکو نصیحت کی کہ ہمیشہ اس جماعت سے باادب پیش آنا چاہیے کہ یہ گروہ

اہل بیت پیغمبر سے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہو کہ جو شخص اسے تعرض کرتا ہو اسکی نسبت ایسا
 فرماتے ہیں کہ قیام قیامت تک اسکا اثر باقی رہتا ہو مگر اسنے میری اس نصیحت پر عمل
 نہ کیا اور جبکہ حضرت امام اپنے مکان پر جا رہے تھے بقیع اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑا
 اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو
 حضرت کاظم نے فرمایا کہ اگر مقصود تیرا یہ ہو کہ میں اپنے نسب کو بیان کروں تو میرا
 نسب یہ ہو کہ میں فرزند محمد حبیب اللہ بن اسمعیل ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں
 اگر میرے شر سے دریافت کرتا ہو میرا اثر یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر
 اور مجھ پر بشرطیکہ تو اس زمرہ سے ہو جسکو کہ میں جانتا ہوں کہ نہیں ہو واجب کیا ہو
 کہ زیارت و طواف کے واسطے جائیں تاکہ آخرت میں ثواب حاصل کریں اور اگر
 اظہار بُرائی اور بزرگی اور مفاخرت کا ہو تو ہم وہ ہیں کہ بموجب حکم اہل ایمان اقبال
 ہم پر درود و صلوات بھیجتے ہیں اب میرے گھوڑے کی عنان چھوڑ دے اسوقت
 بقیع کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ شرمندہ اور رسوا ہو کر چلا گیا حضرت امام جعفر
 صادق سے منقول ہو کہ آپ نے اپنی اولاد کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ یہ سب
 اولاد میری ہو امام موسیٰ انکے سید ہیں اور آپ نے فرمایا ہو کہ امام موسیٰ ابواب
 الہی کے ایک باب ہیں اور اسی سے وہ شخص ظاہر ہوگا جو غوث اس مہت کا
 اور نور جمیع ملت کا ہو وہ بہتر کل مولود سے ہوگا اور فاضل تر جمیع مولود کا مامون شیخ
 اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم کی شان کا
 تذکرہ اپنے لڑکوں کے رو بہ رو کیا اور کہا کہ یہ امام خلافت ہیں اور محبت حق اور خلق کے
 اور خلیفہ جمیع بندگان خدا اور میں امام جماعت ہیں بظاہر بوجہ قہر و علیہ اور بخدا کہ امام موسیٰ

ط
ام
مش
ویا
علی
سین
ہو آ
مقا
مامو
خلیفہ
ولیع
خلیفہ
حضرت
نفسا
وکمالا
احمد
لڑکی

مجھے اور ساری خلق سے بہتر ہیں مامون کا بیان ہو کہ جب سے میں نے یہ سنا اہلبیت اطہا سے مجھ کو زیادہ تر محبت ہو گئی دوبارہ جب ہارون رشید نے آپ کو مدینہ سے بغداد میں طلب کیا تھا تو یحییٰ ابن خالد برکمی نے ہارون رشید کے اشارہ سے آپ کو زہر دیا اور آپ شہید ہوئے آپ کا مدفن اُس قبرستان میں ہو جو قریش کے نام سے مشہور ہے جب آپ سموم ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا تھا کہ آج کے دن مجھ کو زہر دیا گیا ہوا اور کل میرا بدن زرد ہو جائیگا۔

علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ کی کنیت مثل آپ کے والد ماجد کے ابو الحسن ہے اور لقب آپ کا رضا و مرتضیٰ ہے آپ کے فضائل و کرامات ہیچ و شمار ہیں مگر جو تعلق آپ کا مامون رشید سے تھا اُسکو بوضاحت لکھنا مناسب ہے۔

مامون رشید کے زمانہ میں علویوں نے خروج کیا تھا اور اس فتنہ و فساد سے خلیفہ وقت ہمیشہ مخوم و ملول رہتا تھا اُسے بعد شورش کے آپ کو بلا کر آپ کو ولیمہ کیا تھا کیونکہ اُنکو مشورہ دیا گیا تھا کہ جب اولاد حضرت علی مرتضیٰ سے ایک خلیفہ و امام ہو جائیگا تو فتنہ و فساد دفع ہو جائیگا۔

حضرت امام رضا کا بڑی دھوم دھام سے استقبال ہوا تھا اور مامون آپ کے فضائل و مناقب لوگوں سے تسلیم کراتا تھا اور خود آپ کا پیرو تھا آپ کے فضائل و کمالات کا شہرہ پور ہوا تھا۔

احمد کوفی سے منقول ہے کہ ایک تہمین نے کوفہ سے بقصد خراسان سفر کیا مجھ کو میری لڑکی نے ایک محلہ دیا تھا کہ اسکو فروخت کرنا اور اسکی قیمت سے فیروزہ خرید کرنا

جب میں مروپونچا اور ایک مقام پر فروکش ہوا تو میں نے دیکھا کہ چند غلام حضرت
امام موسیٰ میرے قیامگاہ پر آئے اور کہا کہ امام کے خادموں میں سے ایک خادم
نے وفات پائی ہو مژدہ فروخت کر دکھائے کفن میں کام آئے ہیں نے کہا کہ کوئی
حلہ میرے پاس نہیں ہو وہ واپس چلے گئے اور دوسری مرتبہ پھر آئے اور کہا کہ
ہمارے مولا اور آقا نے تمکو سلام کہا ہو اور فرماتے ہیں کہ تمہارے پاس حلہ ہو
اور فلان جگہ رکھا ہو تم اپنی لڑکی کی وصیت کے بموجب اپنے ساتھ لائے ہو اسکی
قیمت سے فیوزہ خرید کرنا چاہتے ہو اب حلہ ہمارے سپرد کرو اور حلہ کی قیمت لو
احمد کہتے ہیں کہ میں نے قیمت لیلی اور حلہ سپرد کر دیا اور کہا کہ حضرت امام رضا سے
چند مسائل دریافت کرنا چاہیے اگر میری مرضی کے موافق جواب دیا تو بیشک صاحبِ ولایت
اور امام وقت ہیں ان مسائل کو میں نے لکھا اور حضرت امام کے پاس گیا انکی
دولت سرا پر خلعتی کا مجمع تھا کہ اپکی ملاقات دشوار تھی میں تھوڑی دیر تک ستان مبارک
پر کھڑا رہا کہ یکایک ایک خادم آیا اور ایک کاغذ مجھ کو دیا اور کہا کہ اے احمد یہ تمہارے
مسائل کا جواب ہو میں نے اپنے مسائل مندرجہ کے مطابق جواب پایا اسوقت
مجھ کو یقین ہو گیا کہ امام رضا اکابر اولیا اور اصفیا ہیں۔

حسین واسطی کا بیان ہو کہ میں ایک روز آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور جو اسکا
اجازت ہوا کہ آپ سے ملاقات کروں بعد اجازت کے میں مشرف ہوا اور عرض
کی کہ یا ابوالحسن آپ امام ہیں فرمایا کہ ہاں اسنے کہا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ امام
نہیں ہیں حضرت نے تھوڑی دیر توقف فرمایا اور کہا کہ جسے کس طرح سمجھا ہو کہ میں
امام نہیں ہوں حسین نے جواب دیا کہ حضرت امام جعفر صادق سے ایک حدیث

مجھ تک پہنچی ہو کہ امام بے اولاد نہیں ہوتا ہو اور آپ اس سن کو پہنچے ہیں اور آپ کے کوئی لڑکا نہیں ہو حضرت امام نے پھر غور فرمایا اور کہا کہ یہ سال ختم نہو گا کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو ایک فرزند امام عطا کرے گا۔

عبدالرحمان کہ ان راویوں میں سے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ سنوز سال ختم نہوا تھا کہ امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے یہ بیان ہو کہ جس زمانے میں مامون شیعہ نے حضرت امام رضا کو اپنا ولیعہد کیا تھا آپ کا دستور تھا کہ ہر روز ایک مرتبہ آپ ملاقات فرماتے تھے جسوقت کہ بارگاہ خلافت کے نزدیک پہنچتے تھے حجاب خلیفہ آپ کو باغزار تمام لیجاتے تھے اور وہ پردہ سیاہ جو آذیران تھا اُسکو فوراً اٹھاتے تھے آپ فوراً اندر تشریف لیجاتے تھے آخر کار جیسا کہ دنیا میں ہوا کیا ہو کہ فیما بین اصحاب ہدایت اور ایسے لوگوں سے رنجش پیدا ہو جاتی ہو ویسی ہی رنجش دربار لوگوں میں اور امام رضا میں پیدا ہو گئی تھی انھوں نے اتفاق کیا کہ آپ جب کبھی اب تشریف لائینگے ہم تعظیم نہ کریں گے اور پردہ کو نہ اٹھائیں گے مگر باوجود اس اتفاق کے جب حضرت امام رضا تشریف لیگئے تو اس جماعت نے آپ کا استقبال کیا اور پردہ کو اٹھایا مگر پھر باہم یہ گفت و شنید کرنے لگے کہ یہ حرکت نازیبا ہے کیونکہ پہلے ایک دوسرے نے متفق ہو کر قرار دیا کہ ابلی مرتبہ جب آپ تشریف لائینگے تو کسی قسم کی تعظیم و تکریم نہو گی جب پھر آپ تشریف لائے تو سب لوگوں نے سرفہ تعظیم دی مگر پردہ اٹھانے میں تاہل کیا مگر اسی وقت تباہی بزدی ہوا آئی اور پردہ کو اٹھا دیا جب آپ اندر تشریف لائے تو ہوا رک گئی جب آپ اندر سے آنے والے ہوئے اسی ہوانے پردہ اٹھا دیا جب اس گروہ نے

اس واقعہ کا مشاہدہ کیا انھوں نے کہا کہ جبکہ خود اغریز رکھتا ہو اسکو کوئی ذلیل
 نہیں کر سکتا اور شرمندہ ہو کر انھوں نے اپنے دستور سابق کو اختیار کیا تھا۔
 ذکر قصہ مامون بہ نسبت حضرت امام رضا و وفات حضرت بیان ہے کہ
 مامون رشید اور حضرت امام رضا کے تعلقات میں جو تغیر پیدا ہو گیا تھا وہ اس
 سبب سے تھا کہ بعد وفات مامون رشید کے حضرت امام خلیفہ ہوتے پس عباسی
 نہایت پریشان اور غموم رہتے تھے اور کہتے تھے کہ مامون رشید نے بلا کسی سبب کے
 اولاد عباس اور اپنے اہلبیت کو حکومت سے محروم کر دیا ہو اس خیال کو یہاں تک
 ترقی ہوئی کہ وہ گروہ جو خاندان آل عباس کا ہوا خواہ تھا اسے بغاوت اختیار کی
 اور مامون رشید کے چچا سے بیعت کی مامون رشید کے چچا کا نام ابراہیم بن مہدی
 تھا ان باغیوں نے مامون رشید کا نام خطبہ اور سکے سے حک اور خارج کر دیا تھا
 مامون رشید سے یہ ساری کیفیت فضل ابن سہیل نے بیان کی اسی فضل نے
 مامون رشید سے امام رضا کی ولیعهدی تسلیم کرائی تھی اور اسی فضل نے جب
 آپ مرو سے بغداد میں تشریف لائے تھے تو مقام سرخس میں آپ کے قتل کا ارادہ
 کیا تھا اور بعدہ مامون رشید کے اشارہ سے حضرت امام رضا سموم ہوئے مذکور بالا
 سبب کے علاوہ ایک دوسرا سبب بھی مورخین نے بیان کیا ہو اور وہ یہ ہو کہ حضرت
 امام رضا مامون رشید کو نصیحت فرماتے تھے اور نصیحت فرانے میں کسی مصلحت کو
 محل میں نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ ایک دن کا ذکر ہو کہ حضرت امام رضا مامون
 رشید کے مکان میں تشریف لائے اور دیکھا کہ مامون رشید وضو کرتا ہو اور غلام کئے
 ہاتھ اور پاؤں پر پانی ڈالتا ہو آپ نے فرمایا کہ اے امیر خدا کی عبادت میں دوسرے کو

شریک نہ کرنا چاہیے مامون رشید نے آپ کے فرمانے کے بموجب غلام کو ہٹا دیا اور وضو کیا اور نماز پڑھی حالانکہ مامون رشید بظاہر آپ کا مطیع و فرمانبردار تھا مگر رنج و ملال کے دل میں پیدا ہو چکا تھا دوسرا میری ہو کہ فضل بن شہیل کی تحریک سے مامون نے حضرت امام کو ولیعهد قرار دیا تھا مگر جب کبھی مامون رشید فضل اور اس کے بھائی حسن کا ذکر کرتا تھا تو حضرت امام کمال دیانت اور نیک اندیشی سے اس کے اعمال اور افعال کا تذکرہ مامون سے کرتے تھے اور اس کو منع فرماتے تھے کہ ان دو بھائیوں کا دخل امور ملک و ملت میں نہ چاہیے جب انھوں نے اس امر سے اطلاع حاصل کی تو خود بھی حضرت امام کی جانب سے خلیفہ وقت کے کان بھر دیے اور دوسروں سے آپ کی نسبت غمازی کرائی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ ملال مامون رشید کے دل میں قطعی طور پر جاگزین ہو گیا تھا اتفاقاً حضرت امام اور مامون باہم طعام تناول فرماتے تھے حضرت امام بیمار ہو گئے اور مامون رشید نے بھی اپنی غرض کا اظہار کیا عبداللہ بشیر سے کہا کہ ہاتھ کے ناخن تراشنا موقوف کرنا کہ وہ بڑھ جائیں عبداللہ کہتا ہے کہ جب میرے ناخن بڑھ گئے تو مامون رشید نے ایک چیز مثل تمر مہدی کے دی اور کہا کہ اس کو دونوں ہاتھوں سے خیمہ کر میں نے ویسا ہی کیا مجھے میرے قیام کے واسطے اس مکان میں حکم دیا اور آپ حضرت امام رضا کے پاس گیا اور آپ کی ایادت کی حضرت امام رضا نے فرمایا کہ صحت ہو جائیگی مامون نے کہا کہ اللہ میں آج کے دن اچھا ہو گیا اور آپ کے پاس ایک آدمی آ گیا گاہ آپ کے علاج معالجہ میں مشغول رہے گا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ آوے۔ مامون رشید غصہ میں ہو گیا اور کہا کہ آج کے دن آپ کو آب انار کا استعمال چاہیے

اسوقت عبداللہ پیشہ کو طلب کیا اور کہا کہ تھوڑے انار حاضر کر میں انار لایا آہستہ
کہا کہ اے کے دانہ نکال کر دونوں ہاتھوں سے ملنا چاہیے تاکہ عرق نکل آئے میں نے
اس حکم کی تعمیل کی اسوقت مامون رشید نے اس آب انار کو اپنے ہاتھ سے حضرت
امام کو دیا آپ نے سہماں کیا اور دو روز کے بعد انتقال فرمایا۔

ابوصلت ہر دمی کا بیان ہے کہ میں ایک ن حضرت امام کے روبرو کھڑا تھا آپ نے
مجھے فرمایا کہ یہ قبہ جو ہارون رشید کی قبر پر محیط ہے اسکے ہر سمت سے خاک اٹھالو
میں نے اسپر عمل کیا آپ نے اس خاک کو مجھے لیکر سونگھا اور پھر دال دیا اور فرمایا
کہ قریب ہے کہ سیری قبر اس موضع میں ہو اور پھر فرمایا کہ فلان موضع سے خاک لائیں
میں اٹھالایا اور فرمایا کہ میرے واسطے اسی مقام پر قبر کھودنا اور اسوقت کہنا کہ
سات درجے نیچے لیجائیے اور در بیان قبر کے شق کریں اور اگر منع کرنا تو کہنا کہ
کہ کچھ کھودنے میں چاہیے کہ محد دو درجہ اور ایک بالشت ہو اور اسکو خدا وسیع کر دیگا
جستہ کہ منظور ہوگا اور قبر کھودنے کے وقت سرین کی جانب سے ایک رطوبت
پیدا ہوگی وہ کلام جو میں تجھ کو تعلیم کرنا ہوں تعمیل کرنا اس سے پانی زیادہ ہو جائیگا اور
لی پر آب ہو جائیگی اس آب میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تیرتی دیکھنے میں آویں گی
یہ روئی کہ میں تجھ کو دنیا ہوں اسکو ریزہ ریزہ کرنا اور ان مچھلیوں کو کھلانا اسکے بعد
ایک بڑی مچھلی پیدا ہوگی وہ ان چھوٹی مچھلیوں کو کھا لیگی انہیں سے ایک کو باقی
بزرگی کی بعد وہ بڑی مچھلی غائب ہو جائیگی تو جس کلام کی تجھ کو میں تعلیم کرنا ہوں
تجھ کو کرنا کہ سب پانی معدوم ہو جائیگا یہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ مامون رشید کے روبرو
کرنا اور جب قول آپ کا اس مقام تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوصلت

میں اس غار کے آگے جاتا ہوں اگر باہر آؤں اور کوئی شے میرے سر پر نہ تو
 آسوقت مجھے کہنا کہ مجھ کو آپ سے کچھ کہنا ہو اور اگر کوئی شے پہنے ہوں تو کچھ نہ کہنا
 اب وصالت کہتے ہیں کہ دوسرے دن جناب امام رضائے بعد نماز صبح اپنا
 جامہ زیب تن فرمایا اور منتظر رہے اور اس اثنا میں ایک غلام مامون رشید کے
 پاس سے آپ کی طلب کے واسطے آیا آپ روانہ ہوئے میں بھی عقب میں ہو گیا
 آپ مامون رشید کے دربار میں تشریف لائے اسکے آگے بیوسے کے طبق رکھے
 ہوئے تھے اور اپنے ہاتھ میں ایک خوشہ انگور کا بیسے ہوئے تھا اُس میں سے کھاتا
 جاتا تھا جب اُس نے حضرت امام کو دیکھا تو اٹھ کر معافہ کیا اور آپ کی آنکھوں پر بوسہ
 دیا اور اُس خوشہ انگور کو آپ کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ اُس خوشہ
 بہترین نے انگور نہیں دیکھا ہو آپ نے کہا کہ عمدہ انگور بہشت سے ہو ہفت
 مامون رشید نے خوشہ انگور کا آپ کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا کہ یہ انگور تناول فرمائیے
 آپ نے منع فرمایا کہ مجھ کو معاف رکھیے مامون رشید نے اصرار کیا اور چند دانہ انگور
 کے لیکر اُس خوشہ سے آپ کھائے اور پھر حضرت امام کے ہاتھ میں دیا آپ نے چند
 دانہ تناول فرمائے اور رکھ دیا بعد اسکے اوٹھ کھڑے ہوئے مامون نے دریا
 کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا کہ جہان تو بھیجا ہو اور ایک چیز اپنے فرقہ ہا پر
 رکھ کر باہر تشریف لائے فرمایا کہ دروازہ بند کیا جاے اور آپ اپنے فرش پر
 سو رہے میں اُس گھر میں منجھ اور غموم کھڑا رہا کہ یکایک میں نے ایک جوان عزا
 کو دیکھا کہ وہ دروازے سے ظاہر ہوا وہ ہم شبیہ حضرت امام رضا تھا اور
 خوب رو اور خوش جمال تھا اور مشک و عنبر کی خوشبو پیدائشی میں بعجلت تمام

اُسکے قریب گیا اور کہا کہ کہاں سے آتے ہو دروازہ تو بند تھا اُسے کہا کہ وہ آدمی مجھ کو لایا ہے کہ مدینہ سے ایک ساعت میں اس جگہ پہنچا دیا میں نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ میں محمد بن علی ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا کہ میں حجت خدا کی اے ابوصلت تیرے واسطے ہوں یہ کہہ کر قصد کیا کہ آپ کے روبرو آئیں اور مجھے اشارہ کیا کہ تو بھی آ۔ اور حضرت امام رضا نے اپنے فرزند کو دیکھا اٹھ کر عاتقہ کیا اور اپنے سینہ سے لگایا اور دونوں آنکھوں پر بوسہ دیا اور آپ فرش پر لیٹ گئے اور آپ کے صاحبزادہ نے آپ کے رومی مبارک پر اپنا منہ رکھ کر کچھ اسرار کی باتیں کہیں۔ اور کہا کہ میں تمہیں جانتا تھا اُس وقت حضرت امام رضا کے لہاسے مبارک پر کفٹ دیکھا میں نے جو برق سے زیادہ سفید تھا اور محمد بن علی اُس کو چاہتے تھے اس اثنا میں فرزند بزرگوار اپنا ہاتھ اپنے والد کے جامہ کے اندر لیجا کر ایک شے مانند اصغور کے باہر لائے اور لکھائے اور حضرت امام رضا نے وفات پائی۔ اُس وقت حضرت امام محمد تقی نے مجھے فرمایا کہ اے ابوصلت تو فلان مکان سے پانی اور تختے اٹھالائیں نے کہا کہ اُس گھر میں نہ پانی ہے اور نہ تختے فرمایا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اُس پر عمل کرو جب میں گیا پانی اور تختے دونوں پائے میں نے اُس حکم کی تعمیل کی اور کھڑا ہوا کہ غسل میں مدد دون فرمایا کہ اے ابوصلت میرے ساتھ ایک اور ہے کہ وہ امداد کرے گا جب غسل سے فارغ ہوے فرمایا کہ خزانہ میں ایک جامہ دان ہے اور اُسمین کفن اور حنوط ہے اُس کو لا۔ میں اُس خزانہ میں گیا اور اُس جامہ دان سے کہ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا کفن اور

خطوط لایا اسوقت حضرت ابو جعفر محمد بن علی نے تکفین کی در نماز ادا کی اور بعد اسکے فرمایا کہ
 ایک تابوت حاضر کر میں نے کہا کہ تجار سے کہتا ہوں وہ بنالایگا فرمایا کہ خزانہ میں جا
 میں اس خزانہ میں گیا وہاں ایک تابوت تھا کہ ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا جب
 میں اسکو لایا تو آپ نے حضرت امام رضا کو اس میں رکھا اور دو رکعت نماز ادا کی نہ ہو
 آپ نماز سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ تابوت خود بخود اپنی جگہ سے اٹھ کر بلند ہوا اور چھت
 پھاڑ کر چھت سے باہر گیا میں نے کہا کہ اے ابن رسول اللہ مامون رشید ہی قوت
 آتا ہو اور مامون رشید حضرت امام رضا کو طلب کرتا ہو میں اس سے کیا کہوں گا اور
 کیا کروں گا فرمایا کہ خاموش رہ تابوت ابھی آتا ہو اور پھر فرمایا کہ اے ابوصلت دنیا
 میں کوئی پیغمبر نہیں گذرا ہو کہ وہ مشرق میں اور اسکا وھی مغرب میں وفات پائے
 مگر اسمین رازیہ ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ انکے احباد اور ارواح کو جمع کرتا ہو یہ بات
 تمام نہیں ہوئی تھی کہ پھر چھت شکاف ہو گئی اور تابوت نیچے آ گیا اور حضرت امام محمد
 ابن رضا نے اٹھ کر تابوت سے حضرت امام رضا کو باہر کیا اور فرش پر لٹا دیا قوت
 ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دوبارہ غسل و تکفین ہوئی بعدہ فرمایا کہ دروازہ کھولو
 میں نے دروازہ کھول دیا مامون رشید اور اسکے غلاموں کو میں نے دیکھا کہ وہ
 اندر آئے وہ معموم تھے اور بجا لے کر یہ وزاری ہاتھ اپنے منہ پر مارتے تھے اور
 گریبان پھاڑتے تھے بعد اسکے آپ کی تمیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور حکم
 مامون رشید قبر کھودی گئی میں اس مقام پر حاضر تھا جیسا کہ حضرت امام رضا نے
 فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور جب مامون نے مچھلیاں اور پانی ملا خطہ کیا کہا کہ اے
 ابو الحسن جبکہ آپ نے اپنی حیات میں مجھکو عجب دُعا و غرائب مشاہدہ کرائے

بعد وفات کے بھی وہی عمل میں آیا ایک شخص نے مامون رشید سے کہا کہ آپ
 کچھ جانتے ہیں کہ اس سے اشارہ کیا ہو گا کہ نہیں جانتا ہوں اُسے کہا کہ اشارہ
 یہ ہو گا کہ ملک و دولت بنی عباس باوجود کثرت اور امتداد زمانے کے مانند ان مچھلیوں
 ہو گا کہ جب وقت بخاری موت کا موجود ہو گا اور انتزاع سلطنت کا زمانہ قریب
 آویگا تو ایک مرد تپہ مسلط ہو گا کہ تمہارا قلع و قمع کر دے گا مامون نے کہا سچ ہو ابوہریرہ
 کہتا ہے کہ جب مامون رشید آپ کی تکفین اور تعزیت سے فارغ ہوا تو اُسے مجھے
 کہا کہ جس کلام کو حضرت امام رضاؑ نے تجھ کو سکھایا ہے وہ مجھے کہ اُسے کہا کہ بخدا
 میں وہ بات اُسی وقت بھول گیا تھا مامون رشید غصہ میں ہوا اور میری قید کا
 حکم دیا میں ایک برس قید رہا اور تمام عیش و عشرت بھول گیا تھا ایک دن میں نے
 کہا کہ خدا بحق محمد و آل محمد مجھ کو اس رخسار سے رہائی بخش ہنوز اس دعا کو ختم
 نہ کر چکا تھا کہ محمد بن علی ابن موسیٰ رضاؑ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے
 ہیں کہ اب تو تنگ دل ہو گیا اے اباصلت عرض کی کہ ہاں اُس وقت فرمایا
 کہ اٹھ کھڑا ہو اور بیان سے چل اور جن چیزوں سے کہ تجھ کو قید کیا تھا ان سب سے
 آپ نے ہاتھ رکھ دیا وہ سب کھل گئیں میرا ہاتھ پکڑا اور مجلس سے باہر لائے مجلس
 کی حفاظت کرنے والوں نے مجھ کو دیکھا اور کچھ نہ کر سکے اور نہ مجھے کچھ کہ سکے
 بعد ازاں حضرت امام نے فرمایا کہ اب جا اور خداوند تعالیٰ کی امان میں رہ
 کہ دوسری مرتبہ تو مامون رشید تک نہ پہنچا اور نہ وہ تجھ تک پہنچا اباصلت
 کہتے ہیں کہ ایک زمانہ دراز تک میں نے مامون کو نہ دیکھا آپ کی وفات
 طوس میں ایک قریہ ثنا آباد میں ہوئی اور کہتے ہیں کہ اُس مکان میں

آپ کو دفن کیا جو حمید ابن قحطبه طائی کا تھا اور اسی مقام پر ہارون رشید بھی دفن ہوا ہے
آپ کا زمانہ حیات ۵۵ سال کا تھا۔

احوال حضرت محمد ابن علی علیہ السلام آپ کی کنیت اور نام مطابق حضرت امام
محمد باقر علیہ السلام کے ہو اور اس واسطے آپ کو ابو جعفر ثانی کہتے ہیں لقب آپ کا تقی
جو ادھی اور منتخب اور مرتضیٰ بھی آپ گیارہویں رمضان المبارک کو مدینہ منورہ میں
پیدا ہوئے بعض کہتے ہیں کہ گیارہویں رجب کو ولادت باسعادت ہو آپ کی
والدہ ام ولد تھیں خیران نام اور بعض کہتے ہیں کہ ریحانہ نام تھا فضل و کمال
اور علم و ادب میں تبحر تھا اس واسطے مامون رشید نے اپنی لڑکی ام الفضل کے ساتھ
آپ کا عقد کیا تھا بیان ہو کہ ام الفضل نے مدینہ منورہ سے اپنے باپ کو نامہ لکھا
جس میں مضمون یہ تھا کہ حضرت امام ایک اور عورت کرنے والے ہیں مامون رشید نے
جواب میں لکھا کہ تیرا کالج میں نے اس سبب سے نہیں کیا ہو کہ حلال کو حرام قرار
دون ہرگز ایسی باتیں نہ کرنا پھر مجھ کو اس قسم کے کلمات نہ لکھنا بیان کیا جاتا ہو کہ ایک
بزرگ نے کہا کہ عراق میں سنا تھا کہ ایک شخص دعویٰ نبوت کا کرتا ہو اور اسکو
قید کر کے شام میں لائے ہیں اور فلان مقام پر قید ہو میں اس مقام پر گیا اور
محافظ کو کچھ رشوت دی کہ وہ مجھ کو اس قیدی تک جائے دے جب میں گیا تو
اس شخص کو میں نے فیہم اور عقیل پایا میں نے دریافت کیا اسنے کہا کہ میں
ولایت شام کا رہنے والا ہوں اور مدت سے دراز تک میں وہاں عبادت میں
مشغول رہا ہوں ایک رات کو میں اس مسجد میں رو بہ قبلہ بیٹھا تھا جس میں کہ میرا
حضرت امیر المومنین حسین کا آدیزان کیا گیا تھا میں عبادت اور ذکر خدا میں مشغول تھا

کہ ایک شخص میرے روبرو ظاہر ہوا اور اُس نے مجھے کہا کہ اٹھ کھڑا ہو میں اُٹھ
 کھڑا ہوا جب تھوڑی مسافت طے کی تو میں نے شام کی مسجد سے اپنے کو کوفہ
 کی مسجد میں پایا اسوقت اُس نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون مقام ہے میں نے کہا
 کہ مسجد کوفہ ہے اور میں نے بھی نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا باہر آیا اور میں بھی
 باہر آیا اور اُس کے ساتھ روانہ ہوا بعد چند قدم چلے تھے کہ میں نے اپنے کو مدینہ
 منورہ میں مسجد نبوی میں پایا اُس نے روضہ آنحضرت کو سلام کیا اور نماز میں مشغول
 ہوا اور میں بھی نماز میں مشغول ہو گیا بعد فراغت نماز پھر باہر آیا اور روانہ ہوا
 میں اُس کے عقب میں چلا اور چند قدم چلے تھے کہ میں نے اپنے کو مکہ معظمہ میں پایا
 اور جب میں اور وہ طواف سے فارغ ہوئے کہ سے باہر آئے اسوقت وہ میری
 نظروں سے غائب ہو گیا بعد اُس کے میں نے اپنے کو مسجد شام میں پایا جیسے کہ
 یہ قبلہ بیٹھا تھا اس حالت سے میں تعجب و حیرت میں مبتلا تھا اور کہتا تھا کہ یہ کون
 آدمی ہے دوسرے برس اسی وقت وہ بزرگوار پھر پیدا ہوئے اور مجھ کو اپنا رفیق
 قرار دیا جیسا کہ سال گذشتہ میں واقع ہوا تھا ویسا ہی اس سال میں ظاہر ہوا جب
 اسکی مفارقت کا وقت پہونچا تو میں نے اُس کو قسم دی کہ مجھے آپ یہ فرمایا کہ
 آپ کون ہیں فرمایا کہ میں محمد ابن علی بن موسیٰ رضا بن جعفر علیہ السلام ہوں
 دوسرے دن میں نے ان واقعات کو اپنے احباب اور اہل جلسہ سے بیان کیا
 اور اس خبر کا چرچا ہو گیا رفتہ رفتہ یہ خبر والی شام کو پہونچی اُس نے مجھ پر الزام لگایا
 کہ یہ مدعی نبوت ہے اور مجھ کو قید کر دیا راوی کہتا ہے کہ جب اس حال سے میں تعجب
 ہوا تو ایک رقعہ میں نے والی شام کو لکھا اور اس ساری کیفیت سے اُس کو آگاہ کیا

پشت رقعہ پر اُس نے لکھا کہ اُس آدمی کو تم بھیجو کہ اُس قیدی کو رہا کرے کہ ایک ہی رستہ
 میں شام سے کوفہ کو لیجاوے اور کوفہ سے مدینہ میں اور مدینہ سے مکہ میں اور
 اُس مقام سے پھر شام میں پہونچا دے میں اُس کے جواب سے نہایت ناخوش ہوا
 جب دوسرے دن مسجد کی جانب روانہ ہوا کہ اُس بیچارے کو اس رقعہ کی کیفیت
 سے آگاہ کر دین محبس کے محافظین کو مضطرب الحال پایا اُس کا سبب دریافت
 کیا انھوں نے کہا کہ جس شخص کو قید کر رکھا تھا وہ غائب ہو گیا معلوم نہیں ہو کہ زمین
 اُس کو کھا گئی یا آسمان بغداد میں آپ نے انتقال فرمایا اور مقابر قریش میں دفن ہو گیا
 ذکر علی بن محمد علیہ السلام آپ کی کنیت ابوالحسن ہو اور لقب ہادی اور عسکری
 اور ذکی اور نقی ہو آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور سمانا نام تھا اور بعضوں نے کہا ہو
 کہ آپ مامون رشید کے نواسے تھے آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور خلیفہ
 متوکل نے آپ کو بلایا اور سرمن راے میں آپ نے اقامت فرمائی وہیں تا بھیا
 مقیم رہے منقول ہو کہ متوکل نے جب مدینہ سے آپ کو عراق میں طلب کیا تھا اور
 جبکہ آپ سرمن راے میں پہونچے جسکو سامرہ کہتے ہیں تو آپ کو مقام خان الصفا
 میں کہ اُسکی آب و ہوا نہایت خراب تھی مقیم کیا جو شیعوں کے ہمراہ تھے انہیں سے
 ایک شیعوں صالح سعید نے آپ سے کہا کہ ای ابن رسول یہ گروہ آپ کی قدر و منزلت
 کا چھپانے والا اور آپ کے نور کو دفع کرنے کی سعی کرتا ہو اور اسی واسطے آپ کو
 اس مقام وحشت ناک میں مقیم کیا ہو آپ نے فرمایا کہ ای صالح افسوس ہو کہ تو تنہا
 اسی مقام میں ہو اس وقت اپنے دست مبارک سے ایک طرف اشارہ کیا اور جب
 میں نے اس جانب دیکھا تو مجھ کو باغات سرسبز و شاداب نظر آئے جنہیں کہ نہرین

روان تھیں اور بڑی بڑی بلند عمارات دیکھنے میں آئیں اُس وقت حیرت اور شہت
میرے تمام جسم پر طاری ہو گئی تھی حضرت امام علی بن محمد نے فرمایا کہ اس صلاح میں
جس جگہ قیام کرتا ہوں وہاں یہ سب سامان موجود ہوتا ہے اور میں خان الصالیح
میں نہیں ہوں ایک مرتبہ متوکل خلیفہ بیمار ہوا تھا اور اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے
تھے اور وہ ہلاک ہونے والا تھا اسکی مان نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا میرا اس بیماری
سے شفا پائے گا تو میں خاص اپنے مال سے بہت سامان اور انواع و اقسام کے
تحفہ نمائے حضرت امام محمد تقی کی خدمت میں بھیجوں گی انھیں ایام میں فتح بن خاقان
کہ ایک مقرب خلیفہ متوکل کا تھا اسنے کہا کہ اس مرض کا سواے حضرت امام محمد تقی
کے اور کوئی علاج نہیں کر سکتا آپ کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا گیا اور اس مریض کا
علاج دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا کہ فلان شے کو فلان جگہ رکھ دینا چاہیے اس سے
نفع ہوگا جب یہ خبر متوکل کے دربار میں پہونچی تو بعض درباریوں نے اس پر تمقہ
اڑایا مگر فتح بن خاقان نے کہا کہ تجربہ کرنا چاہیے پس بموجب فرمانے حضرت امام
کے وہ شے اسی مقام پر رکھ دی گئی اور متوکل نے شفا پائی اسکی مان نے اس
مانی ہوئی نذر پر عمل کیا اور دس ہزار دنیا رکھ کر اسے سر مہر حضرت امام کی خدمت
میں روانہ کیا خلیفہ کی صحت کو چند روز گزرے ہونگے کہ چٹخو روں نے اسکو
خبر پہونچائی کہ حضرت امام کے مکان میں ہتھیار اور مال بہت سا ہے متوکل نے اپنے
عاجب سے کہا کہ نصف شب کو حضرت امام کے مکان پر جانا اور جو کچھ مال ہتھیار
پٹانے آنا اور انکو سب میرے پاس لانا سعید حاجب کہتا ہے کہ نصف شب کو ہم آپ کے
مکان پر گئے اور ایک سیٹھی کو ٹھٹھے کی دیوار پر لگا دی اور اس سیٹھی کے

ذریعہ سے آپ کے کوٹھے پر آئے اور زینہ سے آپ کے مکان میں اترے رات تاریک
 تھی اور تاریکی میں یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مکان کہاں ہو اور کہاں جانا چاہیے یکایک
 اندر مکان سے حضرت امام کی آواز آئی کہ اے سعید تو جہاں کھڑا ہو کھڑا رہ میں شمع
 لاتا ہوں فوراً آپ شمع لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا اور میں نے دیکھا کہ شہوت
 پشیمنے کا جامہ آپ زیب تن کیے ہوئے تھے اور کلاہ پشیمنے کی سر مبارک پر تھی اور
 رد بقلہ بیٹھے ہوئے تھے فرمایا مکان میں سب کچھ تیرے رد برد ہو تو دیکھ لے میں نے
 دیکھا اور کوئی چیز موجود نہ پائی وہی صرہ سر بہر رکھا ہوا تھا اور ایک دوسرا کیسہ بھی لٹکا
 ساتھ تھا بعدہ حضرت امام نے کہا کہ مصلیٰ تیرے رد برد ہو اسکو اٹھا کر بھی دیکھ لے
 میں نے اسکو اٹھایا اسکے نیچے ایک تلوار غلاف میں کی ہوئی پائی میں نے اس
 تلوار کو صرہ غلاف اٹھالیا اور صرہ اور کیسہ بھی اٹھالیا اور متوکل کے پاس آیا جب
 خلیفہ نے اس صرہ پر اپنی ٹہر دیکھی تو اسکی کیفیت دریافت کی جب اسکو نذر کا مال
 معلوم ہوا تو ایک اور صرہ اسی صرہ میں فریک کر دیا کہ اسکو بھی حضرت امام کے
 مکان پر پہنچا دو میں منفعمل اور پشیمان حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اے
 سید مجھ کو نہایت رنج ہو کہ میں بغیر آپ کی اجازت کے آپ کے مکان میں اس رات کو
 آیا تھا مگر میں مامور تھا اسلئے معذور تھا آپ کے اوصاف حمیدہ اور فضائل برگزیدہ
 متعلق یہ ذکر بھی کیا گیا ہو کہ ایک اعرابی ایک قریہ سامرہ سے آپ کے درہو سوس
 ہونے کے واسطے حاضر ہوا آپ نے پوچھا کہ کیا حاجت ہو اسنے کہا کہ میں اس
 گروہ سے ہوں جسکو آپ کے جد حضرت علی مرتضیٰ سے نہایت محبت تھی میں
 مقروض ہوں اور اس قرض کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا پس آپ کا سامرہ

میرے واسطے لجاوادی ہے حضرت امام نے فرمایا کہ اطمینان رکھو اور کل میری خدمت میں آنا دوسرے روز جب وہ اعرابی آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ نے ایک وثیقہ اپنے قلم مبارک سے لکھ دیا کہ مجھ کو اس قدر مبلغ ایک اعرابی کو دینا ہو اور وہ مبلغ اعرابی کے قرضے سے زیادہ تھے اور اس سے فرمایا کہ جب میں سرمن راسے بن مراجعت کروں تو اس وثیقہ کو اس وقت میرے روبرو پیش کرنا جبکہ میرے پاس حافرن کا جمع ہوا اور سختی سے وثیقہ کے مبلغ کو طلب کرنا اور ہرگز اس امر سے خلاف نہ کرنا اعرابی نے اسکو قبول کیا اور جب حضرت امام سامرہ میں تشریف لائے تو اسے اس وقت وہ وثیقہ پیش کیا جبکہ خلیفہ کے درباری اور دوسرے اشخاص وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور تشدد سے کہا کہ اس وثیقہ کے مبلغ مجھ کو دینا حضرت امام آہستہ آہستہ اعرابی سے گفتگو فرماتے تھے اور معذرت کرتے تھے اور وعدہ ادا کرنے کا کرتے تھے کہ اس عرصہ میں یہ راز فاش ہو گیا اور جب تک یہ خبر پہنچی تو اسے بیس ہزار درم حضرت امام کے پاس بجا دیے اور حضرت امام انکو حفاظت میں رکھا جب کہ وہ اعرابی آپکی خدمت میں حاضر ہوا یہ سب بنا آپ نے ہکودید بے اور فرمایا کہ اس میں سے اپنا قرضہ ادا کرنا اور باقی ماندہ اپنے عیال المفال کی پرورش میں لانا۔

آپ کا سن شریف اہم سال کا تھا اور بعضوں نے یہ بیان کیا ہو زمانہ خلافت مختصر پس منوکل میں آپ نے وفات پائی اور قبر سرمن راسے میں ہے۔

نوکر حضرت امام حسن ابن علی بن محمد علیہ السلام آپکی کنیت ابو محمد اور لقب خالص و سراج ہو اور آپ بھی مثل اپنے پدر بزرگوار کے عسکری مشہور رہیں اور کچھ

حدیث بھی کہتے ہیں آپ کی والدہ کا نام سوسن تھا آپ کی نسبت یہ تذکرہ کیا گیا ہو کہ علی
 بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر نے بیان کیا ہو کہ ہم ایک مرتبہ فقر و فاقہ میں نہایت
 مبتلا تھے میرے باپ نے مجھے کہا کہ میری آرزو ہو کہ ابو محمد ذکی کے پاس چلنا چاہتا
 کیونکہ انکی جو دو سخاوت و دروادی و سیر چشمی کا شہرہ تھا میں نے پوچھا کہ آپ سے
 سرفرازی ہو کہا کہ نہیں ہو باوجود اسکے کہ معرفت سابقہ نہ تھی اور فقر و فاقہ کا غلبہ تھا
 مگر روانہ ہوئے راہ میں میرے باپ نے مجھے کہا کہ میری آرزو ہو کہ مجھ کو وہ
 پانچ سو درم دین دو سو درم کا کپڑا خرید کر ونگا اور دو سو درم کا آٹا خرید ونگا اور
 باقی تو درم مصارف خانگی کے واسطے رہینگے میں نے اپنے دل میں کہا کہ
 کیا اچھا ہو کہ اگر تین سو درم وہ مجھ کو بھی دین سو درم کا کپڑا خرید کر ونگا اور سو درم
 ایک دراز گوش اور کوہستان کی طرف جاؤنگا اور تو درم اپنے مصارف ضروری
 میں خرچ کر ونگا جب ہم ابو محمد بن ذکی کے مکان میں پہونچے تو بغیر اسکے کہ
 کوئی ہمارے آنے کی آنکھ خبر دے اُنکا غلام آیا اور اُسے کہا کہ علی ابن ابراہیم
 اور اُنکا لڑکا محمد اندر آئیں جب ہم مکان کے اندر گئے مراسم سلام بجالائے
 فرمایا کہ اے علی کون ہوانع پیش آئے تھے کہ اتنا تم میرے پاس نہیں آئے
 کہا اے سید حیا مانع تھی کہ اس حال سے میں آپ کے پاس آتا تو بڑی دیر کے
 بعد جب ہم باہر آئے پھر غلام حضرت امام کا عقب سے آیا اور ایک قرعہ پانسوہ
 درم کا میرے باپ کو دیا دو سو درم کپڑوں کے واسطے اور دو سو درم آٹے
 کے واسطے اور تو درم نفقہ کے واسطے اور ایک قرعہ مجھ کو دیا جس میں تین سو
 درم تھے تو درم میرے کپڑوں کے واسطے اور تو درم اخراجات خانگی کے واسطے

اور سو دراز گوش کے واسطے اور کہا کہ تم کو ہستان میں جاؤ اور فلان موضع میں قیام کرو جس مقام کا کہ اشارہ کیا تھا میں اُس مقام پر گیا اور ایک بڑھیا سے نکاح کیا اسی دن مجھ کو ایک حملہ میں دو ہزار دینار حاصل ہوئے۔

دوسری روایت ایک ثقہ سے ہو کہ ایک مرتبہ انھوں نے رفقہ حضرت امام محمد عسکریؑ کو بھیجا اور اس میں مشکات کے معنی دریافت کیے اور وہ کہتے ہیں کہ میری بیوی حاملہ تھیں انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ آپ اُسکو دعا سے خیر سے یاد کریں اور جو لڑکا پیدا ہوا اسکا نام آپ اپنی زبان سے رکھیں حضرت امام نے اُسکے جواب میں لکھا کہ مشکات عبارت قلب محمد رسول اللہ سے ہو اور کوئی ذکر اُسکی عورت اور لڑکے کا نہ کیا آخر جواب میں یہ لکھا کہ عظم القدر اجرک و خلفک علیک اور جب دوسری مرتبہ اُسکی بیوی حاملہ ہوئی دو ہزار لڑکا پیدا ہوا اور وہ زندہ رہا آپ نے وفات سرمن راسے بن پائی اور قبر آپکی آپکے پدر کے پہلو میں ہو۔

ذکر حضرت امام محمد بن حسن بن علی علیہ السلام کینت آپکی ابو القاسم ہو اور شیعہ آپکو مجتہد اور قائم اور مدعی اور منتظر و صاحب الزمان کہتے ہیں جب آپکے والد نے انتقال فرمایا تھا تو آپ پانچ برس کے تھے اور صغیر سنی میں خداوند تعالیٰ نے آپکو حکمت عطا کی جیسا کہ حضرت یحییٰؑ وغیرہ کو حالت طفولیت میں آپکو امام مقرر کیا تھا جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو زمانہ طفولیت میں بنی مرسل گردانا تھا اور بعض شیعوں نے یہ بھی بیان کیا ہو کہ صاحب الزمان اسی مکان میں جو سرمن راسے میں تھا تشریف لائے اور آپکی والدہ نے بہت انتظار کیا مگر باہر نہ آئے اور شیعوں کا اعتقاد ہے کہ اسی زمانہ سے غائب ہیں آپکی والدہ کا نام برجس تھا۔ (حکیمہ) حبی امام محمدؑ کی

کہتی ہیں کہ ایک دن میں اپنے بھتیجے حضرت امام ذکی کے پاس آئی آپ نے
 فرمایا کہ اے چچی آجکی رات میرے مکان میں مقیم رہیے کہ خداوند تعالیٰ مجھ کو
 لوکاء عطا کرے گا میں نے کہا کہ وہ کہاں سے ہوگا کیونکہ میں برجس خاتون میں کوئی اثر
 حمل کا نہیں پاتی ہوں آپ نے فرمایا کہ برجس خاتون مثل حضرت مریم کے
 میں کہ آپ کا حمل بوقت پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوا تھا حکیمہ کہتی ہیں
 کہ میں نے اُس رات کو آپ کے مکان میں توقف کیا اور جب نصف رات
 پہنچی تو میں تہجد میں مشغول ہوئی اور برجس بھی تہجد میں مشغول ہوئیں اور جب
 صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ صبح ہو گئی ہو مگر جو کچھ کہ ابو محمد نے کہا تھا وہ ظاہر نہیں ہوا کہ
 اس اثنا میں ابو محمد کی آواز سنی کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے چچی آپ عجلت نہ کریں
 بعدہ پھر میں مکان میں گئی کہ برجس خاتون وہاں تشریف فرما تھیں اور اُن سے
 میں نے ملاقات کی اُس وقت اُن کے تمام اعضاء لرزہ میں مبتلا تھے میں نے اُن کو
 سینہ سے لگالیا اور سورۃ اخلاص وانا اترنا و آتہ الکرسی پڑھ کر دم کیا تھوڑا عرصہ
 گزرا ہوگا کہ تمام مکان روشن ہو گیا اور جب میں نے نظر کی تو فرزند ابو محمد کو میں
 پر سجدہ میں پایا میں نے اُن کو اٹھالیا اور ابو محمد نے اپنے حجرہ سے آواز دی کہ اے
 چچی میرے رُکے کو میرے پاس لاؤ میں اُن کے رُکے کو اُن کے پاس لے گئی اُنھوں نے
 اُس کو اپنی گود میں بٹھالیا اور اپنی زبان مبارک اُن کے دہان مبارک میں دیدی اور
 فرمایا کہ اے رُکے میرے باتیں کر حکیم خدا اُس رُکے نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم
 بعد اُس کے میں نے دیکھا کہ مرغان شہر ہر طرف سے میرے گرد جمع ہو گئے ابو محمد نے
 ایک مرغ کو بلایا میں نے ابو محمد سے سوال کیا کہ یہ مرغ کون ہے اور دوسرے

مرغان شہر کون ہین کہا کہ جبرئیل ہین اور دیگر ملائکہ رحمت ہین یہ بھی روایت ہو کہ
جب حضرت امام محمد حسن متولد ہوئے تو آپ نان بڑیدہ تھے اور قنہ کیے ہوئے
تھے ایک اور روایت ہو کہ ایک دن مین ابو محمد کے پاس گیا اور ان کے دست رست
کی جانب ایک مکان دیکھا کہ اُس مکان کا پردہ آویزان تھا مین نے پوچھا کہ امی
سید بعد آپ کے امامت کسے تعلق ہوگی فرمایا کہ اُس پردہ کو اٹھائیں سنے وہ پردہ
اٹھایا اور اُس مکان سے ایک لڑکا باہر آیا آپ کے رخسار راست پر ایک خال تھا اور
دو گیسو پڑے تھے اور پاکیزگی اور صباحت ظاہر تھی وہ ابو محمد کی گود مین آکر بیٹھ گئے
اور اسی وقت بموجب فرمانے اپنے والد کے اسی مکان مین چلے گئے مین نے
آپ کی جانب دیکھا اس وقت حضرت ابو محمد نے مجھے کہا کہ اٹھو اور دیکھو کہ اس گھر
مین کون ہو مین اُسمین گیا مگر مین نے نہیں کسی کو نہ دیکھا ایک شخص کا بیان ہو
کہ مقصد خلیفہ نے مجھ کو اور دو آدمیوں کو طلب کیا اور کہا کہ مین نے سنا ہو کہ حسن
بن علی نے سر مین راے مین وفات پائی ہو جلدی جاؤ اور ان کے گھر کو گھیر لو اور حسن
شخص کو وہاں پاؤ اُس کا سر میرے رد پر دلاؤ مین فوراً سر مین راے مین گیا اور آپ کے
مکان پر آیا مین نے آپ کے مکان مین دیکھا کہ سر سبزی و شادابی ہو اور ایسی خوبی
کہا کہ مکان ہو کہ گویا کسی نے اسی وقت بنایا ہو پھر ایک پردہ دیکھا وہ آویزان تھا مین نے
اُس کو اٹھا یا پھر ایک سرداب میری نظر مین آیا مین اُسمین چلا گیا پھر مین نے ایک
در بلن کو دیکھا کہ اُس کے صحن مین بوریا بچھائے ہوئے ہو اور ایک خوبصورت شخص کو
دیکھا کہ وہ اُس چٹائی پر ناز پڑھ رہا ہو مگر اُس شخص نے کچھ میری جانب التفات نہیں کیا
دو آدمی جو میرے ہمراہ تھے انہیں سے ایک نے جرات کی اور چاہا کہ آگے بڑھوں

گرا اسکا پاؤں پانی میں چلا گیا اور اسوقت اسکو نہایت تکلیف و پریشانی ہوئی تب تک کہ وہ قریب ہلاکت کے پہونچ گیا تھا میں نے فوراً اسکا ہاتھ پکڑا اور اس پانی سے باہر نکالا دوسرے نے بھی ایسا ہی قصد کیا اسکو بھی ایسی ہی مصیبت پیش آئی مگر میں نے اسکو بھی نجات دی بعد اسکے میں نہایت متحیر ہوا اور میں نے کہا کہ اے صاحب البیت میں خدا سے اور آپ سے عرض کرتا ہوں اور نجد امین نہیں جانتا تھا کہ حال آپ کا کیا ہو اور میں کہاں آیا ہوں میں نے بہت عاجزی کی مگر تھپتا نہیں ہوا آخر کار واپس آکر مقصد خلیفہ سے جو کچھ دیکھا تھا اور گزرا تھا وہ بیان کیا اسنے کہا کہ اس راز سے کسی کو آگاہ نہ کرنا ورنہ تمہارا سر کٹوا دوں گا۔

جاننا چاہیے کہ فرقہ امامیہ اثناعشر حضرت امام محمد بن حسن کو دو مینیتوں سے منصوب کرتا ہے ایک عینیت قمری یعنی بہت چھوٹی دوسری عینیت طولی یعنی بہت بڑی چھوٹی عینیت وقت ولادت سے انقضاے وقت سفارت تک ہے بڑی عینیت وقت انقضاے سفارت سے ہو اسوقت تک کہ ارادہ انلی آپ کے ظہور کے متعلق ہو گا یہ بیان ہے کہ چھوٹی عینیت میں آپ کی جانب سے سفیر ہیں کہ حاجات خلائق کے آپکے پاس پیش کرنے ہیں اور آپکے جواب سے خلق کو آگاہ کرتے ہیں چونکہ اعتقاد میں چھوٹی عینیت میں حضرت امام محمد بن حسن سے کرامات اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں اور انکا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مہدی آخر الزمان ہیں اور جب انکا ظہور ہو گا تو حضرت عیسیٰ بھی آسمان سے تشریف لاوینگے غرض کہ اہل ہند و جماعت اور شیعہ اثناعشر نے آپ کی شان میں احادیث و اخبار نقل کیے ہیں اور حضرت عیسیٰ کے نزول کے متعلق بھی بہت سی روایات ہیں۔

باب دوم

ظہور شیعہ و سنی و خواج

آغاز اسلام میں سنی و شیعہ نہ تھے زمانہ رسالت میں شیعہ اور سنی کا ذکر نہ تھا دین اسلام تھا اور اسکے تسلیم کرنے والوں کو مسلمان کہا جاتا تھا جس دین نے خدا کو ایک تسلیم کر لیا تھا وہ خود ایک ہی تھا نہ شیعہ کو اس زمانہ میں ہونے کا فخر حاصل ہو سکتا ہو اور نہ سنی کو۔ جس زمانہ تک کہ اسلام کا ترکہ ان دو فرقوں میں تقسیم نہ ہوا تھا دین اسلام اختلافی حالتوں سے پاک تھا جن قبائل عرب نے اسلام قبول کیا تھا اگر کبھی انھوں نے آیات قرآن مجید یا دیگر احکامات شرعی سمجھنے میں اختلاف کیا یعنی جب کبھی انکی رائے اور خیالات بعض امور دین کے متعلق مختلف ہونے لگے تو ایک الہامی نفس مظہر و مقدس مظہر جمیع کمالات جو کل مسلمانوں کا پیشوا تھا وہ ان اختلافات کو دور کر دیتا تھا۔

سنی اور شیعہ کے ظہور کا آغاز سنی اور شیعہ کی پیدائش کا سرچشمہ تو حضرت محمد رسول اللہ کے بعد ظاہر ہوا چنانچہ اسلام میں اول انھیں دو فرقوں کا نشو و نما ہوا اور ایک قضیہ خلافت کی نسبت پیدا ہوا تھا اور جبکہ خلیفہ کے انتخاب کرنے کا شور مچی ہوا تھا تو جس گروہ نے حضرت علی کے خلافت کی تائید کی تھی اسکا شمار شیعیان علی میں ہو سکتا ہو یعنی وہ گروہ جو حضرت علی کی خلافت کی تائید کرے والا تھا اسکے مقابلہ میں وہ طبقہ مسلمانوں کا جنکی تائید اسے سے خلیفہ اول کا انتخاب ہوا تھا سنی کہا جاسکتا ہو اگرچہ کتب تواریخ میں خلیفہ اول و دوم کے زمانہ تک لفظ سنی اور شیعہ کا ذکر نہیں ہے

گرواوقات متعلق تردید و تائید خلافت سے صاف طور پر مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرور ایک
 زمانہ میں مسلمانوں میں علیحدہ علیحدہ فرقے ہونگے۔ لفظ شیعوہ لغت کے اعتبار سے
 بمعنی گروہ عرب میں مستعمل تھا سننی بمعنی گروہ تھانسی کے سننی تو ایک طریق پر قدم قدم چلنا
 ہونہ اسکے معنی گروہ کے تھے اور نہ یہ کسی قبیلہ کے واسطے مخصوص ہوا تھا غور کرنے
 سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تیسری خلافت تک سننی کا اطلاق کسی گروہ پر نہیں ہوتا تھا
 گو مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ہو گئی تھی شیعوہ عام تھا کسی کی جانب نسبت
 کرنے سے خاص ہو جاتا تھا مثلاً شیعیان عثمان اور شیعیان علی کا چہرچہ تیسری
 خلافت میں ہوا تھا جبکہ چوتھی خلافت کا زمانہ آیا اور شام کی مدعی خلافت سے
 جنگ ہوئی تو سنیان معاویہ اور شیعیان علی زبان زد خاص و عام ہوئے تھے
 یہ سنیان معاویہ صرف شام کے مدعی خلافت کی امامت اور خلافت کی تائید و
 تصدیق نہیں کرتے تھے بلکہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے مؤید تھے شیعیان علی
 اسکے بالکل خلاف تھے انکے امام اور پیشوا حضرت علی اس شورہ میں شریک
 نہ تھے جو بعد انتقال حضرت سرور کائنات ایک جانشین کے انتخاب کی فرض سے
 ہوا تھا اس شورہ میں حضرت علی کے خلیفہ ہونے کی نسبت بعض صحابہ نے
 تائید کی تھی مگر اسکا نتیجہ اتفاق انصار و مہاجرین بعد محبت و مباحثہ ہی ہوا تھا
 کہ صدیق اکبر خلیفہ ہوئے جب حضرت علی کو واسطے بیعت کے طلب کیا تھا تو اپنے
 اپنے حق خلافت کو ظاہر اور ثابت کیا تھا تاریخ انہم کو فی جو سن ۳۵ ہجری کی لکھی ہوئی
 ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے اگر خلافت کے واسطے حضرت علی کی جانب سے
 زیادہ تر کشش و کوشش ہوئی تو مسلمانوں میں جس تفریق اجمال کی تفصیل

شام کی مدعی خلافت کے زمانہ میں ہو گئی تھی وہ اسی زمانہ میں ہو جاتی ایک خلیفہ کا
ہونا ضرور تھا اور اس حالت کے مقتضائے مطابق واسطے ابوالیثم بن الیثم نے
ایک خلیفہ کے فوراً منتخب کرنے کی تحریک کی تھی وہ کسی کی حمایت و طرفداری کی
غرض سے نہ تھی اس تحریک کا منشا تھا کہ فوراً ایک خلیفہ ہو کہ واسطے کہ منافقین
اور یہودیوں وغیرہ اور ان اشخاص نے جو مرتد ہو گئے تھے سر اٹھایا تھا اگر حق خلافت
کے واسطے باہم انصار اور مہاجرین اور دیگر صحابہ کے جنگ ہو جاتی تو اسلام کا
نام و نشان بوجہ سیلاب منافقین و مرتدین وغیرہ باقی نہ رہتا وہ ارکان اسلام
چلا کہ پیغمبر آخر الزمان نے بڑی مصیبت اور تکلیف سے قائم فرمائے تھے معدوم
ہو جاتے اور جو ظلمت ناک حالت عربوں کی زمانہ جاہلیت میں تھی اس سے بڑھ کر
سیلہ کذاب اور دیگر مدعیان نبوت کے مصنوعی شریعت کے زمانہ میں ہوتی
پس بغرض تحفظ اسلام باہمی کشت و خون مناسب نہ سمجھا گیا اور جبکہ خلیفہ اول
کا زمانہ شروع ہوا تو مقتضائے انصاف یہ ہو کہ انھوں نے ارکان اسلام کو
قائم رکھا اور منافقین اور غیر مذہب والوں کو جس سیلاب سے کہ اسلام معدوم
ہو جاتا اس کو دفع کیا اسلام اپنے دشمنوں کی رخنہ اندازوں سے محفوظ رہا اور
اس کو ملکی اور مذہبی طاقت اور قوت ایسی حاصل ہو گئی تھی کہ اس کا معدوم ہونا
نہایت درجہ دشوار ہو گیا تھا دوسری خلافت عربوں کے انتخاب پر محمول نہ تھی خلیفہ
دوم کو حسب وصیت خلیفہ اول خلافت حاصل ہو گئی تھی کسی کا شوریٰ و شورہ
نہ تھا اسی جہت سے غالباً کسی تاریخ میں ذکر نہیں ہو کہ دوسری مرتبہ خلافت کے
واسطے حضرت علی مرتضیٰ نے اختلاف کیا ہو بلکہ اکثر اہم معاملات اور مقدمات کا

انفصال دوسری خلافت کے زمانہ میں حضرت علیؑ کی الہامی معلومات سے ہوتا تھا یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس کی تشریف لگے تھے تو انھوں نے حضرت علیؑ علیہ السلام کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین کیا تھا اور ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں خلیفہ ثانی اور حضرت علیؑ نے حضرت اویسؓ قرنی سے باتحاد اور اتفاق ملاقات کی تھی میں اگرچہ شیعہ مذہب رکھتا ہوں اور میرا ہی اعتقاد ہو کہ

ملا عبد اللہ ابن عباس سے اویس قرنی کا حال دریافت کیا گیا انھوں نے کہا کہ وہ ایک مرد بزرگ کے صاحبزادہ تھے اور زہد اور تقویٰ اور طاعت اور عبادت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اور سید القابین تھے میں نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زبان مبارک سے سنا ہوا کہ آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایک مرد ہو کہ اُسکو اویس قرنی کہتے ہیں اُسکو قیامت کے دن شفاعت کا مرتبہ حاصل ہوگا اور قبیلہ مضر اور ربیعہ کی تعداد کے برابر گناہوں کی شفاعت کریگا اور وہ شفاعت قبول ہوگی اُس کا مرتبہ خدا کے نزدیک یہاں تک ہو کہ اگر کسی کا بزرگ کے واسطے بنجانب اللہ قسم کھائے خدا اُسکی قسم کو پورا کرنا ہو بعد میرے اگر اُسکو دیکھنا ہو تو چاہیے کہ میری جانب سے تبلیغ سلام کرنا امیر المومنین علیؑ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ تم سے کوئی ہے کہ اویس قرنی کو دیکھے گا فرمایا کہ ہاں عمر ابن خطابؓ اور تم دیکھو گے اگر دیکھنا تو میرا سلام کہنا اور اپنے واسطے دعاے خیر کی درخواست کرنا کہ تمہارے لیے دعاے خیر کرے حضرت علیؑ نے دریافت کیا کہ کوئی علامت اور نشان ہو کہ اُس سے اویس قرنی کی شناخت ہو رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ مرد گندم رنگ اور پیش چشم ہو دو جامہ کندہ پہنے ہوئے ہو مخلوق کی رو اور ریاسی تعلق نہیں رکھتا کسی سے دوستی کرنا ہو اور نہ اُسکو کوئی پہچانتا ہو حضوری اور غیبت اُسکی خلق کے نزدیک یکساں ہو

جب وہ غائب ہو جاتا ہو تو اسکو کوئی بلانا نہیں اور جب وہ حاضر ہوتا ہو تو اسکے دیکھنے سے کوئی خوشی نہیں کرتا جب وہ سلام کرتا ہو تو کوئی جواب سلام کا نہیں دیتا عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب سے میں نے زبان مبارک حضرت محمد رسول اللہ سے یہ سنا ہمیشہ اویس قرنی کے حالات کے تجسس میں رہا یہاں تک کہ خلیفہ اول کے زمانہ میں ایک عجمی کو فہ سے آئی اور خلیفہ نے اویس قرنی کا حال اس سے دریافت کیا کہ تیسے کوئی اسکو جانتا ہو ایک شخص نے کہا کہ میں اسکو جانتا ہوں وہ ایک شخص غیر معروف ہے کوئی اسپر توجہ نہیں کرتا بلکہ جب اسکو دیکھتے ہیں تو اسپر تہقہہ مارتے ہیں اور تمسخر کرتے ہیں خلیفہ نے کہا کہ وہ اسی صفت سے موصوف ہے حضرت محمد مصطفیٰ نے اسکی اسی صفت سے جزدی ہو اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص برص کے عارضہ میں مبتلا ہو اور اویس دعا کرے کہ خدا اہل عارضہ سے اسکو نجات دے خدا اسکی دعا کو مستجاب کرے گا اور برص اسکے جسم سے رائل ہو جائیگا اگر خدا کی قسم کھاتا ہو خدا اسکی قسم کو راست کرتا ہو قیامت کے دن اسکی شفاعت سے اس تعداد کے آدمی عذاب دوزخ سے محفوظ رہیں گے جو قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد کے مساوی ہوں گے جب اہل کوفہ نے یہ سنا تو خاموش ہو رہے اور جو وقت کہ کوفہ میں پہنچے تو انھوں نے اویس کی تعظیم و تکریم کی ہر وقت اسکے پاس جاتے تھے اور سلام کرتے تھے اور طالب دعا خیر تھے اویس نے کہا کہ قبل اسکے مجھے خندہ زن تھے اور تمسخر کرتے تھے اور میرے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے اب کیا ہوا کہ مجھے خواہش دعا کی کرتے ہو اہل کوفہ نے جو کلمات مدینہ میں سنے تھے وہ بیان کیے اسکو نہایت درجہ مسرت ہوئی اور اہل کوفہ کو دعا خیر کہی بعد ازاں غائب ہو گئے اور کسی نے پھر کوفہ میں آنکونہ دیکھا خلیفہ اول نے ہمیشہ انکا حال دریافت کیا مگر دس برس تک انکا سراغ نہ ملا جبکہ حضرت عمر واسطی جج کے تشریف لیگے تو حرم محترم میں احداث خلائی کا مجمع تھا اویس کو انھوں نے دریافت کیا ایک شخص قرن سے آیا اور رکنے کہا کہ ای اسپر المؤمنین میں سنتا ہوں کہ اویس کا ذکر آپ بہت کرتے ہیں ہم میں کوئی نہیں ہو کہ اسکو اویس کہتے ہوں مگر ایک مجتہد امیر امک سے باہر ہو کہ اسکو اویس کہتے ہیں

لیکن اسکا مرتبہ ایسا نہیں ہو کہ اسکا ذکر امیر المومنین کی زبان پر آئے کیونکہ وہ ایک مرد ہو کہ اسکو کوئی جانتا ہو اور نہ پہچانتا ہو اور گناہ ایسا ہو کہ اسکا ذکر بے سود ہو حضرت عمر نے کہا کہ اس شیخ بے حیثیتانہ کمان ہے اُسے کہا کہ میرے ہمراہ بیان ہو اور میرے چند اونٹ واسطے چرانے کے صحرا میں لیگیا جس مقام میں کہ اراک عرفات ہیں وہاں وہ اونٹ چرا رہا ہو اور انکی نگرانی کر رہا ہو حضرت عمر اور حضرت علی اُس مقام پر گئے جب اُس جگہ پہنچے تو آنحون نے درختان اراک میں دیکھا کہ او ایس صوت کے دو جاے پہنے کھڑے ہوئے نماز بڑی خشوع و خضوع سے پڑھ رہے ہیں یہ دونوں بزرگوار اُنکے قریب گئے جب انکو آنحون نے دیکھا قراءت نماز کو مختصر کر دیا اور تشہد میں بیٹھ کر سلام پھرایا یہ دونوں بزرگ آگے گئے اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے جواب سلام کا دیا علیکم السلام وبرکاتہ ورحمۃ اللہ پس حضرت عمر نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارا نام مجھکو معلوم ہو جاے آنحون نے کہا کہ میں بندہ خدا ہوں اور اُسکے بندہ کا بندہ اور لڑکا اُسکی پرستش کرنے والا کا حضرت عمر نے کہا کہ سچ ہے کہ جو زمین و آسمان میں ہیں سب بندے اُسکے ہیں آپ مجھکو اپنے نام سے مطلع کریں آنحون نے کہا کہ مجھکو او ایس کہتے ہیں امیر المومنین حضرت علیؑ نے کہا اللہ اکبر مقصود حاصل ہو گیا آپ نے فرمایا کہ آپ ازراہ لطفت و شفقت اپنا جامہ بائیں جانب سے علیا کرین او ایس نے کہا کہ مقصد آپ کا اس سے کیا ہو امیر المومنین علیؑ نے فرمایا کہ رسول خدا نے مجھکو آپکی خبر دی تھی اور آپکی تعریف کی ہے میں نے تلو دیکھا تو اُسی صفت کے مطابق پایا اب وہ علامت جسکی مجھکو رسول خدا نے خبر دی ہو کہ تمہارا بائیں جانب ایک علامت بیاض ہوگی مقدار دم یا دنیا کے میں چاہتا ہوں کہ اُس بیاض کو دیکھوں او ایس نے جامہ کو اپنے بائیں بازو سے کھینچ لیا اُن دونوں بزرگواروں نے اُس بیاض کو دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے نشان دیا تھا دیکھا اور روئے اور کہا کہ او ایس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہے فرمایا تھا کہ جب او ایس کو دیکھتا تو میرا سلام کہتا اور اُسے خواہش کرنا کہ تلو دعا و خیر کہیں اور خدا سے تقاری مغفرت چاہیں اب سلام رسول خدا کا سننے پہنچا دیا اور ہم دونوں چاہتے ہیں کہ ہمارے واسطے دعا و خیر کیجیے اور ہماری آمرزش چاہیے کیونکہ حضرت مصطفیٰؐ نے زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ او ایس قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور نضر کی تعداد کے مطابق آدمیوں کی شفاعت کریں گے او ایس نے جو وقت یہ کلمات حضرت علیؑ سے سنے گریہ و زاری شروع کی اور کہا کہ وہ اور

اویس ہونے جنگی شان میں رسول خدا نے ایسا فرمایا جو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے اور ظاہر ہوا ہے کہ وہ اویس سبکو حضرت مصطفیٰؐ نے ہماری معرفت سلام بھیجا اور ان کے حق میں ایسی بزرگداشت فرمائی ہے وہ آپ ہی ہیں اور آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے آپ شفقت فرمائیں اور دعا خیر کریں اویس نے کہا کہ عادت نہیں ہے کہ وہ آدمیوں کے واسطے مخصوص دعا کروں دعا میری شب و روز ہر دو بجہ کے مومنین و مومنات کے واسطے عام طور پر ہو مجھ کو خبر دو کہ تم وہ بزرگوار کون ہو امیر المومنین علیؑ نے کہا کہ ایک عمر ابن خطاب ہیں اور میں علیؑ ابن ابیطالب ہوں اویس آپ کے دیکھنے سے نہایت خوشدل ہوئے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور سلام کیا اور تعریف کی اور دونوں سے ہم آغوش ہوئے اویس نے کہا کہ آخر مجھے ایسا خیر آدمی جو کثرت گناہوں اور غفلت میں مستغرق ہے آپ ایسے دو مخصوصوں کے واسطے جو زہد اور تقویٰ اور جاہ جلال اور عبادت اور طاعت میں مشغول رہتے ہیں کیونکر دعا کر سکتا اور خدا تبارک سے بزرگوں کے واسطے کیا خواہش کر سکتا ہو ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ اس بات سے آپ درگزر کریں اور ہلکے اپنا محتاج سمجھیں اور ہمارے حق میں دعا کریں اور ہم آمین کہیں پس اویس نے ہاتھ سوئے آسمان بلند کیے اور دعا کی۔

امیر المومنین عمرؓ نے کہا کہ میرا خیال ایسا ہے کہ کل میں پھر آپ کے پاس آؤں اور ایک ساعت تمہاری صحبت سے فائدہ حاصل کروں اویس نے کہا سبحان اللہ آپ کس فکر میں ہیں آپ وقت ہوں کہ یہ خیالے فانی جنے بہت سے نامور بادشاہوں کو مٹا دیا اور بہت سرداروں کو خاک میں ملا دیا جو شخص کہ اندیشہ عمر کا آج کے دن قرار دے کل تک کی زندگی حساب کرتا ہے جو شخص کہ امید عمر کی کل تک رکھتا ہو عمر ایک مہینہ کا شمار کرتا ہے اور جب ایک ماہ کی عمر کا خیال دل میں قرار دیتا ہے تو حساب ایک برس کا کرتا ہے اور تحقیق کہ اس حد تک نہیں پہنچتا ہے جو شخص کہ اس دنیا کو ترک کرتا ہو اور اسکی فانی نعمتوں پر خیال نہیں کرتا اور اپنے کو نیکیوں کے واسطے دفع کرتا ہے اس جہان میں ثمرہ نیک پاتا ہے اعمیٰ حور و قصور غلمان وغیرہ اس طرح چند کلمے کہے اور انکو رخصت کیا اور سلام کیا اور چلے گئے یہ دونوں بزرگوار اویس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ نظر سے غائب ہو گئے بعد اسکے حضرت عمرؓ کا حال دریافت کرتے رہے اور

حضرت علی خلیفہ رسول بلا فصل تھے مگر میں مثل اور متعصب اور غالی شیعوں کے نہیں ہوں کہ خلافت کے جھگڑے کی وجہ سے جو فضائل اور محاسن اُن خلفاء کے ہیں اُن سے انماض کیا جاوے اور نہ میں اُس متعصب بستی کو اچھا جانتا ہوں جس کا یہ خیال ہو کہ اول خلافت کے وقت کسی قسم کا دعویٰ حضرت علی نے نہیں کیا تھا خلافت کے سلسلہ میں اُن کا چہار جی درجہ تھا گویا حکم الہی تھا کہ آپ جو تھے خلیفہ ہونگے میں اس مقام پر اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا ورنہ شام کے مدعی خلافت کے ایک خط سے اور حضرت امام حسن کے خط سے جو بنام معاویہ ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴) ہر شخص سے مدت تک مستفسر رہے کسی نے اُنکے حال سے خبر نہ دی مگر بعضوں نے لکھو

دیکھا تھا اور آخر کار اویس قرنی اُس زمانہ میں جبکہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور امیر معاویہ سے صفین میں جنگ ہوئی تو حرج بن حیان کہتے ہیں کہ اُس وقت اویس قرنی کو میں نے دیکھا کہ وہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت با برکت میں تشریف لائے آپ کو سلام کیا آنحضرت نے اُنکے آنے پر خوشی ظاہر کی اور خیر دعائیت دریافت کی اویس آپ کے پاس رہے یہاں تک کہ حرب صفین میں شہید ہوئے رحمۃ اللہ علیہ اور انھیں اویس کی نسبت سلمان مساوی شاعر نے یہ شعر نظم کیا تو اسے سالما بایدا کہ نایک مرد حق پیدا شود

در خراسان یا اویس اندر میں ترجمہ از تاریخ اٹھم کوئی متعلق ذکر خلافت حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فقط
خلاصہ نامہ معاویہ تمام حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام - اما بعد بدانکہ جسد وہ جزو ست جزو در تو مر کب است
و یکت رحلہ عالیان حکم آنکہ ہر کس کہ بعد از مصطفیٰ خلافت را معین گشت است و ہما جزو انصار بر امامت او اتقان
کرده اند تو او را حسد برده و بروی افزونی جستہ و بہر وقت کہ با خلیفہ بیعت یا بستن کرد تو را ہچنان بہ بیت میکشد
آمد کہ شتر رمنده را با ہمار میکشد و او با کراہت می آمدہ باشند از دل بہیت میکردہ این خود نوے دیگر بود

خلاصہ جواب نامہ معاویہ از امیر المومنین علی علیہ السلام - اما بعد نامہ تو رسید و خواندہ آمد و مضمون معلوم گشت فصلہ
معنی حسد نوشتہ بودی مرا تتم کردہ معاذ اللہ در جہان ہرگز کسی را حسد نبرده ام حدیث تاخیر من در بیعت
با خلفاء چون مصطفیٰ را وفات رسید و اختلاف میان ہما جزو انصار پیدا آمد ہر طائفہ سیگفتند خلیفہ از ما باید
باشد قریش گفتند سے رسول خدا از ما بود خلیفہ او باید از ما باشد این سخن را مسلم داشتند و ما اہلبیت
مصطفیٰ ایم و بخلاف از ہمہ کس سزاوارتریم و دران وقت کہ بابو بکر بخلافت بیعت کردند بدر تو بوسفیان
نزد یک من آمد و گفت تو بخلافت اولی ترین از پس بوقفاہ دمن یا مومنین تو ام و ہر کس کہ بر مراد تو سخن

گوید و با تو مخالفت کند دفع او کتم تا دفع پسہ بوقافہ کنند تا خلافت بر تو مقرر گردد ہم من رضا ندادم و برانچہ مسلمانان اتفاق کرده بودند تیغ فرودم و منگو استم کہ میان امت محمد رسول اللہ محاربت و منازعت افتد و پدر تو این سخن بدل و جان میگفت۔

تاریخی واقعات کے ثبوت اور انکی تصدیق کے واسطے اس سے بڑھکر اور کوئی قوی ذریعہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کے خطوط سے استدلال کیا جائے اور خطوط بھی ایسے جنکو ان شخصوں نے لکھا ہو جن پر وہ واقعات گذرے ہوں یا انکے روبرو پیش ہوئے ہوں مذکورہ خطوط کی حالت یہی ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے دعویٰ خلافت اور انہما حقیقت کیا تھا اور گو ان خطوں میں تذکرہ نہیں ہے مگر آپؐ پیغمبر کی تجہیز و تدفین میں مشغول تھے اور آپ کی عدم موجودگی میں خلیفہ اول کا انتخاب ہو چکا تھا پس جب ایک قضیہ کا فیصلہ اس طرز سے ہو گیا تھا اور آپ کو محروم کر دیا گیا تھا تو حسب بیان مورخ کو فی خلیفہ نے آپ کو بلایا اور بیعت کو کہا تھا اس جلسہ میں آپ نے اپنے حق کا اظہار فرمایا تھا بلکہ بشیر بن البراء کے کہنے پر کہ اگر آپ جلسہ میں موجود ہوتے تو ہم آپ ہی سے بیعت کرتے آپ نے فرمایا تھا کہ اے بشیر کیا تم پسند کرتے تھے کہ حسب مظهر رسول خدا اگر ہی میں رہتا اور میں تجہیز و تدفین کی فکر نہ کرتا اور خلافت کے واسطے منازعت کرنا شروع کر دیتا دربارہ آپ کی بیعت کے مناقشہ ضرور ہوا تھا اور آپ مجبور کیے گئے تھے سنت و جماعت ان تمام تاریخی صداقتوں سے الکار کرتے ہیں مگر شیعوں کا ہمیشہ سے یہ دعویٰ رہا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کا حق تھا اور بیعت کے واسطے آپ کو تکلیف دی گئی تھی اور یہی کہتے رہ گئے یہ کہنا انکا حق بجانب ہے کیونکہ امیر معاویہ بھی انکے اس دعوے کی اپنے خط میں تصدیق کرتے ہیں کہ آپ کو بیعت کے واسطے ایسا کھینچا جیسا کہ شتر مندہ کی فہار کو کھینچتے ہیں حق خلافت کا دعویٰ آپ نے بھی کیا تھا اور جناب امام حسنؑ نے بھی اس دعوے کو قائم رکھا تھا اور یہ دعویٰ ہمیشہ رہا جنکی صداقت کے واسطے مذکورہ خطوط کافی ہیں۔ اس زمانہ کے شیعوں کا بھی یہی دعوے تھا اور وہی آج تک چلا آتا ہے شیعوں نے انہی طرف سے یہ دعوے بلا دلیل نہیں کیا تھا۔ م

اعظم کو فی مین دین ہین ثابت کر دیا کہ بعد وفات حضرت پیغمبر خلافت کے باب مین کیا ہوا
 تھا مختلف روایات کی بنا پر جو مباحثہ درمیان شیعہ و سنی کے خلافت کی نسبت چلا آتا ہے
 اوس سے کسی امر حق کا اظہار جیسا کہ چاہیے نہیں ہو سکتا تاریخی قول فیصل قابل اطمینان
 ہے اور اس تاریخی حکم سے بڑھ کر تحفہ اثنائے شریہ اور ذوالفقار وغیرہ سے محاکمہ نہیں ہو سکتا
 کیونکہ یہ کتابیں محض واقعات کی ترتیب سے نہیں لکھی گئی ہین یہ مختلف روایات کی
 بنا پر مرتب ہوئی ہین اور روایتوں کی یہ کیفیت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے کی تردید
 روایتوں سے کرتا ہو تو دوسرا فریق اس سے بڑھ کر اور راویوں کے اعتبار سے اسکا
 جواب دیدیا کرتا ہے احادیث کی راویوں نے ان کثیر التعداد اصحاب کی نسبت جو
 حدیثیں کہ جناب رسالت مآب کے زبان مجربیان سے فرمائی ہین روایت کی ہین جنہیں
 کہ ان اصحاب کے محمد اور فضائل اور مناقب کا ذکر ہو اور دوسری جانب اولاد پیغمبر
 اور اہلبیت کے فضائل کے متعلق کثرت سے احادیث ہین یہ زمانہ رسالت کا بیان
 ہو کہ وہ زمانہ ظاہری مناقشات سے پاک تھا مگر بعد وفات حضرت سرور کائنات خاں
 خلافت کے باب مین جو اختلاف صحابہ مین ہوا تھا اس کے نتائج سے وہ فقیر صحابہ کی
 حالت مین نہ پیدا ہوا تھا جو حضرت علی کے دعویٰ خلافت کو بالکل باطل کرنے والا
 ہوتا دوسری خلافت تک نہ کسی خلیفہ نے آپ کے فضائل اور محمد اور مناقب سے
 انکار کیا تھا اور نہ کوئی مسلمان اس سے انکار کرتا تھا پس شیعہ خم غدیر کے واقعات
 سے بیان کرنے ہین کہ بعد رسول خلافت کا حق حضرت علی کا تھا اور آپ نے دعویٰ
 ضرور کیا تھا آپ ہی مے سکوت اختیار فرمایا تھا کہ باہمی جنگ سے اسلام کو مصدمہ
 عظیم ہو چوچکا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے قائم رہنے کے مقابلہ مین حق خلافت کے

حاصل کرنے لیے آپ کی جانب سے زیادہ کد و کاوش نہیں ہوئی جیسا کہ اسی امر کو خود آپ نے اس وقت ظاہر فرمایا تھا جبکہ خلیفہ سوم کو خلافت حاصل ہوئی تھی لیکن عبد اللہ بن عباس کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جب میں نے دیکھا کہ مہر اور نکی خلافت پر راضی ہو گئے میں نے نہ چاہا کہ مسلمانوں کے مخالف ہوں کہ فتنہ درمیان امت کے پیدا ہو۔

غرض کہ دوسری خلافت تک شیعہ بجز چند الزامات کے جنگی تردید نہیں ہو سکتی اور کوئی الزام ایسا قائم نہیں کر سکتے کہ حضرت علی کی شان میں جو احادیث ہیں ان کے بالکل خلاف کیا گیا ہو بلکہ اگر ثابت ہو سکتا تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے محامد اور مناقب اور مرتبہ کے سب تاہل سنتے کوئی ہنگامہ اس زمانہ میں پیدا نہوا تھا کہ اس سے ان خلافتوں کے خلاف نتیجہ پیدا کیا جاتا اور اگر ان مباحث سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے جو درمیان شیعہ اور شیعہ کے چند امور کی بابت ہو کرتے ہیں تو کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا کہ خلیفہ اول اور دوم نے خلافت کے زمانہ میں کسی ذاتی مطراق ظاہر کیا ہو انھوں نے از روئے شرع انصاف کیا خلافت کا حق اپنی اولاد کے واسطے قائم نہ کیا اسی سے انکی اولاد خلیفہ نہ ہوئی اور انھوں نے اپنی ذاتی اغراض کے واسطے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ اسلام کو تنزل ہو بلکہ ان کے ہر کام سے اسلام کو ترقی ہوئی۔

خلافت خلیفہ دوم خلیفہ دوم کے عہد میں خاص عرب کا اندرونی فتنہ و فساد باقی نہ رہا تھا وہ خلیفہ اول کے زمانہ میں دور ہو گیا تھا بیرونی ممالک کے فتوحات کا سلسلہ قائم ہوا تھا اسلام کا حکم تھا کہ بلا امتیاز انصاف ہو اور اسلام میں منجمد اور غریبوں کے یہ بڑی خیریں شائع کو ملحوظ رہتی کہ قوانین شریعت کا بلا امتیاز اثر تھا اور یہی ایک فقیر

مسلمان کا مرتبہ اور امار اور شاہ کا مرتبہ اسلام کی نظر میں مساوی تھا کسی قوم اور مذہب کا قانون اسلام کے قانون کے مقابلہ میں بلا امتیاز ثابت نہیں ہو سکتا جب عرب نے اسلام اختیار کیا تھا تو قبل ظہور اسلام جو حالت اونکی تھی صرف اسی میں اصلاح نہیں ہوئی تھی بلکہ اونکو ایک قانون دیا گیا تھا جس سے کہ غریب سے امیر تک اور امیر سے بادشاہ تک بحالت اسلامی ایک حکم میں کر دیے گئے تھے ایک زمانہ رسالت کا تھا کہ اُس میں سنت کا قیام ہوا تھا اور صحابہ کرام کو اُس خلوص اور محبت اور مصیبت اور محنت کا جو انھوں نے اسلام کے واسطے اور اسلام کی نسبت ظاہر فرمائی تھی دنیا اور آخرت کے لیے الہامی صلہ عطا کیا گیا تھا سنت کا لفظ اپنے وسیع معنی کے اعتبار سے ایسا ہو کہ اُس میں مذہبی اور ملکی اور قومی مقاصد کا بخوبی لحاظ رکھا گیا تھا پالیسی اور حکمت عملی کے الفاظ ملکی کارروائیوں تک محدود ہیں اور سنت کے لفظ سے ملک اور قوم اور مذہب کے متعلق جملہ مقاصد پیدا ہوتے ہیں اگر فن تاریخ نہوتا تو احادیث سے صرف ایک ہی زمانہ رسالت کے حالات دریافت ہو جاتے فن تاریخ میں یہی خوبی ہے کہ ہر زمانہ کے حالات اُس سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی دریافت ہوتا کہ اُس سنت اور ان احادیث پر بعد پیغمبر عمل کس طریق سے ہوا تھا ہم انسانوں کے مذہبی طریق اور قومی خصوصیات کو ان کے اقوال و افعال سے اسی موقع پر جانچ کرنا چاہتے ہیں اور تاریخ کے اعتبار سے یہ کو ثابت ہوا کہ خلیفہ دوم تک اوس لفظ سنت پر باتشاید چند امور کے شکال مال غنیمت سے اکثر ان کو سهم زیادہ دیا گیا بیشک عمل رہا تھا اور صحابہ ان احادیث کے مفہومات کے تحقق تھے ہم اس جگہ صرف خلیفہ دوم کے زمانہ کا وہ حال بیان کرتے ہیں جبکہ بنی امیہ کے

حاشیہ متعلقہ صفحہ (۵۹) خلیفہ دوم کے زمانہ میں خدیفہ یحییٰ رسالت یعنی سفارت ایسکر
 ہرقل کے پاس گئے تھے اس وقت اُس نے اور جیل سے ملاقات ہوئی تھی جبکہ کوہرقل نے
 وزیر کر دیا تھا اور جیل کا جاہ و چشم زیادہ ہو گیا تھا بروقت ملاقات کے اوسنے شفقت و
 مہربانی آپس کی اور مدینہ کے حالات دریافت کیے بعد اسکے جیل کے دین اسلام قبول
 کرنے اور ایک فقیر سے جو بروقت طواف خانہ کعبہ کے ایک شخص کی حرکت سے جسکے
 جہنم کے کھل جانے اور غصہ میں آکر جیل کے گھونسا مارنے سے پیش آیا تھا جسکا ذکر
 متن کتاب میں ہے کیا ہوا اسکا تذکرہ ہوا خدیفہ نے انصاف و مہربانی کو بیان کر کے
 بہت کچھ جیل کو بھی دیا کہ پھر دین اسلام قبول کرے مگر اوسنے تسلیم نہ کیا بعد جیل نے دعوت
 کی انواع اقسام کے کھانے موجود تھے بوجہ اسکے کہ ظروف چاندی اور سونے کے تھے خدیفہ نے
 کھانے سے کراہت ظاہر کی اس وقت جیل سمجھ گیا اور اسے حکم دیا کہ ایک خوان چوبی حاضر
 کیا جائے اوس میں ظروف بدل کر عمدہ سے عمدہ کھانے رکھے گئے خدیفہ کہتے ہیں کہ مثل
 اُن کھانوں کے میں نے نہیں دیکھے جو متواتر کھانے آتے تھے اسکے بعد شراب آئی
 اور جام شراب گردش میں آیا یہاں تک کہ نوبت خدیفہ کی پہونچی خدیفہ نے کہا معاف
 کیجیے اور جام کی گردش نہ کرائی اُس نے اشارہ کیا وہ موقوف ہو گئی جب فارغ ہوئے
 تو طشت اور آفتابہ لدریں آیا کہ ہاتھ دھوئیں خدیفہ کہتے ہیں کہ میں اوشہ کھڑا ہوا اور ایک
 گوشہ میں گیا اُس مقام پر کہ پانی روان تھا ہاتھ دھوئے پھر اپنی جگہ پر آگیا اچانک اسکے
 جانبہ رقص و سرود کا شروع ہوا وہ قصائد کہ جس میں تعریف خاندان جیلہ اور اوس کے وطن
 چھوڑنے کی نسبت تھی گائی گئی ان قصیدوں کو حسان بن ثابت نے تصنیف کیا تھا
 جبکہ نے کہا کہ اُس زمانہ میں حسان میرے پاس بہت آتے تھے خدیفہ سے دریافت کیا
 کہ حسان کی کیا حالت ہو خدیفہ نے کہا کہ حسان زندہ ہیں اور وہ کہ بہت یاد کرتے ہیں اور
 تمھاری باتیں اور تمھارے خاندان کا تذکرہ کیا کرتے ہیں اور تمھیں جو کچھ انعام اور احسان
 کیے ہیں اوسکو بیان کرتے رہتے ہیں مگر نامیا ہو گئے ہیں اور کچھ دیکھتے نہیں جیلہ نے اُنکو

پانچ سو دینار زر سرخ مع خدمت ارادہ ہا خلیفہ کی معرفت بھیجا اور کہا کہ جب آپ مدینہ پہنچیں تو میرا سلام حسان بن ثابت سے کہیں اور یہ ہدیہ پیش کر دیں جب خلیفہ مدینہ میں واپس آئے تو خلیفہ دوم سے جیلہ کا تذکرہ کیا اور وہ ہدیہ دیا کہ حسان بن ثابت کو بلا کر خلیفہ دیدین خلیفہ نے حسان کو طلب کیا اور دیکھا کہ ایک شخص اذکاماتہ پکڑے ہوئے لیے آتا ہوا جب مسجد میں آئے ابد سلام و جواب سلام خلیفہ نے وہ ہدیہ اذکاماتہ انھوں نے فی البدیہہ ایک قطعہ جیلہ کی شان میں پڑھا اور خوش و خرم اپنے گھر گئے خلیفہ کہتے ہیں کہ اثنار گفتگو میں میں نے جیلہ سے کہا کہ کچھ قرآن ہی یاد ہے کہ انہیں کل قرآن فراموش کیا لیکن ایک آیت کہ حسب حال میرے ہے مجھ کو یاد ہے وہ یہ ہے۔ ومن رتب غیر الاسلام دنیا فلن یقبل منہ وہو فی الآخرۃ من الناصرین۔ ترجمہ از تاریخ ائمتہ کو فی۔ یعقوب علی یہ بیان جو مجھے اپنی کتاب کے حاشیہ میں ایک مستند تاریخ کی سند سے لکھا ہوا اس سے صاف ثابت ہو کہ عرب عیسائیوں کے ساتھ عیسائیوں کا پکایا ہوا کھانا کھاتے تھے کیونکہ خلیفہ نے اس شخص کے ساتھ کھانا کھایا کہ جو پہلے شام کی شاہزادگی کے زمانہ میں بہت پرست تھا پھر اس نے اسلام اختیار کیا تھا پھر وہ مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا تھا اور عیسائی بادشاہ کے دربار میں اس کے عیسائی خادموں نے کھانا پکایا تھا وہ خلیفہ نے خلاف شرع نہ سمجھ کر جیلہ کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھایا تھا جبکہ ایک ایسے شخص سے اس عرب نے پرہیز نہیں کیا جس پر مذہبی انقلابات سے شرعاً اور طرز پر حد قائم ہو سکتی ہے اس کے کہنے کو خلیفہ نے حرام نہیں سمجھا تو ظاہر ہے کہ اہل کتاب عیسائیوں یہودیوں سے کوئی پرہیز نہیں ہو سکتا یا ان کے پکائے ہوئے کھانے اور ان کے ساتھ کھانے میں یہ بین ماریخی ثبوت ہے خلیفہ نے چاندی سونے کے ظروف شراب وغیرہ سے پرہیز کیا تھا اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کیا۔ از مصنف۔

اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ معایہ رقص و سرود کی مفلون میں شریک ہوتے تھے۔

متعلق تھا اُس سے بوجہ اور انصافانہ معاملات کی بوجی سمجھ میں آ سکتا ہو کہ خلیفہ دوم نے کیسا انصاف فرمایا جبکہ کا قصہ اس طرح ہے کہ وہ مع ایک سو ستتر آدمی کے جو اُسکے عزیز تھے مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا جب اُسکی آمد آمد سنی گئی تھی تو بڑی دھوم دھام سے استقبال ہوا تھا کیونکہ وہ ملک شام کا ایک شاہزادہ تھا جبکہ خلیفہ دوم حج کر رہے تھے اور جبکہ بھی طواف کر رہا تھا تو اٹار طواف میں ایک شخص کے پانوں کی حرکت سے جبکہ کا تہ بند کھل گیا اور وہ اُس مجمع میں برہنہ ہو گیا جبکہ غصہ میں آیا اور اُس نے ایک گھونسا اُس شخص کی ناک پر مارا کہ اُسکی ناک سے خون جاری ہو گیا خلیفہ دوم نے جبکہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یہ کیا حادثہ ہوا اُس نے کہا کہ عداً مجھ کو اُس شخص نے برہنہ کر دیا تھا مجھ کو خلق کی نظر میں رسوا کیا اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اُس تلوار سے کام لیتا خلیفہ دوم نے فرمایا کہ تو نے اپنی حرکت کا اقرار کیا اُسکو راضی کر دینا کہ حکم دیا جائیگا کہ وہ تیری ناک پر گھونسا مارے گا جبکہ نے کہا کہ امیر المؤمنین وہ ایک بازاری مرد ہے اور میں شاہزادہ ہوں میں نے جو اُس شخص کی حرکت سے اُسکو گھونسا مارا آپ فرماتے ہیں کہ وہ مجھ کو گھونسا مارے قسم خدا کی مجھ کو خیال تھا کہ جب مسلمان ہوگا تو میری عزت اور حرمت اُس سے زیادہ ہوگی جو جاہلیت میں تھی خلیفہ دوم نے فرمایا کہ شرائط مذہب اسلام برخلافت تو انین جاہلیت ہیں اگر راضی نہ کریگا تو اُسکا عوض لیا جائیگا کیونکہ احکام اسلام کل مسلمانوں کے واسطے برابر ہیں انصار نے جبکہ کی سفارش کی مگر خلیفہ دوم نے تسلیم نہ کیا کہ جبکہ سزا محفوظ رہے آخر کار جبکہ فرار ہو کر ہر قتل کے پاس پہنچ گیا اور عیسوی دین قبول کر لیا

مگر خلیفہ دوم نے خلافت سنت اور قرآن اسکے ذرہ بھی پروا نہ کی اور بلا امتیاز انصاف کرنا چاہا تھا۔

بنی امیہ کی خلافت میں شیعہ وشی کا ظہور بعد خلیفہ اول و دوم آل امیہ کے ایک راس و رئیس پر خلافت منتقل ہو گئی تھی خلیفہ اول و خلیفہ دوم کا عروج اور انکی ترقی زمانہ جاہلیت میں بھی تھا مگر انکو کوئی بڑا اقتدار ریاستی حاصل نہ تھا اور انکا قبیلہ بھی ریاست نہ رکھتا تھا مسلمانوں نے انکو ضرر نہ پہونچایا تھا اور جبکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے تو انکو بنی ہاشم یا کسی اور قبیلہ سے کچھ عداوت سابقہ نہ تھی خلیفہ سوم تو اس قبیلہ میں تھے جس قبیلہ کا حکومتی اقتدار عرب میں مشہور تھا یہ قبیلہ مکہ میں نہایت زبردست تھا اسی قبیلہ کی بدولت گویا پیغمبر کا لیفٹ کے منحل ہوئے اور اسی کے مہٹ آپکو مکہ سے مدینہ میں ہجرت کرنے کی ضرورت ہوئی ابوسفیان سے متعدد لڑائیاں ہوئیں اور جب مکہ فتح ہوا تھا تو اس قبیلہ کی حکومت خود مختار نہ رہی تھی مسلمانوں کی ماتحت ہو گئی تھی امیہ اور ہاشم میں اگر کچھ نزاع تقسیم ہوا تھا تو وہ تقسیم عجیب و غریب تھی اور اس تقسیم کا نتیجہ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنے دو لڑکوں میں اس طرح نزاع تقسیم کیا تھا کہ ایک کو ریاست کی حکومت دی تھی اور دوسرے کو قبرستان اور تہسبیح اور سجدہ گاہ عطا کی تھی اسنے یہ کیا تھا اور امیہ اور ہاشم میں گویا اس طریق سے تقسیم ہوئی تھی کہ ہاشم کو تو کتب خانہ کعبہ کا حق عطا کیا گیا تھا اور بنی امیہ کو حکومت دی گئی تھی۔ یہ قبیلہ صد سال سے برسر حکومت تھا آغا ز اسلام کے وقت جو ضرر اس قبیلہ پہونچایا اور جو صدمہ مسلمانوں کی جانب سے اسکو پہونچا وہ ایک تاریخی یادگار ہے گو اس قبیلہ نے اسلام اختیار کر لیا تھا اور ابی سفیان نے بھی تہذیب کے ساتھ

اسلام قبول کیا تھا مگر یہ اسکا اسلام مثل اور قبائل کے تھا اور نہ یہ قبیلہ اپنی حکومت سابق
 بھول گیا تھا اسکو حکومت سابق کا مزہ یاد تھا اور اس قبیلہ کے جو لوگ حضرت علی کے ہاتھوں
 زائد رسالت کی جنگ میں قتل ہوئے تھے اسکو بھی نہیں بھولا تھا پس جبکہ خلیفہ سوم کا
 تقرر ہو گیا تو اس سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا کہ ادھون نے اپنی خلافت کے
 زمانہ میں فرائض اور سنن نبوی کو ملحوظ رکھا تھا جبکہ سابقین نے کیا تھا اور ان کے
 خلافی زمانہ میں جہانگیر کی فتوحات کا سلسلہ ہے اس سے کسی مورخ کو انکار نہیں ہے
 مگر جن واقعات سے الزامات مورخین نے عائد کیے ہیں اور انکو کوئی دفع بھی نہیں
 کر سکتا وہ الزام مذہبی اور قومی دونوں ہیں جیسا کہ تاریخ اٹم کو فی اور دیگر تاریخوں میں
 درج ہو اس زمانہ میں جلا وطنی صحابہ کرام کا شمار ایسا پیدا ہوا تھا کہ انصار اور مہاجرین
 یہاں تک ناراض ہو گئے تھے کہ گویا شب و روز یہی چرچا رہتا تھا اور مصر اور کوفہ اور
 شام وغیرہ میں قبیلہ امیہ کے لوگوں کو برسر حکومت کیا گیا تھا کہ انکی کارروائی اور
 خلاف شرع احکامات سے خلقت نہایت پریشان ہو رہی تھی وہ ایک پُر آشوب
 زمانہ تھا اور جبکہ باوجود افہام و تفہیم کامل طور پر اصلاحات نہویں تو اسکا نتیجہ خیر کے
 اور کیا تھا کہ برخلاف خلافت ایک ایسا اتفاق ہو رہا تھا کہ اسکا نتیجہ ہوا جو کچھ ہوا اسلام
 میں ہی اولی خون تھا جو زمانہ آئندہ میں باہمی کشت و خون ہونے کی شہادت
 دیتا تھا اور یہی زمانہ تھا کہ اسلام میں سنی اور شیعہ کی تفریق کی خبر دیتا تھا اور یہی زمانہ تھا
 جس سے مشنط ہوتا تھا کہ صحابہ کے مرتبت اور منزلت کی نسبت جو احادیث ہیں انکی
 وقعت کہاں تک ملحوظ رکھی گئی تھی یہی زمانہ آگاہ کرتا تھا کہ عربوں کی اسلامی عادات
 میں کیسا تغیر امیرانہ و شاہانہ ہونیوالا ہے جبکہ خلیفہ سوم کو شہادت کا درجہ حاصل ہو چکا

تو اس زمانہ میں یہ چرچا ہوا تھا اور آل امیہ اور دیگر چند اشخاص نے یہ کنا شروع کیا تھا کہ حضرت عثمان کی شہادت حضرت علی کے مشورہ اور تحریک سے ہوئی، حالانکہ یہ خیال صحیح نہ تھا حضرت علی کو ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ خلیفہ سوم قتل ہوں مگر یہ ضرور تھا اور آپ چاہتے تھے کہ جو شکایتیں ہیں انہیں سنت اسلام کے بموجب اصلاح کی جائے تیسری خلافت نے جن وجوہ سے اصلاح نہ فرمائی انہیں وجوہ سے ہنگامہ برپا ہوا تھا حضرت علی کی تحریک اور مشورہ کی کچھ ضرورت نہ تھی آپ نے تو ان چڑھائی کرنا والوں کو منع کیا تھا اور حضرت امام حسن کو خلیفہ سوم کی حفاظت کے واسطے بھیجا تھا صحیح پاشا نے جو تاریخ حقائق الکلام فی تاریخ الاسلام ترکی زبان میں لکھی ہے اور جبکا ترجمہ فارسی زبان میں بمقام قسطنطنیہ طبع ہوا ہے اور اسکا ماخذ تاریخ ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ ہیں اسکی جلد اول میں انھوں نے خلیفہ سوم کے زمانہ میں جو حادثات پیش آئے تھے اپنا ایک محاکمہ کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ہنگامہ باہم مسلمانوں میں اس وجہ سے ہوا تھا کہ کثرت سے اصحاب رسول طاعون موماس اور عذنا روتی کی لڑائیوں میں شہید ہو چکے تھے اور سمجھانے والے اور فتنہ و فساد کے رومکنے والے بہت کم رہ گئے تھے اکثر وہ اشخاص تھے کہ انکو زمانہ رسالت کا بھول گیا تھا اور بہت ایسے تھے کہ انھوں نے حضرت نبوی کی صحبت سے فیض نہ پایا تھا وہ اپنے کو مستحق ریاست خیال کرتے تھے اور خلافت عظمیٰ کی توقیر و منزلت کچھ نہ کرتے تھے وہ چند فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے انہیں ایک عبد اقد بن سبا تھا کہ خلیفہ سوم کے زمانہ میں اسے ایک مذہب ایجاد کیا تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ مثل حضرت عیسیٰ کے پھر دنیا میں تشریف لائینگے اور حق خلافت آل رسول کا ہے اور دن بے غصب کر لیا کہ

اسکے پروردگار ہو گئے تھے بعد اسکے صبحی پاشا لکھتے ہیں کہ یہ الزام کہ حضرت عثمان نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو کوفہ اور بصرہ اور شام اور مصر میں حاکم کیا تھا اور انکی حکومت کے رعایا شکایت انکے غوغا کرتی تھی گرچہ ایک حد تک قابل ذکر تھا مگر ان الزامی واقعات کا نتیجہ جیسا کہ الزام دینے والوں نے پیدا کر رکھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ صبحی پاشا سمجھانے ہیں کہ خلیفہ سوم مروان اور حیا اور رحم کی صفات سے یہ صوف تھی قبیلہ بنی امیہ کے بعض اشخاص مہذبوت میں اور کثیر النعماء اشخاص عمدہ بنین میں بوجہ خدشات بزرگ متنازع تھے خلیفہ سوم نے اپنے زمانہ میں تنہا بن عامر کو دالی عراق کیا تھا مگر بنی ہاشم نے اس جو روحفا کو جو ہنگام ظہور اسلام آل امیہ خصوصاً ابوسفیان سے ہوا تھا یاد رکھا تھا اس ظلم کے وہ تحمل ہوئے تھے اور اس سبب سے بنی امیہ کی ترقی نہیں چاہتے تھے۔ اس ترکی مورخ نے اس بیان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جس جماعت نے تیسری خلافت پر غدر کیا تھا اسی جماعت کا تصور تھا۔ اب ایک جانب تو اس جدید مورخ ترکی کی تاریخ اور دوسری جانب مورخ کوفی کی تاریخ ہے جب ان واقعات کے مقابلہ میں جو کوفہ کے مورخ نے جمع کیے ہیں صبحی پاشا کے قیاسات پر غور کیا جائے تو اسکا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ ظاہر نہیں ہو سکتا کہ جن واقعات کی بنا پر ترکی مورخ نے محاکمہ کیا ہے وہ ان تفصیلی واقعات کی بنا پر نہیں ہو چکو کہ اشتم کوفی نے لکھا ہے قرآن اور واقعات سے یہی پایا جاتا ہے کہ اگر تیسری خلافت کے عہد میں بنی امیہ کے اقتدار کی حفاظت اور اصلاح کیجاتی اور ان واقعات کی بھی اصلاح بخوبی ہو جاتی جسے کہ شکایت پیدا ہو رہی تھی تو ہرگز وہ غدر نہ ہوتا جس پر صبحی پاشا کو تاویلات کی ضرورت ہوئی ہے۔ اس ترکی مورخ نے حضرت علی کی نسبت لکھا ہے کہ آپ نے نہایت درجہ

کوشش کی کہ اس شر سے حضرت عثمان محفوظ رہیں مگر وہ مجمع ایسا بڑھ گیا کہ آپ کے
 سمجھانے کا اثر آپس پر نہ ہوا یہی نتیجہ اٹھم کوئی کے جمع کیے ہوئے واقعات سے بھی ظاہر
 ہوتا ہوا اور یہی واجب التسلیم ہے یہ تیسرا دور خلافت کا بھی ختم ہوا مگر بجز اس کے کہ حضرت
 علی نے اپنے حق خلافت کا اظہار فرمایا تھا اور کوئی اثر ظہور پذیر نہ ہوا تھا کہ وہ نئی شیعہ کے
 پیدا ہونے کا سبب ہوتا حضرت علی کے دعویٰ خلافت سے تو یہی ثابت ہوتا ہے
 کہ آپ نے اپنی حقیقت کا اظہار فرمایا تھا جیسا کہ صدر مین نے بیان کیا ہے اس کے
 سوا آپ خلیفہ نہ ہوئے تھے کہ اس خلافت سے کوئی طبقہ اور قبیلہ انکار کرتا اور سنی اور
 شیعہ کی تفریق صاف طور پر ہو جاتی ہر امت متفقہ میں اسی وقت مختلف فرقے پیدا
 ہوا کیے ہیں جبکہ اختلافات واقع ہونے ہیں اگر نہ یہی اختلاف ہوتا ہو تو نہ ہی اور
 اگر ملک کے متعلق ہوتا ہو تو ملکی فرقے پیدا ہو جایا کرتے ہیں مسلمانوں میں شیعہ اور
 سنی کی تفریق صرف حضرت علی کے دعویٰ حق خلافت اور امت سے نہیں ہوئی اس
 امر کو تسلیم کرنا چاہیے کہ آپ نے دعویٰ اور حقیقت کا اظہار ضرور کیا تھا مگر اس دعویٰ
 اور اظہار حقیقت سے یہ مقصد نہ تھا کہ آپ نے کسی خلیفہ کی خلافت سے انکار کیا ہو
 اور ایسا انکار جس سے کہ اسلام کو صدمہ پہنچتا ہو مگر آپ کو منظور تھا ہر چند کہ خلیفہ سوم کے
 شرعی نظم و نسق کی نسبت اختلاف ہوا تھا مگر وہ اختلاف اس نظام کی اصلاح کی
 غرض سے تھا جو اس زمانہ کے مسلمانوں کو خلافت سنی ثابت ہوتا تھا مگر اس میں اور
 انصار اور دیگر صحابہ کبار خلیفہ سوم کی خلافت سے انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ان کے
 فضائل سے منکر تھے انکا اصلی مقصد یہ تھا کہ ان نظام میں اصلاح ہو اور اگر نہ ہو تو
 کسی اور کو جانشین کریں کہ اس اشار میں مصر وغیرہ کے غداروں نے غدار کیا اور

تیسری خلافت کو قائم نہ رکھا اب خیال کرنا چاہیے کہ ایک دور خلافت اول کا تھا
جس میں خلیفہ اول نے سنت نبوی کو قائم رکھا اُس پر خود بھی عمل کیا اور ہر مسلمان سے
عمل کرایا تھا دوسرا دور دوسری خلافت کا تھا کہ فاروق اعظم نے اُسی طرح سنت رسول پر
عمل کیا اور کرایا جس طرح کہ خلافت اول میں ہوا تھا تیسری خلافت میں ایسے واقعات
ہوئے کہ درمیان قبائل عرب کے اختلاف عظیم ہوا اس اختلاف کے نتیجہ سے ایک
قسم کا تفرقہ امت میں ہوا تھا اور قبیلہ بنی امیہ کے مقابلہ میں اور قبائل عرب بہ لحاظ
ادب سنت و فرائض اسلامی یہ اعتبار شرعی تنظیمات خلافت سوم کو اُس درجہ پر
نہیں خیال کرتے تھے جیسا کہ سابق کی دو خلافتوں کو جانتے تھے قبیلہ بنی امیہ خلافت
سوم کا مرتبہ دونوں خلافتوں کے برابر سمجھتا تھا مگر بعض قبائل عرب خصوصاً عمار یا
اور ابوذر کے قبیلہ کو تیسری خلافت کی نسبت جو اختلاف ہوا تھا اُس کا نتیجہ بنی ہاشم کے
پیشوا حضرت علی کی تائید کے متعلق تھا مگر ان اختلافات قبائل پر یہی رائے قائم ہوتی
ہوئی کہ گو بنی امیہ کے مقابلہ میں مختلف فرقے پیدا ہوئے ہوں جیسا کہ صبحی پاشا لکھتے ہیں
تاہم اُس زمانہ کے واقعات ایسے مخلوط ہیں کہ اُن سے سنی و شیعہ کی تفریق اُس طریق پر
بخوبی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ امیر معاویہ اور خلافت چہارم کے زمانہ جنگ میں ہو گئی تھی۔
سنی و شیعہ کی تفریق صبحی پاشا نے جس یہودی النسل عبداللہ بن سبا کو خلافت
سوم میں ایک فرقہ کا موجد قرار دیا ہو یہ وہی عبداللہ بن سبا ہے جسکی ایجاد مذہب سے
ہمارے زمانہ کے اہل سنت و جماعت شیعوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ شیعوں کا
مذہب ایک یہودی مسلمان کا ایجاد کیا ہوا ہے بنی صبحی پاشا کی تحریر کا ترجمہ اوپر کر دیا ہے
اُس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اعتقاد کبھی ان شیعوں کا نہ تھا جو حضرت علیؑ کے

ہمدوم و ہمز اور یا و رد و گارتھے اور آپ کی تعلیم سے فیض پاتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں گے نہ انکا اعتقاد تھا اور نہ ثابت ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ علیہ السلام نے اس اعتقاد کی تعلیم فرمائی ہو یا کبھی زبان مبارک سے ارشاد کیا ہو کہ پیغمبر پھر دنیا میں تشریف لا کر تبلیغ رسالت فرمائیں گے ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ عبد اللہ بن سنانے ایسا نہیں کہا تھا اور نہ ہکوا اس سے انکار ہے کہ انکا نتیجہ لوگوں نے نہیں کیا تھا مگر نہ شیعوں کا مذہب انھوں نے ایجاد کیا تھا اور نہ کسی شیعہ کا کسی قرن میں یہ اعتقاد ہوا تھا ہاں شیعہ ہمیشہ سے آل رسول کا حق خلافت سمجھتے تھے اور اس اعتقاد کی تعلیم انکو اپنے ائمہ اطہار کے ذریعہ سے ہوئی تھی کیونکہ تاریخ غم کوئی اور دیگر تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ اور حسین علیہم السلام اور دیگر ائمہ معصومین نے خلافت کا حق بخیر اپنے اور کسی کا ظاہر نہیں فرمایا تھا شعی و شیعہ کی تفریق اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جسکو کہ ہم بیان کرنے ہیں۔

جس زمانہ میں کہ حضرت علیؓ پر حق خلافت منتقل ہوا تھا پیشین گوئی ہو سکتی تھی کہ جس فتنہ و فساد کے زمانہ میں آپ کی خلافت کا آغاز ہوا تھا اسکا انجام باہمی مناقشات اور مقاتلات سے مبرانہ رہیگا تاریخ میں ایک مقام پر لکھا ہو کہ غنیمت کا مال قبل خلافت حضرت علیؓ تقسیم ہوا تھا عرب نہایت خوشی اور مسرت سے حصہ لے رہے تھے اور ایک عرب گریہ و زاری میں مشغول تھا دریافت کیا گیا کہ یہ مقام خوشی کا ہے یا رونے کا اسنے کہا کہ میں روتا اسوجہ سے ہوں کہ مجھکو عربوں کی طمع و ہمد و دنیا اور حرص مال و دولت سے مسلمانوں کا انجام بخیر نہیں معلوم ہوتا اس عرب کا یہ مقولہ خلافت چہاری کے وقت پورا ہوا۔ اکثر قبائل عرب آپ کی

خلافت سے باین وجہ مخالفت تھے کہ آپ ناجائز اور خلاف شرع مال و دولت کے حاصل کرنے کو نہایت برا سمجھتے تھے اور یہاں تک احتیاط تھی کہ ایک مرتبہ تقسیم مال کے وقت کہ اسی مال سے ایک بوریا خرید کیا گیا تھا اور چراغ کا تیل آیا تھا رات کے وقت چند عرب آپ کی ملاقات کے واسطے آئے جو کہ اُس مال کے مستحق نہ تھے آپ نے وہ بوریا اٹھوا دیا اور چراغ گل کر دیا کہ مبادا وہ اُس بورے پر بیٹھ کر چراغ کی روشنی سے فائدہ اٹھائیں یہ اس واسطے تھا کہ آپ کے ذاتی مصارف نہ روغن آیا تھا اور نہ بوریا وہ عرب آپ کی ذاتی ملاقات کے واسطے آئے تھے وہ اُس مال کے مستحق نہ تھے اور جب حق نہیں رکھتے تھے تو شرعی انصاف کا یہی مقتضا تھا جیسا کہ آپ سے ظہور میں آیا خلافت حقہ کے حکم احکام شرعی کے یہی اصل اصول تھے کہ ترک منیات اور امر بالمعروف کی تعلیم ہو مگر جن عسری قبیلوں کو ناجائز طریق سے مال حاصل کرنے کا چسکا پڑ گیا تھا اور وہ خلاف شرع تصرف و غلب کے عادی ہو گئے تھے اُن سے چوتھی خلافت کا مقابلہ ہوا تھا وہ خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے اور خلافت اُن کے خلاف تھی یہ بھی ایک سبب باہمی کشش کا ہو گیا تھا جسکی تائید بھی پاشا کی تاریخ سے ہو سکتی ہے کہ حضرت علی زہد و تقویٰ اور جمیع صفات اسلامی سے موصوف تھے برخلاف اسکے دیگر قبائل عرب اُس ناجائز دنیوی ہوا و ہوس میں مبتلا ہو گئے تھے کہ چوتھی خلافت کے شرعی احکامات کے قبول کرنے کی انہیں بالکل قابلیت ہی نہ رہی تھی علاوہ اس متضاد حالت کے یہ بھی ہوا تھا کہ عمال اور دایان بنی اُتبہ کے عزل کا انتظام کیا گیا اور بجائے اُن کے حضرت علی نے اُن لوگوں کو مقرر فرمایا تھا جو آپ کے نزدیک باایمان اور سنت نبوی پر

عمل کرنے والے اور عمل کرانے والے تھے پس اول ظلمہ وزیر حضرت علی کی سبیت
 ترک کر کے مکہ کو روانہ ہوئے اور وہاں بنی امیہ اور دیگر قبائل کو شریک کر کے خلافت
 سے جنگ پر آمادہ ہوئے اور آخر کار اُس اختلاف اور تفرقہ کا نتیجہ جنگ جمل ہے۔
 آنحضرت نے بظاہر خون عثمان کا دعویٰ کیا تھا مگر در پردہ اپنی کامیابی کے واسطے
 خلافت سے انکار کیا تھا اگرچہ ایک امتیازی تفریق مسلمانوں میں بڑا نہ خلافت
 ثالث شروع ہو گئی تھی مگر جن وجوہ سے جنگ جمل ہوئی اُس سے اُس تفرقہ کی
 بخوبی تصدیق ہو گئی جن لوگوں نے یا جس قبیلہ نے حضرت علی کی خلافت
 اور امامت سے انکار کیا تھا اُس سے اُنکا مقصود تھا کہ حضرت علی کی خلافت
 اور امامت قابل تسلیم ہے اور نہ آپ کی تعلیم قرآن مجید اور نہ احکام متعلق سنت
 جماعت قابل قبول اور لائق عمل ہیں اُنکا خیال تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے توسط سے
 جو احکام نبوی نافذ ہوئے وہ واجب العمل ہیں اور اُنکی خلافت اور امامت
 لائق تسلیم ہے اس مباحثہ نے امت میں تفرقہ پیدا کر رکھا تھا اور ہر فریق
 سنت و جماعت اور قرآن کو اپنے واسطے عروۃ الوثقی سمجھتا تھا فرق صرف
 پیشواؤں اور ہادیوں کی نسبت تھا ایک کتا تھا کہ سنت نبوی پر ہم عامل
 ہیں اور جن پیشواؤں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہو اور پہنچ رہے ہو وہی درست
 اور حق بجانب ہو دوسرا فریق جو حضرت علی کی خلافت اور امامت کی تائید کرتا تھا وہ حضرت
 علی کو پیشوا دین سمجھتا تھا اور کتا تھا کہ کتاب اور سنت و جماعت پر ہم عمل کریں گے
 ہیں کیونکہ ہم تک حضرت علی کے ذریعہ سے اور آئندہ آپ کے اولاد کی معرفت جو
 احکام شرعی متعلق سنت و جماعت پہنچینگے وہ حق ہیں۔ اس نفاق انگیز بحث

و مباخضہ کو زنی ہوتی جاتی تھی اور جس زمانہ میں کہ مہار بہ محل میں ناکامی ہوئی تو اکثر
 نبی امیہ دارالامارت و شوق کے دربار میں پہنچ گئے تھے اور امیر معاویہ کے مشورہ
 میں شریک ہو کر اُس جنگ کی تحریک کی جس سے کہ امت اسلامیہ کو نہایت ہی
 صدمہ پہنچا دربار شام بھی اُس خلافت حقہ کا منکر ہوا تھا اور اسکا خیال تھا کہ امیر
 معاویہ کو خلافت رسول زیا ہے وہ چند روز بظاہر طالب مقاصد خون عثمان رہا
 مگر پردہ جو خواہش اُس دربار کی تھی آخر کار ظاہر ہو گئی اور دونوں لشکر جنگ پر
 آمادہ ہوئے مہار بہ محل میں حضرت علی کے ہمراہ صحابہ رسول بہت کم تھے اہل عراق
 اور مصر وغیرہ کے باشندے تھے صفین میں جو امیر معاویہ سے متعدد ایمان ہوئے
 اسیں حسب بیان اعظم کو فی حضرت علی کے ہمراہ آٹھ سو انصاری تھے اور نو سو
 وہ صحابی تھے جنہوں نے ایک درخت کے نیچے حضرت محمد مصطفیٰ سے بیعت کی تھی
 اور انہی صحابی ان اصحاب سے تھے جسے جنگ بدر میں خدات نمایان ہوئے اور
 انہی اصحاب رسول خدا تھے ان اصحاب کرام اور دیگر مہاجر و انصاری نے آپ کی خلافت
 اور امت کو قبول کیا تھا اکثر مہاربات صفین میں شہید ہوئے تھے یہ ایمان بہت
 اسلامیہ میں ایسی ہوئے کہ ایک فرقہ جو حضرت علی کی خلافت اور امت کی تائید
 کرتا تھا وہ شیعہ اس لحاظ سے کہا جاتا تھا کہ اسکا اعتقاد تھا کہ حق خلافت حضرت علی اور
 آل رسول کا تھا اور ہے اور حضرت علی نے بھی بارہا فرمایا کہ حق خلافت میرا تھا مصلحت
 میں نے اُس حق کے حاصل کرنے کے واسطے کوشش نہیں کی کہ اسلام کو ضرر پہنچا
 بعد ان جنگ صفین میں شیعہ کا لفظ اسی جماعت کے واسطے مخصوص ہو گیا تھا جسکا
 خیال تھا کہ خلافت کا حق حضرت علی اور آپ کی اولاد کا تھا اور کتاب تہران مجید اور

سنن نبوی کی تعلیم حضرت علیؑ اور آپکی اولاد کے توسط سے قبول کرنا تھا شیعہ بھی سنت
 و جماعت کے مدعی تھے اور اسی سنت اور جماعت کو تسلیم کرتے تھے جسکی کہ تعلیم حضرت
 علیؑ کے ذریعہ سے ہوتی تھی اسکے مقابلہ میں ایک گروہ امیر معاویہ کی جانب قائم ہوا تھا کہ
 اُسکو سنن امیر معاویہ اور سنن ان شام کہا جاتا تھا اس جماعت کا خیال تھا کہ حضرت علیؑ
 اور اولاد رسول مستحق حق خلافت نہیں ہیں بمقابلہ حضرت علیؑ امیر معاویہ مستحق خلافت
 اور امامت ہیں اور خلفاء ثلاثہ مستحق خلافت اور امامت تھے۔ سنن امیر معاویہ اور
 سنن ان شام اسی تعلیم کتابی و سنتی کو تسلیم کرنے والے ہو گئے تھے جو انکے مقبولہ اخلاق و
 ذریعہ ان تک پہنچی تھی سنت ایک تھی مگر اس زمانہ میں دو جماعتوں نے جبکہ وہ
 امامت اور خلافت کے باب میں مختلف ہو گئی تھیں تو انہوں نے اختلافی حیثیات
 اپنے اپنے امام و خلیفہ کی تعلیم پر اتفاق کر لیا تھا ابھی تک اسلام کی تقسیم دو جماعتوں
 میں ہر سری طور پر شروع ہوئی تھی کہ اس اثنائے میں جبکہ حضرت علیؑ کے لشکر کا غلبہ ہو گیا
 تھا اور قریب تھا کہ امیر معاویہ پر کامل طور سے آپ کا لشکر فتیاب ہو کہ ابن عباس کے
 شورہ سے امیر معاویہ نے قرآن مجید کو بیرون پر آویزاں کر دیا کہ جو فیصلہ قرآن مجید
 کرے اُسکو دونوں فریق تسلیم کریں قبل اسکے امیر معاویہ نے اشعث کنذی او
 بعض اور سرداران لشکر حضرت علیؑ سے سازش کر لی تھی کہ جب قرآن مجید بیرون
 پر آویزاں ہو تو تم تبرہ مارنا اور تمام لشکریوں کو ممانعت کرنا اور پھر کا دینا جبکہ
 قرآن مجید بیرون پر آویزاں نظر آیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں
 اور یہ قرآن صامت ہو اور حیلہ اور مکر سے قرآن آویزاں کیا گیا ہے تبرہ مارنا چاہیے
 مگر اشعث کنذی و غیرہ جو پہلے سے ساز رکھے تھے انہوں نے انکار کیا اور دوسروں کو

بھڑکا کر بالکل جنگ کرنے سے پرہیز کیا درحقیقت آپ کو اس کئے کا مرتبہ حاصل تھا کہ
 میں قرآن ناطق ہوں کیونکہ ثابت ہو سکتا ہو کہ قرآن مجید کے معانی اور مطالب الہامی
 پر جیسا کہ آپ کو عبور تھا بعد پیغمبر کیسے کہہ سکتے تھے نفس قرآن کو کبھی نطق حاصل نہ تھا اسکے
 معانی اور مطالب تو اسکے جلتے والے کی نطق پر موقوف ہیں پس آپ نے اگر فرمایا
 کہ میں قرآن ناطق ہوں اور وہ قرآن صامت ہو تو ہم اس کو ایسا ہی صحیح سمجھتے ہیں
 جیسا کہ آیات بنیات کو صحیح جانتے ہیں عین معرکہ میں یہ طولانی سلسلہ گفتگو کا پیدا ہوا تھا
 معاویہ کو پوری شکست ہو جاتی مگر ابن عاص کی چالاک سے ان کو کامیابی ہوئی اور
 خلیفہ چارم کی فتح ہو جاتی مگر اشعث اور دیگر سرداران عرب کی سازشی حالت سے
 کہ وہ آپ کے کئے پر عمل کرنے والے نہوے اور آپ کو چھوڑ دیا اس لحاظ سے کہ
 آپ کو کامل فتح حاصل نہوئی۔

خواجہ کاظموں نے حضرت علیؑ کے لشکر میں یہ گفت و شنید ہو رہی تھی اور ایک غوغا
 تھا کہ ایک شامی اہل حق گھوڑے پر سوار قرآن کھولے ہوئے آیا اور حضرت علیؑ کے
 لشکر کے سردار ایک آیت پڑھی جس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ ایک جماعت ہے کہ اس کو
 کتاب خدا بتجالی کی جانب بلاتی ہے کہ درمیان اسکے جو کچھ خدا فرماتا ہو حکم کریں یہ کلام
 کرتی ہو اور خدا کے حکم سے اعراض کرتی ہو، وہ شامی اشعث اور معاویہ کی گفتگو کے
 بعد بھیجا گیا تھا اور مقصود اس آیت کے پڑھنے سے یہ تھا کہ امیر معاویہ قرآن کی جانب
 بلاتے ہیں اور حضرت علیؑ اور آپ کے اصحاب اور شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں
 تاکہ آپ کے لشکر میں آپ کی جانب سے زیادہ برہمی ہو اشعث نے آپ کو انکار ہی
 کیا تھا اس کا چرچا ہو رہا تھا اس وقت آپ کے لشکر کے درمیان اختلاف آرا ہو گیا ایک

جماعت نے کہا کہ ہم کو خدا کی کتاب کی جانب طلب کیا جاتا ہو اسکو قبول کرنا چاہیے
 دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم میں اب جنگ کی طاقت اور قوت نہیں رہی اور ہمارے
 مبارز ہلاک ہو چکے ہیں اب کہ جنگ سے نجات ہونے والی ہے لہذا ہم اسی کو تسلیم
 کرتے ہیں کہ ہمارے اور آدمی ہلاک نہ ہوں تیسرے گروہ نے کہا کہ یہ مکرو کید ہے ہم
 اسکو قبول نہیں کر سکتے اور برابر جنگ کر نیگے اسکے بعد آپ کے با اقتدار شیعوں نے
 علیہ علیہ تقریریں کیں کہ اُن سے آپ کے مقاصد ایانی کی تائید ہوتی تھی پھر ان
 معارف سپاہ اور اکابر صحابہ اور اعیان لشکر نے آپ کی جانب خطاب کیا اور کہا کہ
 آپ کی کیا رائے ہو جو صلاح آپ کی ہو وہ ہم کو بسر و چشم قبول ہے اس قیل و قال کا
 آواز بلند تھا کہ میں ہزار آدمی از ستر تا پاسبان تلواریں برہنہ لیے ہوئے آئے انکی
 جبین سے آثار سجود پیدا تھے اور انہیں ایک طبقہ قاریوں کا تھا کہ بعد وہ خارجی
 ہو گئے تھے اس شکل اور صفت سے آپ کے روبرو آئے ان قاریوں میں سے
 ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اس جہت سے خلیفہ
 ثالث کو قتل کیا تھا کہ میں نے اُسے کہا تھا کہ ہم میں بموجب احکام کتاب خدا عمل کیجیے
 انہوں نے انکار کیا آج کے دن ایک جماعت تم کو خدا کی کتاب کی جانب دعوت
 دیتی ہے تم اسکو قبول کرو ورنہ تم کو گرفتار کر کے اس جماعت کو دیدینگے اور اگر یہ نہ ہوگا
 تو جس طریق سے خلیفہ ثالث کو قتل کیا تھا اسی طریق پر آپ کے ساتھ پیش آئیگی
 آپ ان تاویلات مختلفہ اور کلمات مختلف کو سنتے تھے اور تعجب کرتے تھے اور فراموش
 تھے بعدہ آپ نے بیان فرمایا کہ اسے قوم اول جس شخص نے کتاب خدا کو قبول
 کیا تھا میں تھا اور اول سے آخر اس واقعہ تک اُسے میں نے بھی کہا اور کتاب خدا

اور آنکو خدا کی کتاب کی جانب بلاتا ہوں تم مجھے کیونکر کہہ سکتے ہو کہ میں خدا کی کتاب سے عدول کرتا ہوں میں نے روز اول سے ہی کہا اور کہو گا اب فسوق بھی ہو گیا ہو کہ میں کل جو گزر گیا ہو امر تھا یعنی حکم دینے والا اور آج مامور ہوں کہ جو تم کہتے ہو اسکو جبراً قبول کروں اور کل نا ہی تھا اور آج منتهی ہوں الغرض یہاں تک اس گفتگو کو طول ہوا کہ مجبوراً اشتراخی کو جنگ سے واپس ہونا پڑا اور جنگ موقوف ہو گئی بعد اسکے غائبی ہونے والے گروہ نے آپ سے کہا کہ حکم ہونا چاہیے آخرش ابو موسیٰ اشعری جنکو حضرت علیؑ نے منظور نہ فرمایا تھا صرف غار جیون کی تحریک سے حکم ہوے اور معاویہ کی جانب عمرو عاص کا انتخاب ہوا تھا اور بارہ ابو موسیٰ کے حضرت علیؑ کے گروہ میں اختلاف ہوا تھا اور خود آپ آنکو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ آپ سے سابقہ خصومت رکھتے تھے اور آنکے عزیز و اقربا معاویہ کے لشکر میں تھے مگر اشعث کنڈی اور دیگر سرخیل لشکر اور خواجہ انھیں کو پسند کرتے تھے اس موقع پر یہ رائے قائم ہو سکتی ہے کہ اشعث کنڈی کی رایوں کی سماعت ہوتی تھی اور آپ مامور اور منتهی تھے انھیں نے ابو موسیٰ کو منظور کیا تھا اور جب بمقام دومۃ الجندل مجلس منعقد ہوئی تھی تو حکمین میں بعد مشورہ قرار پایا تھا کہ علیؑ اور معاویہ خلافت سے علیحدہ کیے جائیں اور ابن عاص نے یہ بھی کہا تھا کہ عبداللہ ابن عمر خطاب خلیفہ ہوں مگر اس مجلس میں ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا تھا کہ علیؑ کا خلع خلافت سے اس طرح کیا گیا جس طرح کہ اس انگشتی کا انگلی سے ہوتا ہو یہ کھکڑ انگلی سے انگشتی نکالی ابن عاص نے کیا چالاکی کی کہ اسکے جواب میں بیان کیا کہ علیؑ کا خلافت سے خلع ہوا اور معاویہ کا نصب اپنی انگلی میں انگشتی نصب کی اور

جن گواہوں کو پہلے سے اپنا کر رکھا تھا اور موقع پر ابن عاص کے ہمراہ تھے اُنے کہا کہ گواہ رہو اس دھوکا بازی پر ابو موسیٰ کو نہایت غصہ ہوا اور انہوں نے کہا کہ میں دونوں کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا اور درمیان ہم حکمین کے قرار پایا تھا کہ یہ منصب بزرگ شوری کے متعلق رہے کہ جمہور جسکو خلافت کے قابل سمجھیں اور آپ اتفاق کریں وہ خلیفہ کیا جائے ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علیٰ اور معاویہ دونوں کو علیحدہ کر دیا تھا اور خلافت کو شوری کے متعلق کیا تھا جس سے وہ خارجی بھی ناراض ہو گئے تھے جنہوں نے یہ اصرار اُنکو منتخب کیا تھا اُن خارجیوں نے حضرت علی سے کہا کہ آپ نے کیوں ابو موسیٰ کو حکم کیا تھا حالانکہ یہ کنا انکا بالکل خلاف تھا اور اُن نے انکا انتخاب کیا تھا اور جب اُنکی منشاء کے مطابق محاکمہ ہوا تو حضرت علی پر انکا الزام کیونکر درست ہو سکتا تھا خود ہی تسلیم کیا تھا اور خود ہی انکار کیا تھا حضرت علی سے بالکل تعاقب نہ تھا ان قضیوں سے مسلمانوں میں تفریق کا ہونا ضروری تھا صحیحی پاشا بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلام تین فرقوں میں تقسیم ہو گیا تھا صحیحی پاشا کا اس تقسیم سے مقصد یہ ہو کہ تین فرقے ہو گئے ایک خارجی اور سنت و جماعت تیسرے شیعہ خارجی اس جماعت سے مراد ہو جو حضرت علی کے لشکر میں تھے اور آپ سے انکار کر کے آپ کے لشکر سے خارج ہو گئے تھے اور اشعث کنذی گویا انکا پیشوا اور فرقہ خوارج کا بانی مبنی تھا اول ایک شخص رہیہ قبیلہ کا خارجی ہوا تھا اُسے بعد قرار پا جانے اور از نامہ حکیم کے یکا یک پانی پیا اور حضرت علی کے لشکر پر حملہ کیا اور پھر پانی پیکر معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا وہ قتل ہوا اگر اس سے ثابت ہوا کہ خلافت حضرت علیٰ اور معاویہ دونوں سے

انکار کیا ہو فرقہ خوارج نے ان دونوں کی خلافت اور تعلیم سنت سے انکار کیا تھا
 مگر وہ خلیفہ اول و دوم کی خلافت اور تعلیم سنت کو تسلیم کرتے تھے اور تسلیم کرتے
 چلے آئے ہیں اور خلافت اول و دوم کے بعد پھر کسی خلیفہ کو انھوں نے تسلیم
 نہ کیا تھا اور یہی خیال انکا اس زمانہ تک ہو شیعہ کا لفظ عام طور پر استعمال ہوتا تھا
 ایک خاص گروہ ہو گیا اور اسکا اعتقاد یہ ہوا کہ خلافت کا حق بخیر حضرت علی کے
 اور آپ کی اولاد کے اور کسیکا نہ تھا سنت کا لفظ بھی ایک خاص گروہ کے واسطے
 مخصوص ہوا تھا جسے اس زمانہ میں حضرت علی کی خلافت اور آپ کی اولاد کی
 خلافت سے انکار کیا تھا اور اجماع معاویہ کی تعلیم سنت اور خلفاء ثلاثہ کی تعلیم
 سنت پر اور انکا اعتقاد ہو گیا تھا کہ بخیر معاویہ ابن سفیان اور خلفاء ثلاثہ کے اور
 کوئی خلیفہ رسول اسوقت تک انکے نزدیک نہ تھا جماعت کا لفظ عموماً استعمال تھا
 مگر جیسا کہ مولوی مسیح الدین کا کوروی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ
 بعد ازاں خلافت حضرت امام حسن علیہ السلام کل مسلمانوں نے اجماعی اتفاق
 بہت کر لی تھی اور جس سال بیعت کی تھی وہ سال جماعت مشہور ہوا تھا اگر صحیح
 تسلیم کر لیا جائے تو یہ تاریخی اجتہاد ہو سکتا ہو کہ اسی سال سے بخصوصیت لفظ
 سنت کے ساتھ لفظ جماعت شریک ہو کر ایک مخصوص فرقہ اہل سنت و جماعت
 ہو گیا تھا نہایت افسوس ہے کہ مولوی مسیح الدین صاحب نے اور بعض دیگر
 مؤرخین نے واقعات تو لکھے ہیں جنہے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تقسیم
 فرقوں میں ہو گئی تھی مگر انھوں نے اس امر کے اظہار سے کیون چشم پوشی
 کی کہ اہل سنت و جماعت کا طبقہ کب سے قائم ہوا اور خوارج اور شیعوں کے

گروہ کے کیا اعتقادات ہو گئے تھے انھوں نے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہو مگر سابق کی کل تاریخوں میں شیعہ اور سنی کے تفریقی واقعات کا تذکرہ ہوا انھیں تاریخوں کے اعتبار اور ان تاریخوں کے واقعاتی اعتماد اور قراین سے ہمارے نزدیک اس سے کوئی مؤرخ انکار نہیں کر سکتا کہ بنی امیہ کے دعویٰ خلافت کے زمانہ میں اہل سنت و جماعت اور شیعان علی کا تخصیصی ظہور ہوا تھا جس قبیلہ کے دعویٰ خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں میں باہمی تفریق ہوئی تھی اسیں ایک قبیلہ بنی امیہ اور شامی اہل سنت و جماعت ہونے کا فخر کرتے تھے اور اہل عراق اور دیگر قبائل عرب کو شیعان علی ہونے کا فخر حاصل تھا تاریخ کے بیان سے دریافت ہو سکتا ہو کہ حضرت علی کی خلافت حق تھی اور معاویہ کا کوئی حق نہ تھا کہ انکی تائید میں ایک فرقہ اہل سنت و جماعت کا قائم ہوتا اور وہ حضرت علی کی خلافت کو تسلیم نہ کرتا اس فرقہ نے آپ کی خلافت کو مقابلہ شیعوں کے تسلیم نہ کیا تھا اگر موجودہ زمانہ میں شیعہ اور سنی دونوں فرقے سے سوال کیا جائے کہ معاویہ اور انکے طرفداروں اور علیٰ ہذا القیاس بزرید اور زید کے حاسیان کا کیا مذہب تھا اور مردان اور بنی مردان یا بنی امیہ کا کیا مذہب ہو گیا تھا کیا وہ سنت و جماعت میں داخل تھے عوام سنی تو اس کا جواب بھی دینگے کہ ہم سنی وہ ہیں کہ عہد نبوی میں ہمارا مذہب سنی تھا کہ ہم پیغمبر کی سنت پر چلتے ہیں مگر وہ اہل علم جنکو اپنی معلومات کا فخر ہے وہ یہ جواب نہیں دے سکتے کیونکہ عہد رسالت میں کوئی فرقہ نہ تھا وہ بھرا سکے اور جواب نہیں دے سکتے کہ معاویہ کے زمانہ میں تفریق ہوئی اور معاویہ اور کل بنی امیہ کا مذہب سنت و جماعت تھا اہل زمانہ کے شیعوں اور ہم میں ہی فرق ہے کہ وہ حضرت علی اور آپ کی اولاد کو امام

خلیفہ نہیں مانتے تھے ہم انکی امامت اور خلافت کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور انکی بزرگی اور عظمت قبول کرتے ہیں اسکے سوا خلفاء ثلاثہ کو ہم بھی پیشوا جانتے ہیں اور وہ بھی جانتے تھے اس عہد کے شیعوہ لعن و طعن ہمارے پیشوایان دین پر کرتے تھے اسکے عوض میں معاویہ کے زمانہ میں جمعہ کے خطبہ وغیرہ میں معاذ اللہ حضرت علی اور آپکی اولاد کی نسبت لعن و طعن کا ذکر تھا وہ الفاظ خلیفہ عبد الغریب کے زمانہ میں خطبہ سے خارج کیے گئے تھے اور جو الفاظ بجائے اسکے بڑھائے گئے وہ آج تک اس خطبہ میں ہیں اس لعن و طعن کو ایک زمانہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے مگر شیعہ صاحبان نے ابھی تک اس شعار کو ترک نہیں کیا بجز اس انقلاب مذہبی اور فرق مذہبی کے شیعوں کا گروہ اس تعلیم اور خلوص آل پیغمبر اور حق آل کی تمام کی تقلید کرتا چلا آتا ہے جو زمانہ سلف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روپر و تھی۔

باب سوم

خلافت و امامت

خلافت و امامت حضرت علی علیہ السلام سے ہم بیان پہ بیان کرتے ہیں کہ خلافت و امامت لغوی حیثیت سے متحد المعنی ہوں مگر جب تاریخوں میں ان دونوں لفظوں کا جلوہ دیکھا جاتا ہے تو واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے لفظ سے وہ پاک اور مقدس نفس مصداق تھا جو خود شرع اسلام کا پابند ہوتا تھا اور اس سبب سے جائزین پیغمبر تھا کہ امت کو احکام شرع کی بغیر حکومت تسلیم دیتا تھا اور خلیفہ اس شخص کو کہتے تھے جو احکام خدا اور رسول کا نفاذ حکومت کے

ذریعہ کرتا تھا اور اس حکومتی پردہ میں اسکی تعلیم شرعی بھی ہوتی تھی حکومت کے اعتبار سے وہ خلیفہ تھا اور مذہبی خیال سے وہ امام بھی تھا ہمارے نزدیک امام خلیفہ ہو سکتا تھا اور خلافت میں امامت شریک تھی۔

جس زمانہ میں پیغمبر کی بعثت مکہ معظمہ میں ہوئی تو آپ کی آخری رسالت کا ایک الہامی نتیجہ محض امامت کے متعلق تھا کہ میں آپ نے بجز تعلیم اور تلقین جسکا مقصد یہ تھا کہ عرب بت پرستی ترک کریں اور خدا کو واحد سمجھیں جنگ کی ضرورت نہیں ہوئی مکہ والوں نے آپ کو نہایت تنگ کیا اور انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب انکے ہاتھوں آپ کو اٹھانا پڑے تاہم آپ نے مکہ کو نہیں چھوڑا کیونکہ رسالت و تبلیغ رسالت کے مقابل میں ان تکالیف کی کچھ ہستی نہ تھی جب اہل مکہ نے آپ کے قتل کا شورہ کیا تو در صورت قیام مکہ یہ بات لازمی ہو گئی تھی کہ اگر کفار قریش آپ کی جان کو صدمہ پہونچائیں گے تو رسالت کے فرائض معدوم ہو جائیں گے پس یہ حکم خدا ہجرت کرنا ضرور تھا اور اسی واسطے آپ مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر آئے یہاں عرب کے ایک قبیلہ نے آپ کو نصرت دیکر انصار کا لقب حاصل کیا مگر مکہ والوں نے یہاں بھی آپ کے قتل کی سازشیں کیں اب ضرور ہوا کہ تلوار سے کام لیا جائے کہ اس واسطے کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مکہ مدینہ والوں کے سازشی نتائج اور روز بروز کی شرارتوں اور فتنہ پرداز یوں سے آپ کو اپنی دینی تعلیم میں نہایت دشواری معلوم ہوتی مدینہ سے جن جنگوں کا نشوونما آغاز اسلام میں ہوا تھا اسکا نتیجہ ہجرت کے اور کچھ نہ تھا کہ اگر وہ لوگ آپ کو اشاعت دین اسلام سے منع نہ کرتے اور آپ کے قتل کے واسطے خفیہ سازشیں

نکرتے توجیسے آپ مکہ میں تھے ویسا ہی مدینہ میں رہتے دوسرا نتیجہ ان لڑائیوں کا یہ بھی ضروری تھا کہ جو مقامات کہ فتح ہوئے اُنکے واسطے انتظام کی ضرورت ہوئی آپ کی رسالت میں ایک شعبہ خلافت کا بھی شامل ہوا رفتہ رفتہ آپ کی رسالت کے دونوں حصوں میں ترقی کا آغاز ہوا تھا جو مقامات اُس زمانہ میں صلح سے آپ کے قبضہ میں آئے اُنہیں اُمت کا حق نہ تھا آپ ہی کا حق تھا اور جو مقامات کہ بزور شمشیر فتح کیے گئے اُنہیں اُمت کا حق تھا اور غنیمت کا مال جب آتا تھا تو اُس کو حصہ رسد آپ تقسیم فرمادیتے تھے جن لوگوں نے اسلام اختیار کیا تھا وہ جزیرہ سے محفوظ رہے تھے اور اسلام کے اختیار کرنے سے اُنکی کل دولت اور جاگیر میں قائم رہی تھیں اور اُنکا مرتبہ بدستور رہا تھا مگر دولتمندوں سے اور زدی اقدار جاگیر داروں سے نقدی اور مویشی اور غلہ وغیرہ خمس زکوٰۃ میں سالانہ لیا جاتا تھا اور خلافت کا حصہ اس تحصیل کے واسطے کافی تھا یہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ جو جائز سرمایہ آپ کے پاس تھا اور جو مقامات آپ کے ملک میں آئے تھے اُنکی حالت خلافتوں کے زمانہ میں کیا ہوئی غالباً آپ کی وفات کے بعد یہ حرک نبوی آپ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا پر منتقل ہوا تھا اس میں سے ازواج مطہرات کا حق شرعی دیا گیا تھا بعد انتقال رسول خدا

سے تاریخ حقائق الکلام فی تاریخ الاسلام مطبوعہ استنبول کا ۷ صفحہ ملاحظہ ہو کہ مذکور حق حضرت ختمی پناہی تھا اور صلح سے آپ کو حاصل ہوا تھا اس میں بہت کا کچھ حق نہ تھا ۱۱

۱۲ سے وادی القرا وغیرہ کی بھی حالت تھی ۱۲ تاریخ حقائق الکلام

وہ خلافت جو مدینہ میں رسالت کے متعلق ہو گئی تھی وہ دو فریسیون پر منتقل ہوئی اور بعدہ ایک نبی امیہ کے عالم درمیں پر۔ امامت جو جزو عظم رسالت کی تھی وہ نبی ہاشم کے پیشوا حضرت علی پر منتقل ہوئی بعد اُس کے سینہ بینہ آپ کی اولاد پر منتقل ہوتی چلی گئی محقق نصیر الدین طوسی نے اپنی کتاب اخلاق ناصری میں ایک حکیم کا قول نقل کیا ہو جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دین اور حکومت تو ام ہین پس مکہ میں جو خلافت قائم ہوئی تھی اُس کا کام یہ تھا کہ دولتمندوں پر بانی اسلام نے زکوٰۃ و خمس کا ادا کرنا فرض کیا تھا کہ ان سے ان اشیاء مقررہ کی تحصیل کرے اگر وہ ادا نہ کریں تو حکومت اُن کو سزا دے ایک واقعہ اشعث کندی کا خلیفہ اول کے زمانہ میں ہوا تھا کہ اُنھوں نے کہا تھا کہ شتر بھیرین دیتے دیتے ہم تنگ آ گئے ہین ہکو ایسا اسلام درکا نہیں خلیفہ اول نے اُن پر فوج بھیجی اور بعد بہت بڑے کشت و خون کے جب وہ قید ہو آئے اُن کی عزت و حرمت کی گئی اور خلیفہ نے اُن کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا دوسرا کام خلافت کا یہ تھا کہ بڑے بڑے شہروں میں جو حکام مقرر کیے جاتے تھے اُن کو ایماندار ہونا چاہیے تھا وہ مسجدوں میں امامت کرتے تھے اور جو شعار اسلام تھا اُس کی نگرانی اُن کے ذمہ تھی تبسرا کام خلافت کا یہ تھا کہ جس قدر زکوٰۃ و خمس کا مال آتا تھا اُس کو ذی حق اشخاص پر تقسیم کر دیا جاتا تھا علاوہ اُن کے اور شرعی احکام کی تعمیل بذریعہ خلافت ہوتی تھی مگر یہ ثابت نہیں ہونا کہ دونوں خلافتوں کے زمانہ میں پیغمبر کو جو مقامات صلح کے ذریعہ سے حاصل ہوئے تھے اُن کی حالت خلافتوں کے دوران میں کیا ہوئی

اُس حکیم کے قول کے مطابق بلاشبک خلافتوں کے زمانہ میں جو ممالک فتح
 کیے گئے اُس قوت سے دین کی اشاعت اور دین کو بہت بڑی تقویت
 ہوئی سارا ملک عراق اور کل شام اور مصر اور دیگر ممالک ہر قیل کے فتح کیے گئے
 اور پوری سلطنت فارس کے مسلمان عربوں کے قبضہ میں آئی اور ملک
 خراسان یہاں تک کہ ترکستان اور کابل کو عربوں نے فتح کر لیا تھا پس ان فتوحات
 عظیم سے جو خلافتوں کے زمانہ میں ہوئیں کسی شیعہ کو اُن سے انکار نہیں ہو سکتا
 حضرت عثمان کا زمانہ باوجود اسکے کہ باہمی مناقشات اُس میں پیدا ہوئے مگر
 ملک بھی اُن کے عہد میں فتح ہوئے تھے۔ اگر یہ اولوالعزم خلیفہ اس کثرت سے
 فتوحات کرنے تو ہرگز اسلام حکومت کے تو ام نہیں ہو سکتا تھا حکومت میں ایک
 ایسی طاقت ہے کہ خود بخود مخلوق اُس کے اثر سے صاحب حکومت کے مذہب کو
 قبول کر لیتی ہے مدہا اور ہزار ہا آدمیوں نے خلفاء کی بدولت اسلام
 اختیار کیا اور بہت بڑا جبروت اور اقتدار اسلام کو حاصل ہوا جس کی نسبت
 خود رسول خدا نے پیشین گوئی فرمائی تھی جب ہم دیکھتے ہیں کہ مدینہ ایک
 قصبہ کے برابر تھا اور عرب نہایت ضعیف حالت میں مبتلا تھے اُس قدر قی
 ظور رسالت سے وہ مدینہ ایک سرسبز و شاداب شہر ہو گیا اور وہ عرب جنگی
 جان ایک پرمردہ گھاس کے مانند تھی وہ لہلہاتے ہوئے ہنرے کے عالم میں آگئے ایک
 زمانہ تھا کہ پیغمبر کے ساتھ بہت قلیل جماعت فلاخن سے جنگ کرتی تھی یا وہ ایسی
 آراستہ ہو گئی تھی کہ اُن کے پاس جملہ اسلحہ اُس زمانہ کے موجود تھے اور ہزار ہا آدمیوں کی
 جمعیت بطور گماڑہ کے اُن خلافتوں کے زمانہ میں جنگ کرتی پھرتی تھی اور جو مال

خلیفہ کا حاصل ہوتا تھا اسکو امیر فوج خود تقسیم کرتا تھا اور باقی بیت المال میں بھی بٹیتا تھا مولانا
 حسن صاحب مرحوم نے کتاب ہتھسار میں ان فتوحات کی تعداد درج کی ہے اور جو کچھ بخون
 لکھا ہے اسکی تصدیق دیگر کتابوں سے ہوتی ہے تیسری کتاب تک خلیفہ صاحبان خلیفہ کا
 اطلاق ہوتا تھا انکو صرف امام نہیں کہتے تھے اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تب بھی خلافت
 اور امامت کا لفظی اعزاز نہ ہوتا کوئی خلیفہ اہل قریش سے اور خاندان بنی امیہ سے
 یا خاندان بنی عباس سے ایسا نہیں گذرا جسکو امت نے مغرول کر دیا ہو امامت نے
 اول کے ساتھ ہی اسکو قتل کر دیا اگر مغرولی کی حالت میں وہ زندہ رہتا تو خلیفہ کی
 لفظ کا سراغ تاریخوں میں مل سکتا تھا کہ اسکو لوگ خلیفہ کہتے تھے یا امام کا لفظ
 اسکی نسبت استعمال کرتے تھے جب ایسا ثابت نہیں ہوتا تو خلافت اسی صلو
 تک محدود سمجھی جاسکتی ہے برخلاف اسکے حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد
 اجماعاً نے امامت اور خلافت کی ہو یعنی حضرت علی جب خلیفہ ہوئے تھے باوجود
 اسکے کہ آپکی خلافت ضعیف ہو گئی تھی یہاں تک کہ آپ خلیفہ تھے اور بعد واقف
 حکیم بھی آپ خلیفہ رہے تھے لیکن اگر آپ اس خلافت سے بالکل دست بردار
 ہو جاتے تو امامت آپ کو حاصل تھی گو شام کے مدعی خلافت کے ہوا خواہوں کے
 نزدیک آپ امام خلیفہ نہ تھے مگر ہاجرین اور انصار اور دیگر صحابہ عظام نے
 آپ کو اس حالت میں بھی امام تسلیم کیا تھا اس حالت میں ان سے انکار نہ کرتے تھے
 آپ کی اور آپ کے علاوہ جو خلیفہ گذرے ہیں انکی اولاد باوجود علم و فضل کے
 امام نہیں کہی گئی مگر آپکی اولاد کہ وہ حکومت نہیں رکھتی تھی اس وجہ سے خلیفہ کا
 لفظ استعمال نہیں ہوتا تھا تاہم وہ امام تھے مثلاً حضرت امام حسن نے خلافت کو

بعد مصالحہ ترک کر دیا اور انکی حکومت نہ رہی تھی اس وجہ سے خلافت کا لفظ اُنپر
 ساقط ہو گیا تھا لیکن تاج امامت اُنکے فرق مبارک پر بدستور جلوہ ناتھا بروقت
 انتقال کے آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو طالبِ فرما کے امامت
 آپ کو تفویض فرمائی جیسا کہ تاریخِ اعظم کو فی مین بہ ضمن حالات انتقالِ حضرت
 امام حسن علیہ السلام لکھا ہو پس اس سے ثابت ہو کہ امامت کا اعزاز خاندانِ
 نبوت کے سوا دوسروں کے واسطے نہ تھا نہ خاص بنی ہاشم کے ایک قبیلہ یعنی
 خاندانِ حضرت عباس عمِ معظم حضرت رسول خدا پر منتقل ہوا تھا خود ابنِ عباس
 جناب امیر علیہ السلام کے ارشد تلامذہ سے تھے اور علم و فضل میں کمال
 رکھتے تھے مگر کبھی کسی نے اُنکو امام نہیں کہا اور نہ انکی اولاد کو خلافت کے سوا
 امامت نصیب ہوئی اس بیان سے وہ فرق جو امامت اور خلافت میں ہے
 بخوبی ثابت ہے۔

خلافت و امامت حضرت علیؑ آپ کے حالات خلافت باب اول میں
 بتفصیل اس غرض سے بیان کیے گئے کہ سُنی و شیعہ کی تفریقِ حالیہ
 معلوم ہو جائے کہ کس زمانہ سے ہوئی ہے مگر اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مقصود
 ہے کہ خلفائے ثلاثہ اور آپ کی تعلیمی کیفیت کیا تھی ظاہر ہے کہ انِ خلافتوں میں
 صرف حکومت کے ذریعہ دین کی اشاعت اور دینی تعلیم تھی مگر انِ خلافتوں میں
 امامت شامل تھی اور جہانگیر انھوں نے ملک فتح کیے حکومت کے ذریعہ سے
 امامت کو صرف کیا جب آپ خلیفہ ہوئے تو اس خلافت میں امامت کو غلبہ تھا
 اسی غلبہ امامت سے اس خلافت میں ایسی پیچیدگیان آگئی تھیں کہ آپ

یہ نفس نفیس خیال فرماتے تھے کہ دین کے متعلق مقابل حکومت کے جہانک
 ہو کے وہ طاقت صرف کیجاے جبکہ امامت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے
 جس زمانہ میں کہ اول مرتبہ آپ نے اسلام اختیار فرمایا تھا آپ نے پیغمبر ہی سے
 تعلیم حاصل کی تھی اور علوم و فنون میں آپ کو تجربہ حاصل تھا کہ اُس زمانہ میں
 کسی کو نہ حاصل تھا جہاں ایسے کام کہ انکا تعلق تعلیم اسلامی کے متعلق ہوتا
 پیغمبر آپ ہی کو مقرر فرماتے تھے منجملہ اور کاموں کے میں میں آپ کو پیغمبر نے یہاں
 غرض سے مقرر فرمایا تھا کہ وہاں اسلام کی اشاعت بذریعہ وعظ کے کیجاے
 جب آپ میں میں تشریف لگئے ایک مجمع عظیم میں آپ نے خطبہ نہایت
 فصاحت اور بلاغت سے ارشاد فرمایا جس میں ایک فقرہ بدیوہ ارشاد فرمایا
 کہ اُس مجمع میں یہود و نصاریٰ تھے اور سب آپ کا وعظ سننے آئے تھے آپ نے
 فرمایا کہ اس مجمع میں بعض ایسے ہیں کہ جو رات کو دیکھتے ہیں اور دن کو
 نہیں دیکھتے اور بعض ایسے ہیں کہ جو رات اور دن دونوں کو نہیں دیکھتے
 ہیں اس فقرہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا یہودیوں نے کعب بن اخبار سے
 جو یہودیوں کے عالم اور پیشوا تھے کہا کہ ہم جبران ہیں کہ اس فقرہ کا مطلب کیا ہے
 انھوں نے کہا کہ رات سے مراد توریت و انجیل ہو اور دن سے مراد قرآن مجید
 و فرقان حمید ہو اور جو رات دن دونوں کو نہیں دیکھتے وہ دہریہ ہیں جو کتب سماوی کو
 نہیں مانتے اور رات کے دیکھنے والے وہ عیسائی اور یہودی ہیں کہ مقابل
 روز روشن یعنی قرآن مجید کے ان کتابوں کو مانتے ہیں جو بوجہ استد و زمانہ کے
 بہتر شب و سحر کے ہو گئی ہیں کعب بن اخبار اور لوگوں نے اسی فقرہ پر سلام اختیار

کر لیا تھا خلیفہ اول اور خلیفہ دوم کے زمانہ میں جب کوئی اہم مسئلہ اسلامی یا ملکی پیش آتا تو ان لائیکل سائل کو آپ چشم زدن میں حل فرماتے تھے پس آپ کی ذات اقدس سے اسلامی تعلیم کا فروغ اس درجہ ہوا کہ صد ہا اور ہزار ہا آدمی نے اُس سے فیض پایا تھا اس تعلیم کو کچھ فوجی طاقت سے تعلق نہ تھا اپنی خاص خلافت کے زمانہ میں دو کام آپ کے تھے یا ان عربوں کی عادات اور اطوار جنگو ناجائز دنیا کے حاصل کرنے میں ایسا انہماک ہو گیا تھا کہ باوجود اسکے کہ وہ آپ کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے مگر طمع و حرص کی وجہ سے انکو انکار تھا کہ آپ کیسے ہی خلیفہ کیون نہوں مگر امامت کی طاقت سے ہمکو کسی قسم کا فائدہ دنیا حاصل نہوگا اب آپ انکے خیالات کے مطابق کام کرتے جو بالکل خلافت شرع تھا یا امامت سے کام لیتے جبکہ احکام شرع سے بالکل مطابق تھے آپ نے اسی طاقت کو صرف فرمایا اور تمام عمر دوسروں کی ناجائز دنیا کو تسلیم کیا نہ کبھی کوئی کام ایسا کیا کہ اُس پر طعنہ کیا جاتا آپ کا دوران حیات ایسا پاک اور پاکیزہ گذرا ہو کہ اُسکو اس زمانہ میں صحابہ کبار نے تسلیم کیا تھا اور جو فخر و افتخار آپ کو قربت و قرابت رسول خدا تھا اُسکو سب مسلم سمجھتے تھے ان خطبوں سے جو آپ نے بسا اوقات بیان فرمائے اُسے دنیا اور آخرت کے متعلق ایسی تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ کسی بڑے فلسفی کو یہ بات حاصل نہوتی یہ صرف فیضانِ محبت رسول خدا کا تھا کسی مدرسہ میں پڑھے نہ کسی مکتب میں اور تعلیم ایسی دی کہ جبکہ متقابل میں بڑے بڑے حکماء جڑتھے علامہ ان فضا اور مناقب کے ہر خند کہ آپ بنی نہ تھے مگر مثل بنیوں کے جو پیش خیران بیان فرمائیں انہیں سے ایک پیش خبری خراسان کے فتح کرنے نہ کرنے کے باب میں تھی

خلیفہ دوم نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ خراسان فتح کروں یا نہ کروں آپ نے
 فرمایا خراسان کے خصائص و تاثر بہت ہیں اور جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ولایت
 خراسان میں ایک شہر ہے کہ اُسکو ہرات کہتے ہیں اُسکا بانی مہمانی ذوالقرنین تھا
 اور عزیز پغیر نے اُس جگہ ناز ادا کی ہے اُسکی زمین سرسبز و شاداب ہو اُسکے
 جنگلون میں پانی روان ہے اُسکے ہر دروازہ میں ایک فرشتہ تلوار کھینچے ہوئے
 اور ہاتھ میں لیے ہوئے بلاؤں کو اُس شہر سے اور اُسکے اطراف سے دور کرتا ہو
 اور یہ ہی کیفیت قیامت تک رہیگی اور ہرگز کسی نے اس سے پہلے اُس شہر کو
 بزور فتح نہیں کیا ہو اور بعد اُسکے وہ شہر کسی سے فتح نہوگا مگر قائم آل محمد صلی اللہ علیہ
 وآلہ اُسکو فتح کریں گی خراسان میں ایک شہر ہے کہ اُسکو خوارزم کہتے ہیں اور پنا گاہ
 پنا گاہوں اسلام سے ہے جو شخص کہ اُس جگہ قیام کرے اُسکو بیانتک ثواب ہوتا ہو
 جیسے کہ اُس شخص کو ثواب ہوتا ہو جو تلوار ہاتھ میں لیکر خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے
 نیکبخت وہ ہے جو خوارزم میں سکونت اختیار کر کے اُس سرزمین میں رکوع و
 سجود میں مشغول رہے اور ولایت خراسان میں ایک شہر ہے کہ اُسکو بخارا کہتے ہیں
 وہاں ایسے لوگ رہتے ہیں کہ گویا کثرت ریاضت سے ایسے ہو گئے ہیں کہ جیسے
 چڑیا لاش سے ہو جاتا ہو نیک ہیں اہل ثمر قند کہ وہ زمین عبادت گاہ و پرستش ہے
 لیکن یہ امر ہے کہ آخر زمانہ میں ترک اسپر غالب آئیں گے اور انکی ہلاکت ترکوں کے
 ہاتھ ہوگی اور اہل ساش اور فرغانہ کے حق میں تقدیرات الہی عمدہ ہیں نیکبخت وہ ہو
 جو اُس موضع میں چند رکعت ادا کرے اور خراسان میں ایک شہر ہے کہ اُسکو
 سجاب کہتے ہیں نیکبخت وہ ہو کہ اُس جگہ مرے کیونکہ جو شخص اُس جگہ مر گیا ہے

زمرہ میں ہوگا اور خراسان میں ایک شہر ہے کہ اسکو بلخ کہتے ہیں ایک مرتبہ اسکو خراب
 اور برباد ہونا ہوا اگر دوسری مرتبہ خراب ہو جائیگا پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔ نیکی ہوا اہل تافان
 پر کہ اس جگہ خدا کے واسطے خزانے ہیں اور یہ خزانے زراوریم کے نہیں ہیں اس جگہ
 ایسے آدمی ہیں کہ خدا کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ پہچانتا چاہیے جب آخر زمانہ میں ایک
 دشمن اہل شہر پر غالب ہو جائیگا جملہ اہل شہر کو مار ڈالیگا اور ایک نفر کو زندہ نہ چھوڑے گا
 سرخس میں زلزلہ عظیم آئیگا اور اس سے خرابی زیادہ ہوگی اور اہل شہر بیشتر خوف سے
 ہلاک ہونگے۔ سبستان بیان ایک جماعت ہو کہ قرآن پڑھتی ہے اور قرآن ان کے
 حلق سے نہیں گزرتا یعنی قرآن پر عمل نہیں کرتے اور دین اسلام سے ایسا خارج
 ہیں جیسے کہ تیر شست سے اور آخر زمانہ میں اس شہر پر ریگ کی بارش ہوگی اور
 اس کے باشندے ریگ میں نہان ہو جائینگے۔ قوشچ پر سختی ہو کہ اس مقام سے تیس
 دجال خروج کریں گے اور ہر دجال ناپاکی کی صفت سے ایسا موصوف ہوگا کہ جلد بندگان
 خدا کے ہلاک کرنے میں انکو باک نہ ہوگی۔ نیشاپور اہل نیشاپور رعد و برق و صاعقہ سے
 برباد ہونگے اور وہ شہر بعد آبادی و کثرت خلق ایسا خراب ہوگا کہ ہرگز آباد نہ ہوگا اور
 ایک نفر باشندگان اس شہر سے زندہ نہ رہیگا اور اس شہر میں آدمی نیک سیرت
 بھی ہیں۔ نیکی ہوا اور قوس کے کہ اس جگہ نیک مرد ہونگے وہ مصلحان سے ہرگز خالی
 نہ ہوگا و افغان اس جگہ کثرت سے نیک مرد ہونگے وہ زمین مصلحان سے ہرگز خالی
 نہ ہوگی۔ سمنان اہل شہر نیکی میں رہیں گے اسوقت کہ مہندی کا ظہور ہوگا کشائش ہوگی
 طبرستان ایک شہر ہے کہ ہومن وہاں تھوڑے ہوں اور فاسق بہت دریا اس شہر کے
 قریب ہوا اور کوہ اور ہومن سے اسکو منفعت زیادہ ہو۔ شہر کے مقام قنہ و فساد ہو۔

اس جگہ ہمیشہ نزاع رہی اور آخر زمانہ دہلی کے ہاتھوں خراب ہوگا اس دروازہ پر
 جہان پہاڑ واقع ہے زیادہ کشش ہوگی کہ اسکی تعداد سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا
 اور تیرا اس دروازہ پر جہان پہاڑ قریب ہے آٹھ آدمی اکابر بنی ہاشم ناز پر بیٹھے
 اور انہیں سے ہر شخص دعویٰ خلافت کا کر لگا اور ایک مرد بزرگ کو جو ہنام بنی ہاشم ہوگا
 رے میں قید کرینگے اور چالیس دن محاصرہ رہیگا بعد اسکے ہکو پکڑینگے اور ہلاک
 کرینگے اور جس زمانہ میں کہ حکومت آل صفیان کی ہوگی اہل رے کو نہایت سنج
 پہونچیکا اور قحط عظیم ظاہر ہوگا جب حضرت علی نے اس بیان کو ختم فرمایا اور ان
 شہروں کے حالات کو ظاہر کیا عمر نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ نے مجھ کو خراسان
 کے فتح کرنے کی ترغیب دی امیر المومنین علی نے کہا جو کچھ خراسان کے حالات
 مجھ کو معلوم تھا کہا اور جو کچھ کہ میں نے بیان کیا اس میں ذرہ بھی شک و شبہ نہیں ہے
 بہتر یہی ہے کہ آپ خراسان کی فتح کو ترک کیجیے اور دوسری ولایت کے فتح کرینکا
 قصد کیجیے کیونکہ فتح خراسان اول بنی امیہ کے نام پر ہے اور آخر بنی
 ہاشم کے نام پر۔ ان پیشین گوئیوں میں بہت سی پوری ہو گئی ہیں جنکا ثبوت
 تاریخوں سے بخوبی ہو سکتا ہے مثلاً فتح خراسان اول خلیفہ سوم کے زمانہ میں ہوئی
 اور بعد اسکے اس ملک کو بنی ہاشم یعنی آل عباس نے فتح کیا تھا اور سادات صفویہ نے
 اسکو فتح کر کے حکومت کی ہے۔ نیشاپور اور سرخس کو زلزلہ اور طوفان و عذوبہ
 جو صدمہ پہونچا ہے اسکا حال تاریخوں میں لکھا ہے۔ بلخ ویران ہو گیا اور ایسا
 ویران ہوا کہ آج تک اسکی آبادی محال ہے میرے ایک دوست نے سرکاری
 خدمت کی وجہ سے اس شہر کو دیکھا ہے وہ مجھے کہنے لگے کہ وہ بہت آباد تھا

یا اب ایسا دیران ہے کہ کھنڈر ہی کھنڈر دیکھنے میں آتے ہیں شاید تھوڑے
گھر بھی ہیں۔ سمرقند کو چنگیز خان کے زمانہ میں جو صدمہ پہنچا ہے وہ ان تاتاری
ترکوں کے جو روجفا کی یادگار ہے۔ میرے پاس اس وقت وہ کتابیں نہیں ہیں جنکی
اعانت سے میں ان تمام پیشین گوئیوں کو واقعات سے مطابق کرنا کر رہا ہوں جانتا
ہوں کہ جو پوری نہوئی ہوگی وہ آئندہ پوری ہو جائیگی کیونکہ آپ نے
کوئی زمانہ محدود نہیں فرمایا ہے۔

آپ کے صفات عالیہ کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے زبان معجز بیان فرمایا ہے
جبکہ ذکر اس خطبہ میں ہے جو آپ کی تہنیر و تکفین کے بعد مسجد کوفہ میں حضرت حسن
مجتبیٰ نے پڑھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو پہچانتا ہے پہچانتا ہے اور جو شخص
نہیں جانتا میں ظاہر کرتا ہوں کہ مجھ کو پہچانے ایسا الناس کل اس مرد کو خاک
میں دفن کیا ہو کہ ہر علوم کی جامعیت کے اعتبار سے جنہیں کہ اس پاک شخص کو
کمال تبرج حاصل تھا مثل اسکے متقدمین نے نہیں دیکھا اور جو معرفت اور شرف
میں آپ کو تھا اسکو متاخرین آئندہ زمانہ میں نہ دیکھیں گے جسوقت کہ حضرت محمد مصطفیٰ
م سکود شمنوں کی لڑائی کے واسطے بھیجتے تھے جبریل اسکے دے ہاتھ پر ہوتے تھے
اور بکاٹیل بائیں ہاتھ پر ہوتے تھے بس کچھ توقف نہیں ہوتا تھا کہ قیام ہو جاتا
تھا اور دشمنوں کو مقہور اور مغلوب کر دیتا تھا آگاہ ہونم کہ دنیا کے مال سے اسکے
پاس کچھ نہ تھا مگر سات سو درم اسکے پاس تھے اور خواہش ایسی تھی کہ ان درموں
ام کلثوم کے واسطے ایک لونڈی خرید کرین جب اسکا اخیر وقت آگیا جانا کہ
کیا ہو مجھ کو فرمایا کہ وہ سات سو درم میرے پاس لاؤ اور فرمایا کہ انکو بیت المال میں

ایجاؤ میں نے لونڈی کا خرید کر ناترک کر دیا۔

اگرچہ بہت سے دنیا پرست اشخاص اول آپ کے شریک ہوئے تھے مگر پھر آجکے
چھوڑ دیا تھا لیکن وہ پاک نفس اور صادق القول اور صادق الفعل شیعہ آپ کے
شریک رنج و راحت دونوں میں برابر رہے اور سب اطاعت اور تعمیل حکم کے
ان سے کوئی خلاف امر ظاہر نہیں ہوا۔ آپ کے ہمراہ جنگ کرنے اور شہید ہوجانے کی
انکو کمال تماشائی وہ دنیہ دار اور جان نثار شیعہ جو آپ کے ہمراہ تھے اور جو کربلا میں
تھے انکی حمایت اور انکی عقیدت اور جوش محبت اپنی آپ ہی نظیر تھا۔ جنگ
صفین میں جب جنگ کی طیاریاں ہوئیں تو عمر بن الحمق الخزاعی نے کہا اے
امیر المومنین میں نے اس جہت سے آپ سے بیعت نہیں کی ہے کہ درمیان ہیر
اور آپ کے عزیز داری ہے میں طمع مال کی اور احسان کی نہیں رکھتا ہوں کہ
آپ سے مجھکو حاصل ہو اور نہ کبھی جاہ و مرتبہ کی توقع کرتا ہوں کہ توسط بیعت
آپ سے مجھکو حاصل ہو لیکن آپ کی اطاعت کو فرض جانتا ہوں بوجہ دو ماثور
خصلتوں اور تین شرافتوں کے جو آپ کو حاصل ہیں وہ دو خصلتیں ماثورہ یہ
ہیں علم شجاعت کہ بعد پیغمبر کے کوئی شخص ان خصلتوں میں آپ کی برابری
نہیں کر سکتا اور تین شرافتیں یہ ہیں ایک قربت دوسری قرابت تیسری سبقت
اسلام کہ آپ کو خدمت رسول خدا میں حاصل ہوئی ہیں اگر آپ مجھے کہیں
کہ کوئی کام ایسا کر کہ جس سے آپ کے دوستوں کی رضامندی ہو اور نہ آپ کے
دشمنوں کے واسطے تو میں راسیات کے پہاڑوں کو اٹھا لوں اور جب مرئی
آپ کی شامل ہو اسوقت ان پہاڑوں کا اٹھانا میرے واسطے سہل و آسان ہے

اور جو حقوق آپ کے مجھے فرض واجب ہیں وہ مجھے بے انتہا ہیں انکا پورا کرنا ہے مجھ
 بن عدی نے کہا اے امیر المومنین آپ کے لشکر میں جو شخص ہے وہ آپ کو سچا
 مشورہ دینے والا اور آپ کا نیک خواہ جان نثار ہے اور سبکی آرزو ہے کہ اپنی جان کو
 آپ پر فدا کرین پس عرب میں صرف آپ کے شیعہ آپ کو ان صفات سے موصوف
 نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ کے دشمن بھی آپ کو صفات مذکورہ بالا سے موصوف
 سمجھتے تھے فرق صرف یہ تھا کہ دشمن بن ظاہر انکار کرتے تھے اور باطن میں افضل
 واعلیٰ لائق خلافت جانتے تھے اس زمانہ میں جو کتاب مولوی امیر علی نے انگریزی
 میں سیرت محمدیہ کے نام سے لکھی ہے جسکا ترجمہ اردو میں بمقام لکھنؤ چھپا ہوا ہے
 مصنف کے حضرت علی مرتضیٰ کے صفات عالیہ کو قطعی دلیلوں سے ثابت کیا ہے
 اور بتحقق لکھا ہے کہ حضرت علی کو پیغمبر نے اپنی فرزند بی بی لیا تھا اور آپ کی پرورش
 اور پرورش فرمائی اور تمام علوم آپ ہی کے فیضان صحبت سے حاصل ہوئے
 تھے۔ سر جان میلکام صاحب نے اپنی تاریخ ایران کے حصہ چہارم میں حضرت
 علی مرتضیٰ کے مدارج علیا اور مناقب عالیہ کو بیان کیا ہے اگرچہ انھوں نے
 ایران کی تاریخوں سے اپنے خیالات کی ترتیب کی ہے مگر اس سے یہ نہ
 سمجھنا چاہیے کہ ایرانیوں کے خیالات نقل کر دیے ہیں انھوں نے ہرگز ایسا
 نہیں کیا ہے بلکہ اس طریق سے لکھا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت
 علی کے تمام کمالات اور حق خلافت کے مؤید ہیں میں انکی اس رائے سے
 اختلاف کرتا ہوں کہ حضرت امام حسین نے ملک گیری کے واسطے یزید پر چڑھائی
 کی تھی اسکا بیان مشرح طور پر آگے کیا جائیگا کہ حضرت امام حسین نے ہرگز ایسا قصور

نہیں کیا تھا جس طرح یہ بیان قابل اعتبار نہیں اس طرح اس عالم متورخ کا یہ بیان پایہ اعتبار سے سہا قطع ہو کہ شیعہ کا فرقہ شاہ اسماعیل مدفوی نے قائم کیا تھا علاوہ اس اختلاف کے صاحب ممدوح نے ایک غیر قوم اور غیر مذہب ہو کر جنگی بیان پر سنانوں کو فخر کرنا چاہیے جن واقعاتی ترتیب سے حضرت علیؑ مرتضیٰ کی تعریف کی ہے وہ اس مقام پر درج کی جاتی ہے۔

تو ایندھن میں ایرانیوں نے حضرت علیؑ کے حالات ایسی خوبوں کے ساتھ بیان کیے ہیں کہ جنگی سننے سے انسان کی طبیعت کے عمدہ خیالات پر اثر پیدا ہوتا ہو لکھا ہے کہ پیر و اور معتقد ایسے خلوص نیت اور سچے دل سے انکا تصور کیا کرتے تھے کہ جیسے کوئی اپنے معبود کا سچے اعتقاد سے تصور کیا کرتا ہو یعنی حضرت علیؑ نے بچپن میں بڑے بڑے عمدہ کام کیے اور سب لوگوں میں اول یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لائے اور ساری عمر اسی اعتقاد پر مضبوط اور مستحکم رہے دلاور اور شجاع بہت بڑے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اونکی پرورش پر داخت میں اپنی غزیرا کی کالکاح آنکے ساتھ کر دیا اور چند روز کے بعد اپنا جانشین قرار دیا پھر تھوڑے عرصہ کے بعد ایک ایسے ورثہ سے محروم کر دیے گئے جو ہر طرح سے انکا حق تھا اور نیز ان حق تلفیوں کو انھوں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پہلے تینوں جانشینوں یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے خلیفہ مقرر ہونے سے انکے حق میں ثابت ہوئے بڑے تحمل سے برداشت کیا اس تلوار کو کہ جس سے کفار ہمیشہ خون کھایا کرتے تھے اپنے مخالف مسلمانوں کے مقابل میں کبھی کھینچنا نہ چاہا مگر باوجود مخالف دنیاوی

یہ لوگ اُنکے دین کی باتوں کو دل سے پسند کرتے رہے اگرچہ حضرت علیؑ نے آخر
 عمدہ خلافت کو حاصل کیا مگر یہ منصب تھوڑے ہی دن اُنکو حاصل رہا چونکہ وہ
 اپنی ذاتی صلاحیت اور بزرگی کی وجہ سے مسلمانوں کی باہمی لڑائی جھگڑوں کو
 رفع کرنا چاہتے تھے اسلئے اُنھوں نے اپنے حق کا تصفیہ ایک دوسرے شخص کی
 رائے پر رکھا مگر اس تصفیہ کرنے میں دوسرے شخص کا مختار ہو جانا اُنکے حق
 میں کچھ نافع نہ ہوا چنانچہ حضرت علیؑ اپنے اختیارات سے مغرور کیے گئے انجام
 اُنکے مغرور ہو جانے سے مسلمانوں میں بہت بڑا اتفاق اور جھگڑا پیدا ہوا اور
 اس جھگڑے کو حضرت علیؑ کے بیٹے کے زمانہ میں اور بھی زیادہ ترقی ہوئی جس نے
 رفیقوں کے وعدہ کے بھروسہ پر ملک گیری کا ارادہ کیا اور بڑی تکلیف اور مصیبت
 کی حالت میں شہت کر بلا میں وفات پائی اُسکے بھائی نے اُس سے بھی زیادہ تکلیف
 اٹھائی یعنی اُسکی بی بی نے حضرت علیؑ کے دشمنوں کے ہر کانے سے طمع و لالچ
 میں آکر اُسکو زہر دیکر مارا۔

جس زمانہ میں یہ نئے نئے واقعات ظہور میں آئے اُسوقت سے ایک ایسا

سلسلہ صاحب مدوح نے یہ بھی واقعات کے بالکل خلاف لکھا جو وہ فیصلہ جالاکے سے حضرت
 علیؑ کے خلاف ہوا تھا اور آپ اپنے تئیں اُسکے بعد خلیفہ برحق سمجھتے تھے صلاحیت کی وجہ سے جناب
 مصطفیٰ میں وہ محاکمہ نہ ہوا تھا خود ہی آپ کے لشکر کے لوگوں نے محاکمہ کرایا تھا آپ نے
 منع بھی کیا تھا مگر اُنھوں نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو مقرر کیا تھا پس جو بیان مفصل اس محاکمہ کا
 اعظم کوئی اور دیگر تاریخوں میں ہے اُسکے دیکھنے سے سر جان میل کام کی تحریر کے
 اس حصہ کا بالکل ابطال ہوتا ہے۔ مصنف۔

فرقہ برابرا چلا آیا جو حضرت علی علیہ السلام اور انکی اولاد کا بجان و دل معتقد اور دوست
بنار ہا بہانک کہ انکا اعتقاد بڑھ گیا کہ ہر نماز میں خدا کے نام کی جگہ علی کا نام لیتے
تھے اور جن لوگوں نے حضرت علیؑ اور انکی اولاد کو اذیت پہونچائی تھی انکو سخت
بُرا جانتے تھے مگر اُس زمانہ میں سنیوں کو بہت بڑا اختیار حاصل تھا اسلئے اس
فرقہ کی کچھ پیش نہ چلی اور ہمیشہ سنیوں کے مقابل میں دولت و کلیفین اٹھاتے رہے
شاہ اسماعیل صفوی شیعہ مذہب کے ایک سرگرم پیروکار مشہور ہو گئے تھے سنیوں
نے ازراہ طعن انکا رافضی خطاب تجویز کیا تو انھوں نے اپنے ذمہ یہ امر واجب
و لازم کر لیا کہ علی کے مخالفوں کے رفیقوں سے ہمیشہ دشمنی و عداوت رکھی اور
اُس خطاب کے جواب میں از روئے فخر سنیوں کے مقابلہ میں اپنے فرقہ کا خطاب
شیعہ تجویز کیا تھا۔

الغرض جب عربوں کے ملکی اقتدار کا نشو و نما ہو چلا تھا تو قدرتی طور پر یہ امر
لازمی ہو گیا تھا کہ انکے گروہوں میں نفاق پیدا ہو جائیگا چنانچہ آسکا ظہور شام کے
مدعی خلافت کے زمانہ میں ہوا حضرت علیؑ کو امامت سے خلافت حاصل ہوئی
اور ایک بار ایک بات جسکا تذکرہ اس مقام پر ضروری ہے یہ ہے کہ جب اس
حصہ بنی ہاشم کو امام ہونے کا فخر حاصل تھا تو ایک جانب سے اگر یہ صدا آتی تھی

سے میلکام صاحب کا یہ بیان ہمارے اُس بیان کی تائید کرتا ہے جو پہنے باب اول میں
شیعوں کے ظہور کی نسبت لکھا ہے ۱۲

۱۳ کہ شیخ ثناء عشری کا یہ عقائد نہ کبھی تھا اور نہ ہو بجائے خدا کے نام کے علی کا نام لیتا ہوا البتہ ایک فرقہ
نصیری ہو جو علی کو خدا سمجھتا ہو نہ کہ شیعہ جنہر عدم و نفیت سے میلکام جسٹانے یہ الزام لگایا ہے ۱۲

کہ فلاں خلافت کے زمانہ میں سنت رسول خدا سے انحراف ہوا ہے تو آپ فرما
 کوشش فرماتے تھے کہ انحراف نہ ہونا چاہیے اور اگر دوسری جانب آپ سکوت
 فرماتے تو فرائض امامت سے بید تھا پس دیکھنا چاہیے کہ امیر معاویہ کے عہد میں
 اور بنی اسباب سے جنگ جل ہوئی وہ انہیں وجوہات پر مبنی تھی ایک سوال ہے
 کہ جو لڑائیاں باہم ہوئیں انہیں کیسے تصور ہے اسکا جواب بخیر اسکے نہیں ہو سکتا
 کہ جب مہاجر انصار نے آپ کی بیعت کر لی تھی تو آپ کی خلافت سلم و مصدق
 ہو گئی تھی کوئی حق ظلم و زبریر کو نہ تھا کہ اول بیعت کرتے اور بعد انحراف کرتے اور
 حضرت عائشہ کو اپنے ہمراہ لیکر جل میں جنگ کرتے اور کوئی حق امیر معاویہ کو نہ تھا
 کہ حضرت عثمان کے خون کا دعوے کرتے کیونکہ انکو کسی قسم کی ولایت حضرت
 عثمان کی نہ تھی خود حضرت عثمان کے لڑکے موجود تھے انھوں نے کسی قسم کا دعویٰ
 نہیں کیا تھا۔ مطلب امیر معاویہ کا یہ تھا کہ اگر اس قسم کا دعوے نہ کیا جائیگا تو ایک
 ایسے خلیفہ کے مقابلہ میں جسکو قربت قرابت اور سبقت اسلام حاصل ہے اور جو
 علوم اور فنون میں ایک ایسا تاجر رکھتا ہے جو متقدمین اور متاخرین میں اپنا نظریہ
 رکھتا میری جانب بڑے بڑے معارف عرب کے نہونگے انھوں نے جن غرائض
 دعویٰ کیا تھا اسکا پردہ آخر میں ہٹ گیا تھا اور انکا دعویٰ باطل ہو گیا تھا سوقت
 انھوں نے کہا تھا کہ اگر آپ مجھکو ملک شام کا آزاد حاکم بنا دیں تو میں آپکی بیعت
 کرتا ہوں آپ نے اس سے بھی انکار کیا تھا اور فرمایا کہ تا وقتیکہ تمہاری عادات
 میں شرع کے مطابق اصلاح نہوگی اسوقت تک میں کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ
 شاہانہ ملک گیری کے واسطے جنگ نہیں کرنے تھے اور نہ آپکا مقصد تھا کہ اپنا ذاتی

ملطراق ظاہر کریں آپکا اصلی مقصود یہ تھا کہ خلافت امامت کے تابع ہو جائے نہ کہ
 امامت خلافت کے۔ مگر اس میں کچھ کامیابی نہ ہوئی کیونکہ عرب کے گروہوں کا یہ مقصد
 تھا کہ اس زمانہ میں خلافت وہی عمدہ ہو جس سے ناجائز دنیا حاصل ہو آپ نے
 اس وقت جبکہ خلیفہ ہوئے تھے اسلام کی تعلیم فرمائی تھی اور جس زمانہ میں کہ آپ کی
 خلافت تذبذب میں تھی اس وقت شب و روز یہی فکر تھی کہ اسلام اپنی اصلی حالت
 پر قائم رہے ہمارے نزدیک حضرت امام حسن کی خلافت اگرچہ جیسے تک تھی
 تو حضرت علی مرتضیٰ کی خلافت جب تذبذب کی حالت میں ہو گئی تھی تو کیا وجہ ہو
 کہ اس قدر زمانہ خلافت حقہ میں جبکہ امیر معاویہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا یہاں تک
 کہ تین ہزار شیعوں کو قتل کر ڈالے تھے اور حضرت علی کی یہ کیفیت تھی کہ کوفہ میں
 آپ کی بہت کم سماعت ہوتی تھی پس یہ زمانہ جو پیدا ہوتا ہے کیا اس سے امیر معاویہ کی
 خلافت حقہ ثابت ہوتی ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسے منہ پی اور پرہیزگار امام کو
 مسجد کوفہ میں ابن ملجم نے شہید کیا اس شہادت کا حال اختلاف سے بیان کیا گیا ہی
 یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس عورت نے محض اس واسطے ابن ملجم سے تحریک
 کی ہو کہ اسکے عزیز واقارب جنگ صفین وغیرہ میں قتل کیے گئے تھے اگرچہ وہ
 خارجہ تھی اور اسکو آپ سے عداوت تھی مگر شل اسکے اور بہت سے آدمی تھے
 جنکے عزیز واقربا کو عہد رسالت میں آپ نے قتل کیا تھا اور بہت سے جنگ صفین
 میں قتل ہوئے تھے وہ بھی ارادہ کرتے ہونگے کہ یہ حرکت کریں مگر ان کا سیاق
 رہے تھے یہ عورت کیونکر کامیاب ہو سکتی تھی اصل بات تاریخوں سے سمجھ میں
 آتی ہے کہ اشعث کندی وغیرہ نے اس عورت سے سازش کی تھی کہ اگر تیری

حاشیہ متعلقہ صفحہ (۹۹) اشعث کندی کے حالات کے مطابق اس حکیم کا قول ہو جسے کہا تھا کہ انسان کی عجیب و غریب خلقت ہو کہ کبھی تو وہ نہایت متقی اور باایمان اور کمال درجہ کا پرہیزگار ہوتا ہو اور کبھی وہی انسان نہایت بی ایمان ہو جاتا ہو اور جملہ صفات انسانیہ سے خارج ہو کر شریر و نکی صفات سے معمور ہو کر بہائم کی صفات میں آجاتا ہو۔ شعث کندی نے اول اسلام اختیار کیا تھا بعدہ زمانہ خلیفہ اول وہ مرتد ہو گیا تھا تین مرتبہ اُسے مسلمانوں کو شکست دی تھی آخر کار مسلمانوں اور اُس کے درسیان صلح کی ٹھہری جب اُس صلح ہو گئی اور اُس کے غشائے وغیرہ کو امان دی گئی تو زیادہ سے جو مسلمانوں کا افسر تھا کہا کہ اسے شعث نے اپنے عزیز و اقربا کے واسطے امان چاہی اور اپنے واسطے کچھ نہ کیا اُسے کہا کہ میں ایسا عقل سے خارج نہ تھا کہ اوروں کے واسطے امان چاہتا اور اپنے کو علیحدہ رکھتا الغرض قبیلہ کنده کے بہت سے آدمیوں کو زیادہ قلعہ میں لپکا کر قتل کرایا اشعث کو رہا کرنا چاہیے تھا مگر عہد کے خلاف زیادہ سے اور صنادید کنده کے قید کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا اشعث کے خلیفہ سے دلیرانہ گفتگو کی اور خلیفہ نے اُس کا بڑا جاہ و احترام کیا یہاں تک کہ ام فردا کا عقد اُس کے ساتھ کر دیا چار لڑکے شعث کے ہوئے ایک محمد دوسرا اسماعیل تیسرا اسحاق چوتھے عبدہ محمد عمر عثمان و علی کا دوست تھا مگر کربلا میں حضرت امام حسین سے مغرور ہو کر گمراہ ہو گیا تھا۔ اسماعیل اور اسحق عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں مارے گئے یہی شعث خلیفہ سوم کے زمانہ میں آذربائیجان کا دابی حاجب حضرت کا فرمان اس کے پاس پہنچا تھا کہ میں خلیفہ ہوا ہوں تم واسطے امانت کے آؤ تو اسے خیال کیا تھا کہ معاویہ کے پاس جاؤں یا علی کے کیونکہ علی کے پاس آنے میں اندیشہ تھا کہ جو مال جمع کیا ہو وہ نذر بیت المال نہوجائے اور شام میں جانے سے وہ مال اُس کے قبضہ میں رہے گا آخر کار اپنے عزیزوں کے شور سے وہ حضرت علی کے پاس حاضر ہوا اور جنگ صفین میں مجاہد اوروں کے اُسے کار نمایان کیے پھر اسی شعث نے معاویہ سے سازش کی اور حب قرآن تیرون پر آویزان ہوا تو اُسے کوشش کر کے آپ کے لشکر کو آپ کے خلاف کر دیا اور آپ سے علیحدہ ہو گیا فقط

کوشش سے یہ کام ہو جائے تو اس صلہ میں تجھ کو درم و دنیا دیے جائیں گے
 اور چونکہ وہ حسینہ و جمیلہ تھی اُسکے پاس سب قسم کے عیاش آدمی آتے جاتے تھے
 لہذا اُس نے ابن لمجم کو اس کام کے واسطے انتخاب کیا تھا اشعث نے جب سازش
 کی تھی تو اُس کو یہ حال معلوم تھا کیونکہ اُس نے مسجد کوفہ میں ابن لمجم سے کہا تھا کہ اے
 ابن لمجم جس کام کے واسطے آیا ہوا اُس کو جلد ختم کر ایسا نہ کہ صبح کی روشنی تجھ کو
 فضیحت کرے اُس نے اُس کام کو ختم کیا اور اس طریق سے چوتھی خلافت کا
 خاتمہ ہو گیا۔ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اشعث نے اس کام کی تکمیل کرانے کے واسطے
 کیوں سازش کی تھی کس واسطے کہ اُس کو خلافت کی امید نہ تھی اُس نے حضرت
 علیؑ سے بیشک اُس وقت انحراف کیا تھا جبکہ لیلۃ الحریر میں امیر معاویہ
 نے قرآن نیرون پر آویزاں کر دیا تھا اور یہ انحراف اُس سازش کا نتیجہ تھا جو
 امیر معاویہ سے پہلے ہو چکی تھی اشعث خارجیوں کے خیال کی بھی تائید کرتا تھا
 اور اُس نے امیر معاویہ کی کامیابی کے واسطے بھی بڑی کوشش کی تھی گوشت
 جنگ نہروان میں خارجیوں کی جانب ہو کر حضرت علیؑ سے مقابلہ نہیں کیا تھا
 مگر اُس کا کوفہ میں موجود ہونا حضرت علیؑ کی حمایت کی غرض سے بھی نہ تھا کیونکہ
 اُس نے امیر معاویہ کے مقاصد کی ایسی تائید کی تھی کہ حضرت علیؑ کے لشکر کے ایک
 بہت بڑے حصہ نے آپ کو چھوڑ دیا تھا قرآن سے معلوم ہوتا ہوا اور واقعاً
 کہ یہ قدر ان قرآن کی تائید بھی کرتے ہیں کہ اشعث کی غرض کوفہ میں ہونے
 بجز اسکے اور کچھ نہ تھی کہ امیر معاویہ کی سازشوں کے باقی حصوں کو بھی پورا کرے
 وہ حضرت علیؑ کی امامت اور خلافت سے انکار کر چکا تھا اور اسکے سازش کی

کیفیت خود آپ کو اور آپ کے شیعوں کو معلوم ہو چکی تھی پس مسجد کوفہ میں وہ ہرگز اس غرض سے نہیں گیا تھا کہ آپ کی امامت کے سایہ میں نماز پڑھے بلکہ اسکا مقصد تھا کہ آجکی رات اس بقیہ سازشی حصہ کو مکمل کرادوں جس سے معاویہ کو مسرت ہو اور انکی خلافت اس بڑے اندیشہ سے پاک ہو جائے۔ ان سازشی واقعات کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ کا قصد تھا کہ پھر امیر معاویہ سے جنگ کریں یہ قصد مصمم تھا اور اشعث وغیرہ اور امیر معاویہ آپ کے اس قصد سے مطلع تھے اسکے چند ہی دنوں کے بعد مسجد کوفہ میں آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا جس سے صاف ثابت ہو سکتا ہو کہ یہ انھیں سازشوں کا نتیجہ تھا خیرہ واقعات کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر امیر معاویہ کے واسطے اشعث کی وجہ سے بڑا اطمینان ہو گیا تھا خوارج کا اندیشہ بھی شام کی خلافت کو نہ رہا تھا کیونکہ جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اس جمعیت کو ایسی کامل شکست ہو گئی تھی کہ وہ اثر اسکے واسطے مدتوں تک رہا تھا اور ادھر جب آپ کی شہادت ہوئی تو خلافت شام کو آئندہ جنگ کا کوئی اندیشہ باقی نہ رہا تھا۔

اگرچہ باب اول اور باب نہد میں مجملہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ وجوہ کیا تھے جسے کہ حضرت علیؑ کو خلافت سے علیحدہ ہونا پڑا اور وہ اسباب کیا تھے کہ جسے معاویہ کو کامیابی ہوئی مگر اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب مع اور وجوہ کے بیان کیے جائیں۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کو اپنی خلافت میں ناکامی۔ اول۔ کمال زہد و تقویٰ اور کامل الایمان ہونے کا نتیجہ تھا کہ جب آپ نے معاویہ سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا

کتب خانہ وقف مذہبیہ دیوبند

نو ابن عباس نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ ابھی موقع نہیں ہے کہ امیر معاویہ سے
 بیعت کی تحریک کیجائے آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اُن سے بیعت نہ کروں گا
 اُس وقت تک میرے زمانہ خلافت میں جو معاصی شام میں ہونگے اُنکا ذمہ دار
 آخرت میں میں ہوں گا ہر چند کہ ابن عباس نے مصلحت امیر و لائل بیان کیے
 مگر آپ نے اُنکو تسلیم نہ کیا اور یہ خیال جو کامل الایمان ہونے سے آپ کو پیدا
 ہوا تھا اُسکا سبب وہ واقعات تھے جن پر کہ اول زمانہ رسالت میں آپ نے
 نظر فرمائی تھی آپ نے دیکھا تھا کہ حضرت پیغمبر نے اسلام اور اشاعت اسلام کو
 اپنے کل ذاتی امور پر مقدم فرمایا تھا یہاں تک کہ آپ کا یہ خیال تھا کہ اسلام کی اشاعت
 ہو اور اسلام قائم رہے اسکے مقابلہ میں بالکل ذاتیات کا خیال نہ تھا آپ نے جتنا
 مصائب اور تکلیفات کے متحمل ہوئے مگر تحفظ اسلام اور اشاعت اسلام کو
 ترک نہ فرمایا حضرت علیؑ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ قوم نے پیغمبر کے واسطے بازار کا
 سودا بند کر دیا تھا اور پیغمبرؐ مع اُس زمانہ کے چند مسلمانوں کے شعب مکہ میں
 تشریف فرما تھے اور کھانے پینے کی تکلیف ایسی تھی کہ خرمون کا ملنا بھی دشوار
 ہو گیا تھا اور حسب قدر خرچے ملتے تھے وہ تقسیم ہو کر اس طرز پر کھائے جاتے تھے
 کہ گویا کبھی اُنکو کھانا نہ ملا تھا باوجود ان تمام تکلیفات کے آپ نے مخالفت
 قوم کے لوگوں کا کتنا نہ مانا اور اُس حق رسالت کو ترک نہ فرمایا جو خدا نے
 آپ کو سپرد کیا تھا ذاتی اور دنیوی معاملات اور منفعت کو اسلام کے مقام
 میں کچھ نہ سمجھایا ایسے واقعات تھے کہ حضرت علیؑ نے آپ کی صحبت میں
 آپ پر بخوبی غور فرمایا تھا اور آپ بھی ایسے کامل الاسلام ہو گئے تھے کہ جب

آپ کو خلافت حاصل ہوئی تو حضرت پیغمبر کی تعلیم اور ان واقعات کے اثر سے کیونکر ہو سکتا تھا کہ ابن عباس کی رائے آپ ملکی مصلحتوں کے لحاظ سے تسلیم فرماتے اُس حق خلافت کا مرتبہ ایسا ہی تھا جیسا کہ منجانب اقتدر رسالت کا تھا فرق صرف اسی قدر تھا کہ ایک خدا کی جانب سے تھا اور دوسرا مرتبہ اُس رسالت کی سند نشینی سے پیدا ہوا تھا جو آپ کو حاصل ہوا تھا پس آپ چاہتے تھے کہ اصلی اسلام کے مطابق آپ کی خلافت کا اثر تمام ان مقامات میں ہو جو بحیثیت مجموعی آپ کی خلافت کے حیطہ اقتدار میں تھے گو آپ کو اس وجہ سے بھی ناکامی ہوئی مگر آپ کے کامل الایان ہونے کی شہادت تاریخوں سے ظاہر ہے۔

دوم۔ یہ دوسری وجہ بھی اُسی کامل الایان ہونے کا نتیجہ ہو کہ آپ نے اُن عربوں کو وظائف اور جاگیرات اور اُنکے وظیفہ روزانہ میں اسلامی حیثیات سے ایسے تغیر اور تبدل فرمائے کہ اگر یہ انتظام آپ نہ کرتے تو وہ عرب آپ کے حامی اور مددگار ہوتے مگر اُنکے بحال رکھنے میں سلام ناراض ہوتا پس سلام مقدم سمجھا گیا گو اسکے سبب سے اُن عربوں میں سے بہت سے لوگ آپ سے خلافت ہو کر امیر معاویہ کے پاس چلے گئے اور اُنکو خیال ہوا کہ امیر معاویہ ہمارے اُن وسائل کو قائم رکھینگے اور اُنکی نظر میں یہ لحاظ دنیوی منافع کے حاصل کرنے کے حضرت علی کی خلافت سے امیر معاویہ کی خلافت بہتر تھی۔ مہنے اس بیان کو صرف قیاس پر ترتیب نہیں دیا ہے بلکہ بعد آپ کے جو خط ابن عباس نے حضرت امام حسن کو ابصرہ سے لکھا ہوا اس میں بھی آپ کو مشورہ دیا ہو کہ آپ کو

مناسب ہو کہ اپنے بیعت کرنے والوں کی تالیف قلوب کرتے رہیں اور اپنی مراعات کریں اور ارباب کفایت اور بامرتبہ اشخاص وغیرہ کے ساتھ نیکی کریں اور جو کام کہ ان کے لائق ہو وہ ان کے سپرد کریں ان وجہ سے آپ ان کو اپنا دوست بنائیں اور ان کے دلوں کو تسخیر کریں کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد امیر المومنین حضرت علیؑ مال غنیمت کے تقسیم کرنے میں بالکل شرعی تقسیم پر لحاظ فرماتے تھے اور جو ملع اور حرص کہ ارباب کفایت و اصحاب شہامت و اہالی بیوتات کو تھی وہ اس تقسیم سے پوری نہیں ہوتی تھی اور ان کو حضرت علیؑ ان عطیات میں اور وہ ان کے برابر سمجھتے تھے لاچار وہ ان حضرت سے برگشتہ ہو گئے یہ ایک سبب ان لوگوں کا آپ سے علیحدہ ہونے اور امیر معاویہ کے پاس جانے کا ہوا تھا (اب آپ) وہ مسلک اختیار فرمائیں اور ان عطیات کو علیؑ قدر مراتب وسعت دین اور صلاح ذات البین میں کوشش بلین کریں اور تقسیم مال اور احسانات سے خاص عام کے دلوں کو اپنے قابو میں لائیں یہ یقین سمجھیے کہ سوائے اسکے امیر معاویہ پر آپ کو کامیابی نہوگی۔

سوم۔ ان اعمال اور نایابان خلافت کو مغرول کرنا جو خلاف شرع ملکوں کا انتظام کرتے تھے اور بجائے ان کے اپنے معتد اور پابند شرع اشخاص کو مقرر کرنا مغرولین میں اکثر وہ اشخاص تھے جو قبیلہ بنی امیہ میں تھے اور وہ غزل کے زمانہ میں حضرت علیؑ کے خلاف ہی کارروائیاں نہیں کرنے تھے بلکہ امیر معاویہ کے پاس چلے گئے تھے چہاں ہم دوران جنگ صفین شہت وغیرہ کا امیر معاویہ سے سازش کرنا اور امیر کی کامیابی کے واسطے کوشش کرنا۔

پنجم جنگ لیلۃ الحریر کے وقت شام کے لشکر میں عمرو ماص کے اس مشورہ سے کہ قرآن مجید نیرون پر آویزان کیا جاوے اور چڑھا ہو کہ درمیان دونوں لشکروں کے قرآن محکم ہے اور جبکہ حضرت علیؑ نے اپنے تبحر علم و فضل اور قرآن کے معانی اور مطالب کی اعلیٰ معلومات کے لحاظ اور یہ کہ قرآن مجید کے صرف کرنے کے عمل موافق کیا ہیں اس کے اعتبار سے فرمایا تھا کہ قرآن جس شخص کو مردہ کرے وہ مردہ ہے اور جبکو زندہ کرے وہ زندہ ہے میں اسکا پابند ہوں پس شعث وغیرہ نے کہا کہ یہ قرآن جو نیرون پر آویزان ہے اور شامیوں نے فیصلہ کے واسطے اسکو حکم قرار دیا ہے لہذا قرآن زندہ و مردہ میں امتیاز کروں گا ہم اسپر تیرنہ مارینگے اور نہ جنگ کرینگے یہ اس سازش کا نتیجہ بھی تھا اور جب دوسرے پہلو پر غور کیا جاتا ہے تو اشعث وغیرہ آپ کے اس کلام بلاغت نظام کو بالکل نہیں سمجھتے تھے کہ قرآن ناطق اور صامت سے کیا مراد ہے اور نہ قرآن کے آویزان کرنے کی غرض پر غور کیا گیا تھا اس اختلاف سے انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا تھا اور آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی صرف معنی اور الفاظ اور موقع کا فرق ہے ورنہ ان واقعات سے عہد رسالت میں وہ واقعہ مطابق معلوم ہوتا ہے جو عہد رسالت میں ایک شاعر پر گذرا تھا اس شاعر نے ایک قصیدہ حضرت نبویؐ کی شان اقدس میں تصنیف کیا تھا اس نے اس قصیدہ کو اس وقت پڑھ کر سنایا تھا جبکہ آنحضرتؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص مجھ میں ہونا چاہے اسکو ایک حصہ اور جو مجھ میں نہ ہونا چاہے اسکو دو حصہ ملیں گے اور اسی اعتبار سے حصہ کی تقسیم ہو رہی تھی اس شاعر کو بھی ایک حصہ دیا گیا تھا اور اس کے قصیدہ کو

آپ نے ایسا پسند فرمایا تھا کہ اسکو اپنا کیا تھا مگر اسکی عدم فہمی سے اسپر طبع اور میں نے
ایسا غلبہ کر رکھا تھا کہ وہ آپ کے الہامی الفاظ کے سمجھنے میں قاصر رہا جب اسکو ایک
حصہ دیا گیا تو اس کے چہرہ پر مایوسی چھا گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سمجھا نہیں اور
طالب مال ہے اور قصیدہ کے صلہ میں متعدد حصوں کا طالب ہو پس آپ نے
حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اس شاعر کو لیجا کر اسکی زبان قطع کر لو حضرت علیؑ نے اسکو
ساتھ لیا اور راستہ میں اسے کہا کہ کیا آپ میری زبان قطع کر لینگے آپ نے فرمایا
کہ میں رسول خدا کے فرمانے کے مطابق عمل کروں گا وہ شاعر اس لفظ کو جو لسان
شرع سے نکلا تھا حقیقت سمجھا تھا اور جو کلمات کہ حضرت علیؑ نے فرمائے تھے انکو
بھی نہیں سمجھا بلکہ یہ خیال کرتا تھا کہ اب زبان ضرور قطع ہو جائیگی یہاں تک کہ جب
اسکو ایک مقام پر اونٹ مال سے لدا ہوا ملا اور حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اونٹ
لی لے ہو وقت تک بھی اس کے خیال میں ان الفاظ کا مطلب نہیں آیا تھا اسے
دریافت کیا کہ آپ مجھکو میری زبان کاٹ ڈالنے کے واسطے لائے تھے نہ کہ
آپ نے مجھکو یہ اونٹ مع مال دیدیا آپ نے فرمایا کہ تم اس لفظ کے مطلب کو
نہیں سمجھے تھے اسکا مطلب یہی تھا کہ اسکو استقدر دیا جائے کہ اسکی حرص و طمع
کی زبان قطع کی جائے پس شعث وغیرہ حضرت علیؑ کے الفاظ اس شاعر کے
خیال کے مطابق سمجھ گئے تھے اور جب غلط راہ انھوں نے اختیار کر لی تھی
تو پھر اس راہ کا ترک کرنا نہایت دشوار ہو گیا تھا لشکر کے ایک بڑے حصہ نے
اسی غلط فہمی سے آپ سے انحراف کیا تھا اور اسی انحراف سے نتیجہ جو کچھ ہوا
وہ ہوا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں بوجہ باہمی

جنگ وجدل ملکوں کی فتوحات نہیں ہوئیں مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ کی خلافت کے
کس شخص کے قصور سے جدید ملک فتح نہیں کیے اور یہ کہ کس شخص اور قبیلہ کی
کارروائی سے ہزار ہا مسلمان قتل ہوئے عرب کے قریب اور بعید ممالک میں
بعد فتوحات اسلام قائم ہو چکا تھا اب وہ ملک ایسی حیثیت سے کون تھے
جنکو چوتھی خلافت فتح کرتی حضرت علی کو اپنے زمانہ میں ان فرائض کی تکمیل
منظور تھی جنگی سابق کی خلافتوں کے مقبوضہ اور مفتوحہ ممالک میں ضرورت تھی
یعنی دشمنوں سے ان ملکوں کو محفوظ رکھنا اور جہان تک کہ عربوں میں بوجہ نقل
خلافتوں کے تغیرات پیدا ہو گئے تھے انکی اصلاح کرنا مگر جن اشخاص نے ان
فرائض کو عمل میں نہ آنے دیا اور آپ کو جنگ کے واسطے مجبور کیا وہ انکے
ذمہ ہے سابق میں ہماری رائے تھی کہ خلفاء ثلاثہ کے وقت میں جو ممالک
فتح ہوئے اور جنگی نسبت عیسائیوں کے اعتراضات تھے کہ وہ اس جہادی
تعلیم کا نتیجہ تھے جو پیغمبر اسلام نے انکو دی تھی مگر جب تاریخوں سے ہم کو یہ
معلوم ہوا کہ عراق اور شام وغیرہ میں آتش پرستوں اور عیسائیوں کا قبضہ
تھا اور یہ ممالک کے ایسے حصے تھے جو عرب کے بالکل قریب تھے اپنی حکومت
کرنے والوں کو معلوم تھا خاص کر اہل فارس کو کہ جس غرب پر مبنی ایک زمانہ
میں قبضہ کیا تھا وہ عرب اب ترقی کی حالت میں ہوتا جاتا ہے اور ایک ایسے
مذہب کے وہاں نشوونما پایا ہو کہ اسکے سبب سے عربوں کی چڑھائی ضرور فارس
پر ہوگی اور شام اور دیگر ملکوں کے عیسائی اپنے مذہبی تعصبات اور مسمی
رقابت سے ایسا ہی کچھ خیال رکھتے تھے ان سبکو منظور تھا کہ یہ گروہ جو مکہ

اور مدینہ میں ہے اور بعد وفات پیغمبرؐ کے جانشین ہوئے ہیں اگر قبل انکی چڑھائی
انکو پسپا کر دیا جائے تو اندیشہ جاتا رہے عرب انکے ان خیالات کو سمجھتے تھے لہذا
انکے ان خیالات کی وجہ سے عربوں کو ضرورت ہوئی کہ اپنے حملہ کیا جائے۔ جب
قریب کے مقامات عربوں نے ان قوموں سے چھین لیے اور ایک مرتبہ جنگ
پھر گئی اور عربوں کو فتوحات حاصل ہو گئیں تو انکی پیشقدمی کو کون روک سکتا تھا
انہوں نے اس جذبہ سے بڑی بڑی سلطنتوں کو جنگ کر کے فتح کر لیا تھا یہ لڑائی
بھی ایک صورت سے داغی تھیں اور خود بخود جہاد نہیں کیا گیا تھا۔ اب ان واقعات
سے ہم سمجھتے ہیں کہ نہ پیغمبرؐ اسلام نے جہاد فرمایا تھا کہ زبردستی اسلام قبول کرایا جائے
اور نہ خلفائے زبردستی اسلام قبول کرانے کی غرض سے جنگ کی تھی۔ واقعات
تبدیل ہو کر تھے ہیں شکار ہر سہ خلافتوں میں ضرورت تھی کہ دشمنان اسلام کے
مالکوں کو فتح کیا جائے چوتھی خلافت میں یہ ضرورت نہ تھی اسکا یہ کام تھا کہ جو ملک
فتح ہو چکے ہیں انکا شرع کے مطابق انتظام کیا جائے اس ناکامی سے جو خرابیاں
اسلامی ممالک میں پیدا ہوئیں وہ اسلام کے ضیغ کرنے کے واسطے کافی تھیں۔
امیر معاویہ کی کامیابی کے وجہ سے۔ جس قبیلہ میں امیر معاویہ تھے وہ قبیلہ کھزرج
حکومت رکھتا تھا پیغمبرؐ کو اس قبیلہ نے قبل ہجرت نہایت تکلیف دی تھی اور اسی
کی وجہ سے آپ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا تھا جب آپ مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے
تب بھی اہل مکہ سے مقابلہ ہوا تھا اس قبیلہ نے حدیبیہ کا عہد نامہ کرایا تھا اور جب
اکفار قریش نے عہد شکنی کی تو پھر مکہ پر چڑھائی کا زمانہ آیا اور قبل فتح مکہ ابوسفیان نے
مذہب کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا جب مکہ فتح ہو گیا تو جس قانون ایام جہالت سے

وہاں کے باشندے مستفید ہو ا کرتے تھے وہ قواعد جاتے رہے تھے بنی ہاشم اور بنی امیہ سے نزاع چلی آتی تھی اور بنجر حضرت عثمان کے اس قبیلہ کے اور خضو کا اسلام موافقہ القلوب میں داخل تھا ایک ہی قبیلہ تھا جسے بحالت کفر حضرت پیغمبر کو نہایت تکلیف دی تھی اور یہی قبیلہ تھا کہ اس نے جب اسلام قبول کیا تھا تو خلافتوں کے زمانہ میں اسکو ترقی اور عروج تھا اور مخصوص ہی قبیلہ تھا کہ اسلام کے پردہ میں مدینہ حکومت کی تھی جب حضرت عثمان کا زمانہ آیا تو اس قبیلہ کا عروج تھا اور جو غدر ہوا وہ اس قبیلہ کے عمال کی بے اعتدالیوں سے ہوا تھا۔ یہ اول حبیب امیر معاویہ کی کامیابی کا ہوا۔

دوئم۔ جنگ جمل کا ہونا اگرچہ اس میں حضرت علی کی فتیالی ہوئی تھی مگر ناکام اشخاص کے جماع شام میں چلے گئے تھے اور اے امیر معاویہ کو تقویت ہوئی تھی۔

سوم۔ چونکہ امیر معاویہ شام کے والی تھا اور عرب میں انکی قبیلہ کا اثر تھا خصوصاً مکہ لہذا شام میں انکی حکومت کی تائید ہوتی تھی اور شامی مسلمان ایسی عظمت حضرت علی کی نہیں جانتے تھے جیسا کہ عرب والے سمجھتے تھے پس امیر معاویہ کا اثر اپنی پہلی ہوئی اور جنگ صفین میں وہ شامی سپہ سپر ہو کر لڑے تھے۔

چہارم۔ حضرت علی کو اگر دگفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اسلام کے خلافت ملکی معاملات کو انجام فرماتا نہیں چاہتے تھے۔ اور نہ اسلام کی خلافت ایک پیسہ بھی کسی کے وظیفہ میں بڑھانا چاہتے تھے حضرت عقیل آپ کے حقیقی بھائی تھے جب آپ خلیفہ ہوئے تو انکو سرت ہوئی کہ اب بھائی کے زمانہ خلافت میں انکے مقررہ وظائف میں ترقی ہوگی۔ عقیل نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے وظیفہ میں

ترقی فرمائیں آپ خاموش رہے جب باصرار انھوں نے ہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے واسطے نقب لگاؤنگا مطلب یہ تھا کہ جو مقرر ہے وہی رہیگا وہ یہ سنکر امیر معاویہ کے پاس چلے گئے تھے مگر جب حضرت علیؑ کی برائیاں اُن کے سینے تو آپ واپس آئے تھے۔ امیر معاویہ کی رفتار و گفتار سے بالکل اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے اُنکو بمقابلہ حضرت علیؑ کی مقاصد کے حاصل کرنے میں اسلام کے خلاف کرنے میں تامل نہ تھا اور انھوں نے لوگوں کے وظائف میں ترقی کر رکھی تھی

باب چہارم

خلافت و امامت حضرت امام حسن علیہ السلام
پانچویں خلافت۔ یہ پانچویں خلافت اس وقت ہوئی تھی جبکہ امیر معاویہ کو حضرت علیؑ کے رد پر اور بعد آپ کے اپنی مصنوعی خلافت میں اقتدار حاصل ہو چکا تھا اور انھوں نے اس عرصہ میں کہ حضرت امام حسنؑ نے دو ماہ کے بعد اُنکو خط اپنی خلافت کے باب میں لکھا تھا گویا کہ مدینہ اور دیگر مقامات میں بہ جبر قبضہ کر لیا تھا اور لوگوں سے بھیر جیت کرائی تھی۔ حضرت امام حسنؑ کو فہم میں تھے اسی مقام میں آپ کی خلافت کی شہرت ہوئی تھی اب خیال کرنا چاہیے کہ جس زمانہ میں آپ نے اپنی خلافت کا اظہار فرمایا تھا وہ ایک ایسا زمانہ تھا کہ امین امیر معاویہ کا خلافتی اقتدار مشہور ہو چکا تھا اسکے اثر سے لوگ اُنکی خلافت کو تسلیم کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین کے واسطے تشریف لائے تھے تو آپ کے ہمراہ نو سو سپہ سالار آ دی تھا اور جب امام حسن علیہ السلام نے

امیر معاویہ سے جنگ کی آمادگی ظاہر فرمائی تو آپ کے ہمراہ چالیس ہزار آدمی تھے اور یہ ایسے تھے کہ ان پر اعتماد تھا کوفہ میں بعد شہادت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بہت لوگوں نے حضرت امام حسن سے بیعت کی اور کہا کہ اب آپ ہمارے خلیفہ ہیں اور بعد ان کے آپ کے بھائی امام حسین علیہ السلام پس آپ نے سب لوگوں کو بلایا اور منبر پر جا کر یہ خطبہ پڑھا۔

خطبہ

ایہا الناس دنیا فتنہ وفساد اور بلاؤں کا گھر ہے اور جو چیز کہ آئین ہے وہ انواع و اقسام کی نعمتیں ہیں مگر سب زوال پذیر اور فانی ہیں خدا نے مجھ کو دنیا کے حالات سے خبر دی ہے اور وعدہ وعید کیا ہے کہ عبرت حاصل کروں اور ظلم و فساد سے اجتناب کروں تاکہ آخرت میں پاک و صاف رہوں اس فانی دنیا کا کچھ اعتبار نہیں ہے آپ پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے آخرت پر بھروسہ کرنا چاہیے امیر المومنین علی کا حال تپہ پوشیدہ نہیں ہے واقف ہو کہ آپ کا حسن معاشرت اور کمال علم کس درجہ تھا اور جانتے ہو کہ آپ نے اپنے دوران حیات میں ہنگام خدا کے ساتھ کیسی نیکیاں کی ہیں جب آنے والی موت کا زمانہ آپ کو پہنچا تو آپ نے بحالت مرضی الاثر اور محمود السیرت شہادت نوش فرمایا اور اپنے الہیت کو تھارے درمیان چھوڑا میں کہ حسین ابن علی ابن ابیطالب آج کے وطن تم سب سے بیعت کرتا ہوں اور ظاہر اور باطن موافقت کرتا ہوں اس قرار واد پر کہ تم بھی اسی طرح مجھے موافقت کرو یعنی جس شخص سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو اور جس شخص سے میں صلح کروں تم بھی صلح کرو۔

اس خطبہ کو شکر مسجد کوفہ کے ہر طرف سے لوگوں نے بہ آواز بلند کہا کہ سنا ہے اے
 تسلیم کیا جو کچھ آپ نے فرمایا اس پر ہم راضی ہیں اور مطیع و فرمانبردار ہیں امیر المومنین
 حضرت امام حسنؑ نے اس خطبہ کے بعد دو ماہ تک کوفہ میں قیام فرمایا اور معاویہ کو
 کچھ نہیں لکھا اور کسی کو ان کے پاس نہیں بھیجا اور شام کی طرف جانے کا بالکل ذکر
 نہیں کیا یہاں تک کہ بصرہ سے ایک خط عبد اللہ بن عباس کا آپ کے پاس
 پہنچا جس میں ابن عباس نے آپ کو چند امور میں مشورہ دیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا
 کہ امیر معاویہ سے اپنے حق خلافت کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا چاہیے
 بلکہ جنگ مناسب ہو جب آپ کو یقین ہو گیا کہ عبد اللہ ابن عباس میری خلافت
 کی تائید کرتے ہیں اور میرے حق کو تسلیم پس آپ نے امیر معاویہ کو یہ خط لکھا۔
 امیر المومنین عبد اللہ حسنؑ ابن علیؑ کی جانب سے معاویہ ابن صفخرہ کے نام بعد
 اسکے خدا نے محمدؐ کو پیغمبری دی اور آپ کو رحمتہ للعالمین کے لقب سے لقب
 کیا آپ کے توسط سے دین کو محکم کیا اور کفر و شرک کا استیصال کیا اور خاص
 و عام کی عزت افزائی کی اور عربوں میں سے جس جماعت نے کہ امتیاز چاہا
 اس کو دوسروں سے ممتاز کیا اور قرآن مجید سے اس کو مخصوص کیا جب حضرت
 پیغمبرؐ کے ایام حیات منقطع ہو گئے اور آپ نے وفات فرمائی تو خلافت اور
 امامت کے باب میں بحث مباحثہ شروع ہوا ایک جماعت نے نزاع پیش
 کی اور انصار و مہاجر نے کہا کہ ہم میں سے خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہیے کہ
 خلائق کے کار و بار کو انجام دے قبیلہ قریش نے جواب دیا کہ ہم تم سے
 اس خط کا ذکر بالاول میں ہی ہو جس میں ثابت ہوا کہ خلافت کے باب میں بعد وفات پیغمبرؐ مباحثہ ہوا

اول میں کیونکہ ہم حضرت پیغمبر کے ولی اور گروہ اور عزیزوں میں ہیں تمکو مناسب
 نہیں ہو کہ ہمارے حق میں رخنہ پیدا کرو اور ہم سے منازعت کرو مہاجر و انصار نے
 کہا کہ ایسا ہی ہے اور قریش پر اس باب خاص میں اعتراض نہ کیا بعد اسکے
 قریش نے انحراف کیا اور ہماری حمایت کو ترک کیا نہیے صبر اختیار کیا اور منازعت
 و عناصمت کو ترک کیا کہ دین اسلام میں خلل واقع نہو اور موافقت کر لی اس بنام
 عالم میں سوائے تمہارے اور کسی سے متنازع نہیں ہو تعجب کرتا ہوں کہ تمکو دین
 اسلام میں سبقت نہیں ہو یہ لحاظ اسلام کوئی اثر عمدہ نہیں رکھتے ہو پھر کس واسطے
 میرے حق میں نزاع کرتے ہو اور درمیان ہمارے و تمہارے خدا فیصلہ کرے خواہ الہام
 یہ خضوع و خشوع خدا سے چاہتا ہوں کہ تمکو دنیا کے خرخشون سے محفوظ رکھتے
 ارجحال کے وقت امیر المومنین علی نے مجھکو خلافت سپرد کی تھی آج کے دن
 خلافت امامت بلحاظ اہلیت و بہ اعتبار حق میراث ہو اور تمکو یہ حال معلوم ہے
 اسے معاویہ خدا سے خوف کر اور اعمال فاسدہ اور اشغال باطلہ سے دست کش
 ہو اور سید المرسلین کی امت سے مراعات کر اور اس باب میں کوشش کر کہ
 مسلمانوں کی خوئریزی نہو اور انکے کام کا انجام عمدگی و خوش اسلوبی سے ہوتا ہو
 انکی ترقی اور بہبودی ہو و السلام اسکے جواب میں امیر معاویہ نے ذیل کا خط
 آپکو لکھا اس خط سے چند اشعار عربی جو اس خط میں تھے ہرانی مترجم نے
 بزبان فارسی نظم کیا ہے ان اشعار کو سنئے نہیں لکھا ہو کیونکہ اردو میں اس مقام پر
 وہ بے لطفی سے خالی نہ تھے۔

جس بات کو باب اول میں سنئے گئے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔

بعد حضرت محمد مصطفیٰ آپ کا خط پہنچا اور اُسکے مضمون سے میں قہقہہ
 ہوا جہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ کے فضائل اور مناقب آپ نے بیان کئے ہیں اور
 علو شان کا تذکرہ کیا ہو وہ سچ ہے بلکہ اس سے زیادہ تمام عالم آپ کی جلالت اور
 علو مرتبت و منقبت پر متفق ہے اور آپ کے مناقب اور اوصاف میں طے تقریر کے
 باہر میں آپ نے اپنے خط میں اُمت کے اُسی قضیہ کا تذکرہ فرمایا ہو جو خلافت کے
 باب میں ہوا تھا اور اکابر قریش پر کنایتاً و اشارتاً ایک گونہ شکایت کی ہے کہ
 اُس شکایت کو مفصل آپ نے درج نہیں کیا ہو اور کسی کے نام پر وہ شکایت
 نہیں ہو لیکن آپ کے کلمات سے معلوم ہوتا ہو کہ اکابر و ارکان صحابہ جیسے کہ صدیق
 و فاروق و ابو عبیدہ و طلحہ و زبیر و انصار و مہاجرین اُنکی طرف اشارہ کیا گیا
 کہ بعد انتقال حضرت محمد مصطفیٰ کے خلافت آپ کے والد علی رضی اللہ عنہ پر قرار دی گئی
 تھی پھر وہ خلیفہ نہیں ہوئے مجھ کو آپ کے اس بیان سے تعجب معلوم ہوتا ہو
 کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ بعد حضرت محمد مصطفیٰ اور میان اُمت کے اہل قریش
 خلافت کے کاموں میں دوسروں سے اولیٰ تر تھے کس واسطے کہ آنحضرت
 قریشی تھے بعد اُسکے انصار نے اور ارباب علم و فضل اور اصحاب عقل و
 معرفت نے مصلحت ایسی دیکھی کہ خلافت اُس شخص کو دیں جو عالم و خدا ترس
 اور اسلام میں مقدم ہو ابو بکر صدیق کہ ان اوصاف سے موصوف تھے اُنکو منتخب
 کیا اور با اتفاق خلافت اُنکے سپرد کی اگر ابو بکر سے کوئی شخص زیادہ فاضل اور
 زیادہ عالم اور محافظ اسلام سمجھا جاتا اور جانتے اُسکو خلافت دیتے فی الحال
 درمیان میرے اور آپ کے ایسی ہی حالت ہو اگر میں جانتا کہ مجھے آپ اس

کام میں زیادہ لائق ہیں تو خلافت کے سپرد کرنے میں کچھ مضائقہ نہ کرتا لیکن یقیناً
 جانتا ہوں کہ آپ بار خلافت کے شمل نہوسکیں گے اور جو دشمن کہ قریب قریب ہیں
 اور انکی آنکھیں خلافت کی جانب ہیں انکو جیسا میں دفع کر سکتا ہوں آپ
 نہیں کر سکتے اگر میں آپ کو خلافت سپرد کروں نظم و نسق مسلمانوں کا درعم و
 برہم ہو جائے۔ آپ خلافت کا دعوے کرتے ہیں کہ خلافت میرا حق ہے
 ارث کے سبب سے آپ یہ بات کہتے ہیں اور اپنا حق طلب کرتے ہیں مگر
 آپ جانتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد سے ان محاربات کے بعد جو صفین
 میں آنکے اور میرے درمیان ہوئے یہ قرار پایا تھا کہ میری اور انکی جانب سے
 دو آدمی حکم ہوں اور جو کچھ وہ فیصلہ کریں اس پر فریقین رضامند ہوں محاکمہ
 کرنے والوں نے غور کے بعد آپ کے والد کو خلافت سے علیحدہ کیا اب
 میں آپ کو کیونکر خلافت دیدن جب انکا کوئی حق نہ رہا تھا تو انکا حق
 آپ کیونکر طلب کر سکتے ہیں کیونکہ انکا کوئی حق باقی نہیں رکھا گیا تھا یہ
 بات جو آپ کہتے ہیں اور یہ دعوے جو آپ کرتے ہیں آپکا کوئی حق نہیں ہے
 اس باب میں خود ہی غور فرمائیں کہ اگر خلافت آپ کو حاصل ہو تو آپ
 اسکو انجام نہیں دے سکتے پس اولیٰ یہ ہے کہ آپ اس حق کے مطالبہ سے
 باز رہیں والسلام۔

اس خط و کتابت کے بعد ہر جانب لشکر آراستہ ہوئے امیر معاویہ کے
 لشکر میں ساٹھ ہزار سوار تھے انھوں نے عراق کی جانب کوچ کیا
 امیر المومنین حسن کے ساتھ چالیس ہزار سوار و پیادہ تھے انہارا راہ میں آپ کے

ایک اور خطبہ بیان فرمایا جس سے آپ کے حامیوں نے یہ خیال کیا کہ آپ خلع خلافت چاہتے ہیں اس لشکر میں برہمی پھیل گئی اور آپ ہی کے حامیوں میں ایک شخص نے آپ کو زخمی کیا الغرض درمیان آپ کے اور امیر معاویہ کے ذیل کا صلحنامہ مرتب ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ایک مصالحہ ہے جو درمیان حسن ابن علی ابن ابیطالب اور معاویہ ابن ابی سفیان قرار پاتا ہے اور یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین حسن صلح کرتے ہیں اور خلافت کو امیر معاویہ کے سپرد کرتے ہیں اس شرط پر کہ جب معاویہ کی موت کا زمانہ قریب آئے تو وہ کسی کو اپنا ولیعہد قرار نہ دیں اور خلافت کا کاروبار شومی کے متعلق کریں کہ مسلمان متفق ہو کر کسی کو خلیفہ کریں دوسری شرط یہ ہو کہ مسلمان عموماً معاویہ کے ہاتھ اور زبان سے پناہ میں رہیں اور امیر معاویہ تمامی خلافت سے نیکی کے ساتھ پیش آئیں تیسری شرط یہ ہو کہ شیعان اور متعلقان اور متقبلان علی ابن ابیطالب جہاں کہیں ہوں امیر معاویہ سے پناہ میں رہیں اور نہ کسی سے تحوڑا اور بہت تعلق نہ کریں اور معترض نہ ہوں اس طرح سے عہد کیا اور قبول کیا معاویہ ابن ابی سفیان نے اس محبت اور ميثاق خدا تعالیٰ کو اپنے اوپر اور قبول کیا کہ اس عہد و شرط کو وفا کر نیگے اور کسی طرح کا کمزور نہ ہوگا حسن ابن علی اور انکے بھائی حسین اور انکی عورتوں اور لڑکوں اور انکے عزیزوں اور اقربا اور اہلبیت سید المرسلین سے خفیہ و علانیہ بدی نہ کریں گے اور یہ جہاں کہیں دنیا میں ہوں پناہ میں رکھیں اور انکو نہ ڈراوین اس

عہد نامہ پر گواہی عبد اللہ بن الحارث بن نوفل و عمر بن ابی سلمہ و فلان فلان اشخاص کی
 جب یہ صلنامہ ہوئے والا تھا تو امیر المومنین حسن نے امیر المومنین حسین سے فرمایا
 تھا کہ میں اپنے لشکر میں کیسکو اپنا دوست اور ناصر و مددگار اور معتمد اور غمخوار نہیں
 سمجھتا کہ اپنے حق کو طلب کروں انھوں نے میرے باپ کے ساتھ کیا کیا تھا جو میں
 اپنے توقع رکھوں اس صلنامہ کے بعد امیر المومنین حسن مدینہ میں تشریف لے گئے تھے
 ان واقعات کو اگر نظر غور و کیا جائے تو اُن سے نتائج ذیل پیدا ہوتے ہیں۔
 اول جناب امام حسن نے اپنے حق خلافت کے واسطے جس خطبہ میں ذکر فرمایا
 ہو اور جو خط امیر معاویہ کے نام ہو اس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو اس
 حق کے اثبات اور حصول میں سعی و یمنغ مرکوز خاطر تھی۔

دوم یہ کہ آپ نے امیر معاویہ سے بیعت کی تھی یا نہیں اور وہ بیعت کس
 طریق پر واقع ہوئی اور جو معاہدہ فیما بین ہوا تھا آپ امیر معاویہ نے کیونکر اور
 کس طرح عمل کیا تھا اور یہ کہ آپ نے صرف بیعت ہی کی تھی یا خلع خلافت بہت
 دونوں پر عمل کیا تھا اور کہ بیعت کیا ہو اور اس قسم کے جو معاہدات بیعت کے
 متعلق ہو اگر نئے تھے اُن کے خلاف کرنے میں وہ معاہدات قائم رہتے تھے یا نہیں
 اول نتیجہ کی نسبت اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ خیال ہے کہ دو حدیثوں پر
 آپ نے عمل فرمایا تھا ایک حدیث جس کا ترجمہ یہ ہو کہ تیس برس چھ مہینے خلافت
 حق رہی اور بعدہ بادشاہت ہو جائیگی اور دوسری حدیث جس کا مطلب یہ ہے
 کہ یہ جو بیعت ہے جناب امام حسن نے والے زمانہ میں درمیان مسلمانوں کے دو
 گروہوں کے صلح کرائی گئی یہ حدیثیں پیشین گوئیوں کے متعلق سمجھی جاتی ہیں اور

ہر پیشین گوئی کے مصداق وہ واقعات ہوتے رہے ہیں جنکے عملی ظہور سے اس
پیشین گوئی کا ہر لفظ پورا ہوا کرتا تھا جب امام حسنؑ کی خلافت تک یہ پیشین گوئی
محدود کی جاتی ہیں تو جو عملی حالت اس زمانہ کی تاریخ سے ثابت ہو سکتی ہو اس سے
یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہو کہ پیشین گوئی کے متعلق جناب امام حسنؑ کا زمانہ خلافت نہ تھا
آپ نے دعویٰ اپنے حق خلافت کا ایسے الفاظ میں فرمایا ہو کہ انکے مفہوم سے
پایا جاتا ہو کہ اگر امیر معاویہ کی جانب سے موافق پیش نہ آئے تو آپ ہرگز خلافت
ترک نہ فرماتے۔

دوسرا امر یہ ہو کہ تیس برس چھ مہینے تک خلافت حقہ محدود کی گئی ہے حالانکہ
دومۃ الجندل کے ناجائز محاکمہ سے اور زمانہ خلافت حضرت امام حسنؑ تک ایک
ایسا زمانہ پیدا ہوتا ہو کہ اس میں بجز امیر معاویہ کے اقتدار کے نہ جناب امیر
علیہ السلام کا خلافتی اقتدار اور نہ جناب امام حسنؑ کا اقتدار ثابت ہو سکتا
ہو اور یہ ایسا تاریخی ثبوت ہو کہ جس سے اس حدیث کا مصداق معلوم نہیں
ہو سکتا دوسری حدیث کی نسبت تاریخی واقعات اس بات کی شہادت
نہیں دیتے کہ جناب امام حسنؑ نے اسی کے مفہوم کے اعتبار پر درمیان دو
گروہوں کے صلح کرائی ہو پس یہ دونوں حدیثیں کیا امیر معاویہ اور جناب
امام حسنؑ کو معلوم نہ تھیں اگر معلوم تھیں تو فریقین کی کارروائی ان کے
علم سے کیوں متضاد ہیں اور اگر معلوم تھیں جسکی نسبت ہم یہ تاریخی دعوے
پیش کرتے ہیں کہ کچھ انھیں دونوں کی خصوصیت نہ تھی بلکہ صحابہ کبار اور دیگر
ایسے اشخاص ان دونوں لشکروں میں موجود تھے کہ وہ بہت سی احادیث

نبوی سے واقف تھے وہ فریقین کو آگاہ کر سکتے تھے کہ ان احادیث کی پیشین گوئیوں کے مطابق عمل واجبات سے ہر انہیں تاریخی واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ یہ احادیث انہیں خلافتی قضیوں کا نتیجہ ہیں جنکو امیر معاویہ کے زمانہ میں انکی تائید خلافت کے واسطے وضع کر لیا گیا تھا جو حدیثین کے زمانہ سے خلافت کے متعلق منسوب کی جاتی ہیں انکی نسبت ہمیشہ یہ خیال رہا ہو کہ انکی جانچ مشکل سے ہو سکتی ہو کیونکہ جب ایک دعوے کے واسطے دو عظیم گروہ پیدا ہو گئے تھے تو غیر ممکن ہو کہ انھوں نے اپنے دعوے کے اثبات کے واسطے حدیثیں اختراع نہ کی ہوں ان دونوں حدیثوں سے ایک حدیث کے ابو ہریرہ راوی ہیں اور یہ ابو ہریرہ وہ ہیں جو بقول اعظم کو فی مع ابو درو اصلح کرانے آئے تھے اور جب صلح نہ کر سکے تو واپس گئے تھے اور جس زمانہ میں کہ امیر معاویہ کے صنوعی خلافتی اقتدار کا نشو و نما ہوا تو انکی تائید کرنے والوں میں تھے سیری بات جو خلافت حقہ کے قیام کے زمانہ کی نسبت ہو وہ ایک لفظ خلافت ہو اور جب ایک الہامی پیشین گوئی سے یہ استدلال کیا جاتا ہو کہ تین برس چھ مہینے خلافت حقہ رہی تو سوال پیدا ہوتا ہو کہ لفظ خلافت سے کیا مراد تھی۔ باعتبار الفاظ پیشین گوئی اور تاریخی واقعات کے عملی نتائج سے ہمارے نزدیک خلافتی اقتدار کا سلسلہ اس ترتیب سے ہونا چاہیے تھا جیسے کہ سابق میں خلفاء راشدین کا تھا مگر حکم کے زمانہ سے جناب امام حسن کی خلافت تک لفظ خلافت کا مصداق وہ نہیں پایا جاتا جو پہلے تھا جناب علیؓ کی خلافت تو کسی قدر ملک کے حصوں پر حاوی تھا

مگر جناب امام حسن مجتبیٰ کی خلافت کسی ملکی حصہ پر نہ تھی صرف آپ نے اپنے
حق کا انہار فرمایا تھا اور بیعت کرنے والوں نے آپ سے بیعت کی تھی پس
خلافت حقہ اگرچہ مینے تک محدود کی جاتی ہو تو خلافتی طاقت بھی آپ کو حاصل
ہونا چاہیے تھی تاکہ اس پیشین گوئی کے مطابق آپ کا دوران خلافت بھی
ہو جاتا یہ امر بھی غور طلب ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا تذکرہ کتب تاریخ میں علی
طور پر پایا نہیں جاتا بلکہ جو خلافت امیر معاویہ کو حاصل ہوئی تھی اس زمانہ
نبی عباس کے آخری خلیفہ کے زمانہ تک جو خلیفہ بنی امیہ اور بنی عباس میں
ہوئے انہوں نے اپنے کو اس مسند حقہ کا مستحق سمجھا تھا جو ان خلفاء کو حاصل
تھا جو اپنے کو خلافت حقہ کا مستحق سمجھتے تھے یہ خلافت کا سلسلہ کئی سو برس رہا
اور اس خلافتی دوران میں ان اشخاص کا کثیر جمع تھا جو احادیث اور فقہ سے
کامل طور پر واقف تھے لیکن کسی سے اس دور میں ان احادیث مذکورہ
بالا کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ جب ان خلفاء کو خلافت حقہ کی مسند نشینی کا فخر تھا
جو ان حدیثوں کے بالکل خلاف سمجھا جاتا ہو تو حیرت ہو کہ کبھی کسی عالم نے
ان حدیثوں کا تذکرہ نہیں کیا اس حیرت انگیز واقعہ سے یہ نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے
کہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو اس زمانہ میں ان پر عمل کرایا جاتا۔
بیعت کیا ہو۔ مذہب اسلام میں بیعت کا ایک ایسا طولانی سلسلہ ہو کہ شہر
غور واجب ہو اس مقام پر مناسب سمجھا جاتا ہو کہ ہم بیعت کے حالات زمانہ
نبوت سے بیان کریں اور یہ بھی ظاہر کریں کہ پیغمبر اسلام نے کن مواقع پر بیعت
کی ہو اور وہ کیا حالات اور واقعات تھے جنکے اعتبار سے یہ بیعت کا سلسلہ

قائم ہوا تھا اور بعد اُسکے خلافتوں کے زمانہ میں بیعت کی کیا حالت تھی۔
 بارہویں سال نبوت میں اس بیعت کا نشو و نما ہوا تھا جسکو عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے
 ہر سال اہل مدینہ موسم حج میں واسطے زیارت کعبہ کے آتے تھے اس سال
 جو لوگ آئے انھوں نے مقام عقبہ میں پیغمبر سے ملاقات اور بیعت کی کہ میں
 اسلام کی اشاعت بذریعہ وعظ تھی اور جس زمانہ میں کہ بیعت عقبہ اولیٰ
 ہوئی تھی اُسکے قبل پیغمبر پر کفار قریش کے ہاتھوں نہایت درجہ سختیاں ہو چکی
 تھیں پس یہ بیعت اس واسطے تھی کہ پیغمبر قریش کی سختیوں سے حفاظت میں
 رہیں اور واسطے صیانت اور حفاظت دین اسلام ایک مجمع انصار کا پیدا
 کیا جاتا تھا یہ بیعت بھی ایک معاہدہ کے متعلق پائی جاتی ہے اور وہ معاہدہ
 یہ ہے کہ اگرچہ بیعت کرنے والوں نے سنج و راحت اور خوشی اور کلفت میں
 اطاعت رسول فرض سمجھی تھی مگر پیغمبر کی طرف سے بھی اُنکی امانت اور
 اُنکی شرکت ضرور ملحوظ تھی اس بیعت کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی جانب سے حضرت
 مصعب بن عمیر حسب الطلب انصار مدینہ میں گئے اور تعلیم قرآن اور اسلام
 کی فرمانے رہے اور دعوت اسلام کرتے رہے یہ بیعت گیارہویں سال
 نبوت کے ہوئی تھی۔ تیرہویں سال نبوت کے پھر مقام عقبہ دوسری بیعت
 ہوئی اس بیعت کا سبب مولف روضۃ الاحباب نے جن الفاظ میں لکھا
 ہودہ لائق تسلیم و تائید ہیں یہ کتاب اہل سنت و جماعت کے نزدیک نہایت
 معتبر ہے اور اس واسطے بھی ان معنیوں کے حالات اُسی سے لیے ہیں وہ
 لکھتے ہیں کہ تیرہویں برس نبوت کے خدا کا یہ ارادہ ہوا کہ دین محمدی کا اعزاز

ظاہر ہوا اور اعانت پیغمبر کی کیجاے اور پنج کفر و شرک کا قلع و قمع کیا جاے اور کفار کی ذلت ہوا سیلے اسی سال اہل مدینہ سے قریب پانچ سو آدمیوں کے موسم حج میں بقصد زیارت بیت المقدس مغلہ میں آئے اور تیس یا تیر آدمیوں نے جنہیں دو عورتیں تھیں اس امر پر اتفاق کیا کہ پیغمبر سے ملاقات کریں کیونکہ آنحضرت نے وعدہ کیا تھا کہ شعب عقبہ میں آنا کہ وہاں باہم بیعت کی جائیگی جسوقت ملاقات ہوئی تو اول جس شخص نے تقریر شروع کی آنحضرت کے عم معظم عباس تھے گو آنھوں نے اسوقت تک سلام اختیار نہ کیا تھا مگر بلحاظ شفقت و عنایت جو آنکو پیغمبر کے ساتھ تھی عباس نے کہا کہ اے مدینہ والو جو در بیان قوم کے عزیز اور بلند مرتبہ ہیں اور ہمیں دشمنوں سے انکی حفاظت کی ہے مگر وہ ہم سے جدا ہونا چاہتے ہیں اور تم سے ملنا چاہتے ہیں اگر تم اُن سے اپنے وعدوں کو وفا کرو گے وہ تمھاری جانب میں اور اگر اعتقاد نہیں کھتے تو اسوقت اُن سے علیحدہ ہو جاؤ اور اُنکو اپنے شہر میں رہنے دو کہ وہ اپنی قوم میں عزیز ہیں انصار نے کہا کہ اے عباس جو کچھ تم نے فرمایا اسکو ہم نے سنا مگر پیغمبر اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائیں اور جو شرط کہ وہ اپنے واسطے اور خدا کے واسطے چاہتے ہیں اسکو ظاہر فرمائیں جب آپ نے یہ سنا تو اُنکے روبرو قرآن مجید پڑھا آنھوں نے کہا کہ اے رسول! اندھم کس شرط پر بیعت کریں آپ نے فرمایا کہ مجھے بیعت کرو اس شرط پر کہ جو کچھ میں کہوں اُسکی سماعت کرو اور مطیع و فرمانبردار رہو اور حالت رنج و راحت میں ٹیکہ ہوا اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرو حالت رنج و راحت میں مہنیاں کے

تارک ہو اور امر بالمعروف کے پابند راستگور ہو اور کسی ملامت کرنے والے
 کی ملامت سے خائف نہ ہو میری مدد کرو اور جب میں تمہارے پاس آؤں
 میری حفاظت اسی طریق سے کرو جیسے کہ اپنے نفوس اور اہل و عیال کی
 کرتے ہو اور ایسا کرنے سے تمکو ہمیشہ کے واسطے بہشت نصیب ہوگی اول
 جس شخص نے بیعت کی وہ برابر بن معروڑ تھے انھوں نے کہا کہ قسم خدا کی
 اور وہ خدا کہ جسے آپ کو مبعوث کیا ہو کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اسی پر
 میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ ہر خند کہ اس روایت میں اختلاف ہے
 کہ اول کئے بیعت کی مگر ہمکو اس مقام پر اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے
 ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس بیعت کی علت غائی کیا تھی اور ہمارے
 نزدیک ابو لہشیم بن التمیمیان کے قول سے جو اس بیعت کی علت غائی
 تھی وہ بخوبی ثابت ہوتی ہے انھوں نے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے اور دوسروں کے
 عہد و پیمان میں اور جب ہم نے آپ سے بیعت کی ہے تو وہ ٹوٹ گئے ہیں
 ایسا نہ کہ جب نصرت اور غلبہ آپ کو حاصل ہو تو آپ اپنے قوم اور قبیلہ
 سے پھر اتحاد پیدا کر لیں اور ہمکو چھوڑ دیں آپ نے تبسم فرمایا اور ایک
 معاہدہ ہوا جس سے جانبین کا اطمینان ہو گیا تھا۔ جب اہل مکہ نے یہ خبر سنی
 تو انھوں نے مدینہ کے قافلہ سے اس امر کی شکایت کی تھی۔ یہ بیعت ہجرت
 سے تین مہینہ قبل ہوئی تھی اور اس بیعت سے وہ معاہدہ دوہرہ تھا تھا
 بیعت ہی نہ تھی بلکہ معاہدہ تھا۔ جس سے یہ امر مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب
 پیغمبر ہجرت فرمائیں گے تو اہل مدینہ آپ کا ساتھ دینگے اور آپ انکی اعانت فرمائیں گے

کتب خانہ مفتوحہ
 مکتبہ اسلامیہ

ابو ایشم بن التہیان نے معاہدہ کے قبل اپنی جانب اور اپنے قبیلہ کی جانب سے
 پیغمبر پر وہ امر ظاہر کر دیا تھا جو انکو آئندہ کے لیے اپنے قبیلہ کی حفاظت کے واسطے
 منظور تھا اور پیغمبر نے اسکو منظور فرمایا تھا۔ اس معاہدہ سے وہ تمام معاہدات
 منسوخ ہو گئے جو درمیان اہل مکہ اور مدینہ کے تھے۔ اور اس زمانہ میں درمیان
 قبائل کے اتحادی معاہدات ہوتے تھے انکے خلاف اگر کوئی مسلمان ہو جاتا
 تھا تو وہ اپنے آبا و اجداد کی وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اسی خیال سے گویا
 یہ اپنے آبا و اجداد کے ترکہ سے محروم ہو گئے تھے مگر انھوں نے اس امر کو سلام
 کے واسطے اور پیغمبر کی حفاظت کے لیے گوارا کیا اور جس معاہدہ کے ساتھ
 بیعت کی اُسے آئندہ غلبہ اسلام کے وقت انکو انکا ترکہ ہی نہیں دلا دیا بلکہ
 اسلام کی نعمت کے سوا پیغمبر نے معاہدہ کے مطابق انکا ساتھ ایسا دیا کہ دنیا
 اور دین میں انکو فخر اور افتخار حاصل ہوا پس یہ بیعت اور معاہدہ تعلیم کی
 غرض سے بھی تھا اور اس واسطے تھا کہ آپ ہجرت فرمائیں گے اور علاوہ تعلیم امت
 کے خلافت سے بھی کام لینا پڑیگا اور اسی واسطے یہ بیعت اور معاہدہ تھا کہ
 آئندہ اعانت کرنے والے مسلمانوں کا ایک خاص مجمع ہو جائیگا اور وقت
 ضرورت کے کام آئیگا اگر معاہدہ اور بیعت نہ کی جاتی تو جاہلین کا اطمینان
 کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ یہ بیعت اگرچہ آئندہ کے واسطے بطور سنت
 قرار پائی تھی مگر جس مقصود کے تعلق اور جن واقعات سے وابستہ تھی
 اگر اُس مقصد اور ان واقعات کے خلاف واقعات ظہور پذیر ہوتے۔
 تو اس بیعت کا مقصود فوت ہو جاتا اور اس حالت میں نہ بیعت رہتی اور

نہ بیعت کا کچھ اثر باقی رہتا۔ پیغمبر کی جانب سے نقض عہد کبھی نہ ہوتا کیونکہ ہمارے پاس بہت سے ثبوت ایسے ہیں کہ انبیاء سابقین نے کبھی اپنی جانب سے نہ کسی اقرار کے خلاف کیا ہو اور نہ کسی معاہدہ کو توڑا ہے۔ گو اس نورانی اور الہامی جماعت کے واسطے بہ نفس نفیس ایسی حاجات اور ضروریات پیش آتی رہی ہیں کہ اگر نقض عہد کیا جاتا تو اس زمانہ کی جماعتیں سچے طور پر الزام قائم نہیں کر سکتی تھیں مگر وہ الہامی جماعت اپنی جانب سے نقض عہد کو ایسا ہی خیال فرماتے تھے جیسے کہ خدا کے عہد و احکام کی خلاف ورزی کو ناپسند کرتی تھی۔ دوسری رسالت عرب سے کفار قریش نے جن شرائط حدیبیہ کا عہد نامہ مشروط کیا تھا اور جسکی نسبت اسی وقت بعض صحابہ نے سرگوشیان کی تھیں اور اسکا علم آپ کو ہو گیا تھا تاہم ان سرگوشیوں کے نتیجہ کو آپ نے تسلیم نہ فرمایا تھا حالانکہ وہ سرگوشیان محبت و خلوص سے تھیں کہ آغاز اسلام کے وقت اس شرط سے منسوب اسلام صاف ظاہر ہو کہ اگر مسلمان بھاگ کر بھڑکنا قریش کے پاس چلا جائیگا تو وہ واپس نہ آئیگا اور کفار قریش سے اگر مسلمانوں کے گروہ میں کوئی شخص چلا آئیگا تو وہ واپس لیا جاسکتا ہو ان واقعات پر خیال کیا جاتا تھا اور اب بھی خیال کیا جاتا ہو کہ اس شرط سے منسوبیت کے علاج تشریب نہیں ہو سکتے کیونکہ ارنداد کی حالت میں جو مسلمان چلا جاتا تھا وہ اسلام سے خارج تھا اس پر اعتبار نہیں ہو سکتا تھا اور وہ اسلام کے کسی کام کا نہ رہتا تھا۔ مگر یہ خیال غالباً ان مطاعن سے بچنے کے واسطے پیدا کیا گیا تھا جو مخالفین اسلام کی نظر میں تحقیر اسلام کا باعث تھا اور نہ اگر اس زمانہ کے اسلام پر غور کیا جائے کہ کیا منفعیت تھا

اور ضعف کی حالت میں اُسکو اس شرط کے قبول کرنے کی ضرورت ہوئی تھی کہ
 سبب اکو ہم قیاسی قرار نہیں دیتے۔ بلکہ اُن سرگوشیوں کے واقعات اسکے مؤید
 ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ بعض صحابہ نے اُس بات کو موجودہ واقعات کے متعلق
 سمجھا تھا اور پیغمبر آخر الزمان کا لقب جو مخزن اسرار الہی اور سرچشمہ الہام ربانی تھا
 اُس سے آئندہ زمانہ کے حالات مخفی نہ رہتے یعنی آپ کو نبوی علم تھا کہ اس سے
 اسلام قوی ہوگا اور عہد کو میں اپنے جانب سے کبھی نہ تو طوفان کا قریب ہی زمانہ
 میں فریق ثانی اپنے اقوال و افعال سے عہد شکنی کرے گا اور اُس وقت ہلہل
 بھی عہد کی پابندی نہ کرے گا چنانچہ حذیفہ کے معاملات سے ہی پیش آیا اور مکی
 فتح سے اسلام کا اقتدار عرب میں بڑھ گیا مرتد ہو جانے کے بعد پھر مسلمان
 ہو سکتا تھا اور وہ آلائش ارتداد سے جب دوبارہ دائرہ اسلام میں آتا تھا
 تو پاک ہو جاتا تھا اشعث کندی ہر ماہ رسالت مسلمان ہوا تھا بعد غروب ماہ
 عرب خلافت اول کے زمانہ میں مرتد ہو گیا تھا مگر جب دوبارہ اسلام اختیار
 کیا تھا تو اعتباری مسلم ہو گیا تھا پس سمجھ میں نہیں آتا کہ حدیبیہ کے واقعاتی
 سلسلہ میں کیونکر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ مرتد کا ارتداد اُسکو اُس قابل
 نہیں رکھتا کہ وہ یہ لباس اسلام اختیار کرے بظاہر بیعت کے لفظ سے بجز
 اطاعت اور فرمانبرداری کے اور کچھ مفہوم نہیں ہو سکتا مگر جس زمانہ سے
 کہ یہ سنتی لباس میں آیا اسکا شرف اور فضل اور اسکی منزلت بہت زیادہ ہو
 ہے اسکا جلوہ اسلامی دنیا میں عجیب و غریب طرز سے زمانہ دراز تک رہا ابتدا
 اسلام میں یہ لفظ بیعت مع اپنی مفہوم کے بطور سنت قرار پا گیا تھا تسلیم

اور راست اور خلافت اور طرفین میں اعتبار پیدا ہونے کے واسطے بیعت پر عمل ہوا تھا اور اسکی علت غائی بھی اسی کے متعلق تھی۔ مگر جبکہ یہ سنت کے پیرایہ میں آگیا تھا تو پہلی خلافت کے زمانہ میں اسکی عملی حالتوں میں کسی قدر فرق محسوس ہونا شروع ہوا تھا۔ اس زمانہ میں تجدید بیعت مقصود تھی۔ مگر فرق یہ تھا کہ صرف خلافت تسلیم کی جاتی تھی جبکہ مطلب یہ تھا کہ حقیقت خلافت مسلم ہو جائے جو امور خلیفہ کے ذمہ شرعاً تھے انکا ادا کرنا انکے ذمہ تھا اور وہ کیا تھے سنت نبوی کے مطابق فرائض ادا کرنا اور کرنا اور مسلمانوں کے ذمہ یہ تھا کہ وہ اسکی اسلامی عظمت و شوکت کے اپنی بیعت سے تسلیم کرنے والے ہوتے تھے۔ اور خلافت کے احکام کی تعمیل کرنے والے ہوتے تھے بیعت بھی معاہدہ سے وابستہ ہوتی تھی اور طرفین پر لازم بلکہ فرض تھا کہ وہ اپنی اپنی اسلامی ذمہ داریوں کو پورا کرنے رہیں غرضکہ خلافتوں کے زمانہ کو حسب قدر ترقی ہوتی گئی لفظ بیعت کی بھی قدر بڑھتی گئی جو بیعت نہیں کرنا تھا اسکی نسبت سمجھا جاتا تھا کہ یہ خلافت کو تسلیم نہیں کرنا اسکی بیعت لینے میں بڑی بڑی کوششیں کی جاتی تھیں یہاں تک کہ وہ کوشش بعض وقت جبر یہ بیعت حاصل کرنے کے متعلق ہو جاتی تھی۔ قبیلہ کنده اگرچہ ارتداد کی ظلمت میں آگیا تھا مگر پہلے اول خلافت کے زمانہ میں یہ بھی بیان کیا تھا کہ خلافت کا استحقاق ہمارا ہے یا نبی ہاشم کا۔ اور یہ کہ اول اول اسنے بیعت نہیں کی تھی بدین وجہ اسپر نوح کشی ہوئی تھی اور وہ مغلوب کر دیا گیا تھا اسکا راسی وئیں مقید ہو کر مدینہ آیا تھا اور پھر اسلام قبول کیا تھا جبکہ ذکر سابق میں ہو چکا ہے اور اس مقام پر

اسکا تذکرہ بیعت کے متعلق ضروری سمجھا گیا۔ قبیلہ کندہ کا ارتداد مدینہ میں اس
 طور سے سماعت میں آیا تھا کہ وہ زکوٰۃ دینے میں عذر کرتا تھا خلافت سے
 انکار تھا اور بجائے تسلیم خلافت وہ اپنے کو اور بنی ہاشم کو مستحق خلافت
 جانتا تھا۔ اور اس صورت میں بجا آوری احکام میں نامل تھا۔ اسکا تصفیہ
 صحیح طور پر نہایت دشوار ہے کہ آپس فروج کشی کی حجت کیا قائم ہوئی تھی۔ مہاجر
 و انصار کی بیعت مقدم بھی جاتی تھی اور انھیں کے اتفاق سے خلافت
 مستند اور مسلم ہو جاتی تھی مگر حضرت علیؑ نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ دعوے
 خلافت کیا تھا جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے بیعت کے واسطے آپ طلب ہوئے
 تھے اور جو گفتگو ہوئی تھی وہ تاریخوں میں درج ہے۔ مورخ کوئی لکھتا ہے
 کہ بغیر بیعت کے آپ چلے گئے تھے اور پھر یہ بھی ظاہر کرتا ہو کہ بعد وفات
 حضرت فاطمہؑ زہراؑ آپ نے بیعت کر لی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے
 بھی آپ کی بیعت ثابت کی ہے پھر والد اعظم بالصواب لکھ کر اس بحث کو چھوڑ
 دیا ہے۔ پھر ظاہر کیا ہو کہ رافضیوں نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر وہ
 صحیح معلوم نہیں ہوتا بخبر اختراعات کے۔ خیر تاریخوں کا یہ حصہ ایسا ہے کہ
 جہاں تک واقعات ہیں اُن سے ہرگز یہ نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ آپ نے بیعت
 کی ہو۔ امیر معاویہ کے ایک خط میں اُس کشش اور کوشش کا تذکرہ ہے جو
 اُس زمانہ میں ہوئی تھی مگر اُس میں آپ کی جبر بیعت کا تذکرہ ہے اور یہی ثبوت
 ایسا ہو کہ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے بیعت نہیں کی تھی یہ صرف خلافِ حق
 طرفداروں کی حمایت کا نتیجہ ہے کہ آپ نے بیعت کر لی تھی اور آپ کے جواب

خط سے بھی تو صاف معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ نے بیعت کی تھی بیعت کے متعلق یہ ظاہر کرنا بھی ضرور ہے کہ جب شورہ سے خلافت قرار پائی تھی تو بیعت لازمی تھی جیسا کہ اول اور سوم اور چوتھی خلافت میں بیعت کی ضرورت ہوئی تھی مگر تیسری خلافت تو صرف خلیفہ اول کی وصیت سے منتقل ہو گئی تھی شورہ و مشورہ کی ضرورت ہی کیا تھی اسی سے مسلمانوں سے بیعت نہیں لگی اور نہ اُس خلافت کے متعلق تاریخوں میں بیعت لینے کا ذکر ہے۔ المختصر تیسری خلافت تک بیعت بلحاظ اسلامی طاقت صرف تسلیم خلافت کے متعلق رہی تھی نہ کہ امت کے متعلق مگر تیسری خلافت کے زمانہ میں بیعت کرنے میں وہ خصوصیت شریک الائمہ اور متحد المقاصد کی باقی نہ رہی تھی جو رسالت کے زمانہ میں اور کسی قدر فرق کے ساتھ خلافت اول کے دور میں تھی خلافت ثالث کے عہد میں اکثر مومنانے بیعت نہ کی تھی اور جن صحابہ نے بیعت کر لی تھی وہ بھی معاہدہ خفی و جلی سے متعلق تھا مگر اُسکی پابندی اُس زمانہ کی امت اور وقت کی خلافت پر تھی ہر فرق اُس قرار داد کا ذمہ دار تھا مگر اُس خلافتی دور میں عمال نبی آئیے خلافت ورزی کرتے تھے اور وقت کی خلافت اُنکی اصلاح نہ کر سکتی تھی۔ اسی واسطے حسب بیان مورخین وقت کی خلافت پر الزام قائم کیا گیا تھا اس الزام کا نتیجہ تھا کہ بیعت جن معاہدات اسلامی کی غرض سے ہوتی تھی۔ جب واقعات زمانہ نے اُنکو ساقط کر دیا تو وہ بیعت بھی جاتی رہی تھی اور ایک پر آشوب حالت میں خلافت بھی نہ رہی تھی۔ اس زمانہ میں بیعت کا بہ رنگ تھا اور ملکی سیاست ایسی شریک ہو گئی تھی کہ اُس سے عربوں کے

طبائع بدل گئے تھے۔ جس کا نتیجہ چوتھی خلافت میں یہ ہوا تھا کہ معاجرو انصار اور دیگر
صحابہ نے اول اول بیعت کی تھی اور اس بیعت سے آپ کی خلافت اور امامت
مسلم ہوئی تھی مگر چوتھی خلافت کی نسبت بیان ہے کہ اول خلافت سے انکار کیا تھا
اور اس سے یہ مطلب تھا کہ جب تک کامل طور پر اعتبار اور اطمینان قبائل عرب
پیدا نہ کریں جس سے کہ آئندہ فتنہ و فساد ظاہر نہ ہو خلافت کی تسلیم بے سود ہے
لیکن عربوں نے خلافت و امامت آپ کی تسلیم کی۔ اور آپ کو خلیفہ کیا اور بیعت کی
مگر خود ہی یہ گرجو شیطانی ظاہر کی اور بنی امیہ کی سازش تخریب اور خود اپنے طبائع کے
لحاظ سے ان قبائل سے اکثر اصحاب نے بیعت سے انکار کیا خلیفہ وقت نے
اس معاہدہ کو شکست نہیں کیا تھا بلکہ اکثر عربوں نے خلافت و زری کی تھی کیونکہ
چوتھی خلافت کا زمانہ جبر یہ بیعت لینا چاہتا تھا اسکا اعلیٰ مقصد یہ تھا کہ جو شخص
بدل و جان اور طبیب خاطر بیعت کرے وہی قابل اطمینان ہیں اس خلافت
کے مقابلہ میں عربوں کا جو فربہ تھا اسکی رفتار بالکل حکومتی یعنی بادشاہی تھی
اور اس فربہ کی امیر شام سے بیعت اور عقاید حکومت سے متعلق تھی جب
اس خلافت کا دور ختم ہوا تو امیر شام کا دورہ بڑے جلال اور جبروت سے
شروع ہو گیا تھا۔ جناب امام حسن کی بیعت کا واقعہ تاریخوں میں ایک ایسے
وقت سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ نہ اس واقعہ کی دوسری تاریخی واقعات
تائید کرتے ہیں اور نہ تردید ممکن اگر بیعت بھی ہوئی اور صلح نامہ بھی ہوا تو یہ بیعت
اس غرض سے تھی کہ معاویہ کی حکومت یعنی بادشاہت جو ایک معاہدہ سے متعلق
تھی آپ نے تسلیم کی تھی مگر جب اسی زمانہ میں کہ صلح نامہ کی سیاہی بھی خشک

نہیں ہوئی تھی اور نہ ہوز بیعت سے ہاتھ جدا کیا تھا کہ امیر شام کی نیت تبدیل
 ہو گئی۔ اور انکی جانب سے ایسے واقعات شروع ہوئے کہ معاہدہ شکست
 ہو گیا تھا اور معاہدہ شکست ہونے ہی اُس تسلیم حکومت والی بیعت بھی جاتی
 رہی تھی۔ امیر معاویہ اور انکے مشیر عمر وعاص نے بیعت اور معاہدہ اسی غرض سے
 کیا تھا کہ عرب کے گروہوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت امام حسن نے امیر معاویہ
 کی خلافت تسلیم کر لی ہے اور اس صورت میں انکو کامیابی ہوئی تھی۔ مگر جب
 ایک مرتبہ انکو یہ نمایان کامیابی ہو گئی تھی تو عہد کے خلاف کارروائی کرنے میں
 انکو کیا دریغ تھا حالانکہ وہ بیعت لائق فخر تھی اور نہ معاہدہ قابل التفات
 امیر شام کے یہ تمام معاملات ملکی حکمت عملی سے ختم ہوتے تھے ذرا بھی سستی آمیزش
 انہیں نہ تھی ترک خلافت بھی جبر سے اثر سے تھی کیونکہ آپ نے برضا و رغبت خلع
 خلافت نہ کی تھی ہر چند کہ یہ امور پیش آئے تھے مگر جناب امام حسن نے انبیاء
 علیہم السلام کی سنت پر عمل فرمایا کہ آپ نے کسی عہد و پیمان کے خلاف نہیں کیا
 تھا یہ واقعات تاریخوں میں درج ہیں اور اگر غور کیا جائے اور انصاف سے
 دیکھے جائیں اور قرآن سے تلج دریافت کیے جائیں تو اگرچہ وہ زمانہ اور وہ
 لوگ نہیں رہے مگر انکی باقیات میں یہ رہ گیا کہ کون اور کس کا حق تھا اور کس کا
 نہیں۔ اور کون خلافت حقہ کا سر اوار تھا اور کون نہیں الغرض ایک زمانہ تھا
 کہ لفظ بیعت خلافتوں کے زمانہ میں اصل اصول اور جزو عظم تھا اسکے استعمال
 میں دینی تعلیم بھی شریک تھی دوسرا زمانہ آیا کہ عربوں نے اور غیر ملک کے باشندوں نے
 اسکو محض ملکی اعتراض سے استعمال کیا تھا گویا یہ لفظ بڑا اعزازی تھا پھر ایک ایسا

وقت آیا کہ ہر گروہ کا سرگروہ ہوا اور ہر طبقہ میں اسکا چرچا تھا غرض کہ بیعت کرنے نہ کرنے پر
 باہم مسلمانوں میں صلح و جنگ موقوف تھی از عہد بنی امیہ تا انشراح خلافت آل عباس
 جس طور سے طوائف المملوک کی میں ہر گھر اور قریہ میں ہر شخص مدعی حکومت اور وزارت
 ہو جاتا ہے اسی طرح ہر گروہ میں بیعت کا استعمال تھا گو یا گھر گھر خلافت کا دعویٰ
 تھا اور ہر گروہ کا سرگروہ بیعت لیتا تھا یہاں تک ناجائز استعمال اس بیعت کا ہوا کہ
 اُس سے تحقیر اور تذلیل ثابت ہوتی تھی مصری خلافت اسماعیل جو شیعہ کی مدعی
 تھی اُس نے بھی بیعت کو رواج دیا تھا اور یہ سکہ مصر میں بھی مدتوں جاری رہا تھا جس
 زمانہ میں کہ باقیماندہ اور برائے نام خلافت بغداد کو تمار یون نے تباہ کر دیا تھا اور
 جبکہ اسلام تمار میں پھیل گیا تو جو سلطان بادشاہ دنیا میں ہوئے انھوں نے اس
 انتظامی بیعت کے رواج کو بھی موقوف کر دیا تھا اگرچہ اس قسم کی بیعت جاتی رہی تھی
 مگر مذہبی بیعت کا عوام میں نشوونما تھا۔ اس بیعت کو ملکی معاملات سے کچھ تعلق نہ تھا
 مگر پیغمبر کی اُس بیعت سے تعلق تھا جو رسالت اور امامت کی تسلیم اور تعلیم کے واسطے
 تھی اور اسی واسطے ہم اس بیعت کو مذہبی تعلیم سے متعلق کرتے ہیں ہکوتا تاریخ یہ
 سمجھانی ہے کہ پیغمبر عرب کی بیعت میں مذہبی حصہ شریک تھا مگر خلافتی بیعتوں میں یہ
 حصہ خلافت کے لباس میں تھا اور جبکہ شیعیہ کا امتیاز ہو گیا اور خلافت کا حق
 مختلف ہو گیا تو صرف امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن مجتبیٰ کو حاصل تھی
 اور خلافت یعنی بادشاہت اور محض حکومت سے مراد تھی تاہم تاریخ کا یہ حصہ نہایت
 تاریک ہے اور اس سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ پھر تجدید بیعت امامت لینے
 مذہبی تعلیم کے واسطے ہوئی تھی جبکہ ملکی اقتدار پیدا کرنے کی خواہشات عربوں میں

ترقی پر تھیں اور بعد واقعہ کربلا اور بعد ختم ہوجانے ظلمت ناک دور نیرید عرب کا
ہر سرگروہ بیعت لیتا تھا یہ بیعت بھی ملکی تھی اور شیعہ اور سنی دونوں ایسی بیعت لینے
اور بیعت کرانے میں تامل نہیں کرتے تھے محض مذہبی اور روحانی بیعت جس سے
قیام اسلام اور ترقی اور فروغ اسلام متصور تھا۔ خاص آل عباس کے زمانہ است
میں تھی یہ بیعت شاہانہ ملک گیری اور ملکداری اور دنیوی جاہ و خشم کی غرض سے
نہ تھی صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے تھی جو اس مردود الوقت
یزید کے وقت میں اسلام کی ہر جانب تخریب ہو رہی تھی یزید نہایت کا پابند تھا
اور امر بالمعروف کا تارک حضرت مسلم نے جو بیعت کوفہ میں ہو جب آپ کے ارشاد
کے لی تھی اسکا مقصد بھی اسلام کے فروغ اور ترقی کا تھا نہ کہ حکومت حاصل کرنیکی
غرض سے اس زمانہ میں خلقت کا یہ عالم تھا کہ وہ اسی ناجائز اور خلاف شرع حکومت
کی پابند اور مطیع ہو رہی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہو کہ گو آپ اور آپ کے
مصدق پیر و بزرگ امامی تعلیم کے ناجائز خلافتی اقتدار کو پس نہیں کرتے تھے۔ مگر جن
اشخاص نے کوفہ میں بیعت کی تھی اور ایک مجمع کثیر جس نے کہ گمہ اور مدنیہ میں آپ سے
خلوص ظاہر کیا تھا۔ اس پر اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ دنیاوی جاہ و خشم حاصل
کرنے کی غرض سے آپ کے ساتھ نہو گیا ہو۔ کیونکہ آپ کے فضائل اور مناقب
ابے ہی تھے کہ عربوں میں بہت سے اشخاص اسی پردہ میں ملکی اقتدار حاصل
کرنا چاہتے تھے۔ یہ بیعت مشکوک اشخاص سے لی گئی تھی نہ کہ اپنے خاندانی شاہان
اور معتمد شیعوں سے نجد یہ بیعت کرائی گئی ہو جن لوگوں نے کہ حضرت علی سے
بیعت کی تھی اور جنکو ابیر شام کے زمانہ میں شیعہ ہونے کا تخصیصی حق و افتخار حاصل

ہوا تھا انہیں سے جو باقی رہ گئے تھے وہ یا انکی اولاد جبکہ حضرت امام حسین علیہ السلام
 کی امامت کو حق جانتے تھے تو نہ انے بیعت کی خواہش لیگی تھی اور نہ تاریخ کے
 کسی مقام سے ثابت ہو سکتا ہو کہ انھوں نے بیعت کی تھی۔ بیعت مشکوک اور
 غیر قابل اعتبار اشخاص سے یا توثیق معاہدہ کے واسطے لیجاتی تھی اور یا بیعت
 اسوقت لیجاتی تھی جبکہ ایک امام کا گروہ دوسرے امام کی امامت کا پابند ہوتا تھا
 اس اختلافی صورت میں جو شک پیدا ہو جاتا تھا اس سے بیعت لینے کی ضرورت
 ہوتی تھی۔ حضرت زید سے جن اشخاص نے بیعت کی تھی وہ امام وقت سے
 پھر گئے تھے۔ حضرت زید کو ضرور تھا کہ وہ اپنے اطمینان اور اعتبار کے واسطے اپنے
 بیعت لیتے چنانچہ انھوں نے بیعت لی تھی اور ایک گروہ قائم ہو گیا تھا۔ مذہبی
 بیعت کا فروغ آئمہ اطہار کے زمانہ بابرکت میں ہوا تھا مگر کن اشخاص سے بیعت
 لیجاتی تھی جو غیر شیعہ تھے اور مصنوعی خلافتوں سے سرتابی کر کے شیعہ ہو جاتے تھے
 از عہد امامت حضرت امام حسین علیہ السلام تا ظہور امام مہدی علیہ السلام مذہب
 شیعہ صرف تعلیم امامت کا محتاج تھا۔ اور جو لوگ آئمہ اطہار کے پیروں تھے۔ انہیں
 ہر چند کہ خواہش خلافت ہو مگر آئمہ اطہار کو ہرگز اس مصنوعی خلافت کی خواہش
 نہ تھی۔ مذہب شیعہ غیر معصوم کی بیعت جائز نہیں رکھتا اسکی بیعت ہی ہے
 کہ وہ معصوم سے محبت و خلوص سچے دل سے کرتا رہے معصوم ہی کی تعلیم و
 تلقین پر اسکی رفتار ہے۔ یہاں تک کہ معصوم کی خلافت و زری کو وہ کفر سمجھتا ہے
 شیعوں میں عارف کامل اور درویش گذر چکے ہیں مگر نہ انھوں نے کسی سے
 بیعت کی تھی اور نہ بیعت کرائی تھی صرف انکی بزرگی اور پاکیزگی اور اسلی

روحانی طاقت اس امر کے واسطے کافی تھی کہ ان کے لوگ معتقد ہو گئے تھے اور ان میں
صفویہ خاندان کے مورث اعلیٰ انہیں صفات سے موصوف تھے اور اجیر میں حبوب
محمد بن تاج فرشتہ میزان جنگ سوار شیعہ تھے اور ان کے معتقدین بغیر بیعت کے انکو
عارف کامل جاننے تھے۔ اس اعتقاد اور بیعت کا مساوی اثر تھا دنیا میں واقعات
نے ثابت کر دکھایا ہے کہ بہت سے اشخاص اول اول بہ لباس درویشی ظاہر ہوئے
اور جب ان کے پاس معتقدین اور مریدین کا مجمع ہو گیا تو انھوں نے فقر اور درویشی کو
چھوڑ دیا اور ملک گیری شروع کر دی خاندان صفویہ کا اعلیٰ مہر شیعوں میں اول درویش
تھا اور درویشی کا خرقہ زیب تن تھا مگر جب جماعت کثیر ہو گئی اور شہنشاہ تیمور نے
ہتلہ ہادی ترک موسوم بہ فرلباش نذر کیے تو وہ خاندان تاج پوش و تحت نشین ہو گیا تھا ان کے
دلوں سے صفیانہ جوش اور درویشانہ جذبات اور تعلیم بالکل کم ہو گئی تھی اور انکو ایران کی وسیع
حکومت پر ناز تھا ہندوستان میں ایک خاندان رئیس حیدر آباد کا اب تک حکمران ہے یہ اول مغلیہ
حکومت کے زمانہ میں بہ لباس درویشی آیا تھا پھر اس نے پولیٹیکل لباس اختیار کر لیا تھا اور شہنشاہ
اورنگ زیب کے وقت میں جو عروج ہوا وہ پولیٹیکل تھا جس تعلیم اور یقین کے سرمایہ سے خاندان کے
سے آیا تھا وہ تعلیم بھول گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں اس کا زرد نشان درویشی کا
قائم ہے۔ باقی حکومت کے نشہ میں وہ خاندان کا خاندان سرشار تھا اور اب بھی ہے
طبقہ شیعہ تو معصوم کے بعد خلافت جائز نہیں رکھتا اور نہ اس کے اعتقاد میں بیعت
تھی اقلیدہ بمنزلہ بیعت یا قریب قریب اس کے ہے اور مجتہد العصر مذہبی پیشوا اور صاحب
ہوتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں خلافت اب تک ہے گو اس کا مرتبہ
ان خلفاء کے برابر نہیں سمجھا جاتا جو گزر گئے ہیں اور عوام میں بیعت کا ایسا رواج اور

ترقی ہے کہ کبھی نہ تھی اس مذہب میں عالم باعمل کی بیعت لازمی سمجھی گئی تھی مگر بیعت
حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے اور بکثرت پیر پیدا ہو گئے ہیں اور ان کے مریدوں کی تعداد
اس قدر ہے کہ وہ شمار سے خارج ہے۔ درحقیقت ملکی فوائد شریعت اسلام کی
بدولت نبی امیہ اور نبی عباس نے حاصل کیے اور اس زمانہ میں جبکہ اسلامی حکمران
دنیا میں برائے نام ہے تو اس بیعت کی بدولت ان اشخاص کو بے انتہا فوائد
دنیوی حاصل ہو رہے ہیں جو عالم باعمل نہیں ہیں مگر مریدوں کو بڑھا رہے ہیں اور
راحت و آرام سے بسر کر رہے ہیں۔

جناب امام حسن علیہ السلام و امیر شام کی کامیابی و ناکامی کے وجوہ یہ امر
بھی لائق ذکر ہے کہ وہ کیا اسباب اور مواقع پیش آئے تھے کہ حضرت امام حسن
مجتبیٰ علیہ السلام نے ترک خلافت کی اور امیر معاویہ کو اس دوسرے دور میں بھی
کامیابی ہوئی۔

اول جو افتد ار امیر معاویہ کو اول دور میں حاصل ہو گیا تھا وہ اس دوسرے دو
میں ان کے مقاصد کی تکمیل کے واسطے زیادہ نامید کرنے والا تھا جو جاہ و جلال اور
دنیوی عظم و شان امیر شام کو حاصل تھا اور یہی ایک ایسا سبب تھا جو اس زمانہ کے
عربوں اور شامیوں کو اپنی جانب کھینچ لانے اور اپنی طرف کر لینے کے واسطے مفاسد
قوت کا اثر رکھتا تھا۔ بخلاف اس کے حضرت حسن مجتبیٰ کے پاس بجز عقیقہ کی تعلیم اور
ہدایت ایمانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ امیر شام کی حمایت اور نصرت کے
واسطے ان کے پاس خلافت کا کثیر مجمع ہو گیا تھا اور جو اشخاص آپ کے حامی تھے
انہیں سے بہت ہی کم ایسے تھے کہ جنہاں آپ کو اعتبار تھا لوگوں نے آپ سے بہت

کی تھی اور اس بیعت کے ساتھ ایک معاہدہ تھا جس کا ذکر آپ نے اپنے خطبہ میں کیا ہے کہ جس سے میں جنگ کروں تم جنگ کرو جس سے میں صلح کروں تم صلح کرو تاہم ان لوگوں سے ایسے واقعات ظاہر ہوئے کہ آپ کو اُن سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی یہ سبب ترک خلافت تھا جس سے ہم جبریہ ترک خلافت مراد لیتے ہیں۔

دوم۔ ایک جانب کید و جیلہ کی کارروائی جاری تھی اور دوسری جانب طاقت امامت تھی جو اس کے بالکل متضاد تھی امیر شام نے جو جواب آپ کے خط کا لکھا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوسرا الجندل کی ناجائز کارروائی تسلیم کرتے تھے اور اُس محبت کو حق جانتے تھے۔ حالانکہ تاریخ آکے بالکل خلاف ہے اور آپ کی نسبت امیر معاویہ کا یہ خیال تھا کہ آپ خلافت کے متحمل نہیں ہو سکتے مگر شکہ بٹا کرنے میں جو آزادیاں ایک جانب تھیں اُن کو وہ مقدس مہشی کبھی تسلیم نہیں کر سکتی جو در حقیقت امامت کی سزاوار تھی جب یہ فرق پیدا ہو چکا تھا جس کا یہ مطلب ہو کہ جو امیر شام کا شیوہ تھا اُس پر آپ ہرگز عمل فرمائیں ہو سکتے تھے اور جو آپ کو منصب حاصل تھا وہ اُس عہد کے عربوں کے منافی طبیعت تھا پس اس فرق نے ایک فرق کو کامیاب کر دیا تھا اور آپ سے ترک خلافت کرا دی تھی۔

سوم۔ ابن عباس نے جو خط آپ کو لکھا تھا اُس میں اُن مصلحتوں کا تذکرہ کیا تھا جنکے اختیار کرنے اور عمل میں لانے سے آپ کو امیر معاویہ پر غلبہ حاصل ہو سکتا تھا اُس خط میں ظاہر کیا گیا تھا کہ عربوں کو اپنی جانب کرنے میں اُنکے وظائف وغیرہ کی ترقی ملحوظ رہے اور مالیت اور وہ مصلحت آمیز کام کیے جائیں جنکو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ترک فرمایا تھا۔ ابن عباس کی صلاح یہ تھی کہ اُن کو آپ اختیار فرمائیں۔ اس

صلاح و شوریہ پر آپ نے بایں وجہ عمل نہ فرمایا تھا کہ وہ مشورہ ملکی مصلحت و سیاستی حالات کے لحاظ سے عمدہ تھا مگر امامت علی تعلیم و ہدایت اور اسلام کے بالکل خلاف تھا اور جبکہ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے تمام دور خلافت میں اُن امور پر عمل نہ فرمایا تھا کیونکہ وہ شرع کے خلاف تھے تو اُن پر آپ کیونکر عمل فرما سکتے تھے اور معاویہ کا اُن پر عمل تھا اور یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی کہ وہ اول دور میں بھی بمقابلہ خلافت چہارم کامیاب ہوئے تھے اور اس دور میں بھی اُن کو کامیابی ہوئی۔

چہارم۔ آپ کامل الایمان تھے اور کمال درجہ کا اتقا و اور تقدس آپ کو حاصل تھا اور جس فضل و شرف امامت سے آپ ممتاز تھے اُسی سے اُن امور پر آپ ہرگز عمل نہیں فرما سکتے تھے جبکہ امیر شام اپنی دنیوی حکومت حاصل کرنے کے واسطے عمل کرتے تھے۔ ہر چند کہ آپ کو ان اسلامی ہدایتوں و فضیلت امامت سے ظاہری خلافت کو ترک کرنے کی ضرورت ہوئی مگر آپ کی خلافت حقہ اور امیر شام کی ناجائز حکومت اور جس طور سے کہ وہ حکومت حاصل کی اور جن وجوہ سے کہ آپ نے ترک خلافت کیا وہ روشن امتیاز کے ساتھ ہمیشہ کے واسطے دنیا میں قائم رہیگا۔

شہادت حضرت امام حسن امیر معاویہ نے تحکم کے بعد جو رفتار اختیار کی تھی یسیرین ارطاہ نے یمن و حجاز میں اپنی سفاکی سے شیعیاں علی کو سبکا شمار نہاروں میں ہو سکتا ہے۔ نہ تیغ کیا اسی طرح اور عمال بھی شیعوں پر ظلم کرتے تھے۔ امیر معاویہ کو ان ظلم و جفا کے واقعات سے مسرت ہوتی تھی وہ کسی قسم کی ممانعت نہ کرتے تھے بلکہ اُن کے اشارے سے بیچارے شیعیاں علی ذبح کیے جاتے تھے۔ یہی شمار

حضرت امام حسنؑ کے صلحنامہ کے بعد ظاہر ہو رہا تھا۔ زیاد بن ابیہ نے بصرہ میں
 شیعہوں کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیے انکی آنکھوں کو نکالوا لیا تھا۔ اسطرچہ اسنے
 نہایت بیدردی سے۔ بکثرت شیعہ قتل کیے تھے۔ مورخ کوئی لکھتا ہے کہ ظلم
 و جفا کے کارنامے امیر معاویہ کی تحریریں و ترغیب سے ہوتے تھے۔ زیاد بن
 ابیہ بڑا سفاک تھا اسنے مجرب عدی الکندی اور عمر بن الحمق کو جو خاص شیعہ
 اور مشہور اصحاب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ تھے انکو قتل کیا تھا یہ امیر
 معاویہ کی جانب سے اس صلحنامہ کی گویا تکمیل تھی جو حضرت امام حسنؑ سے
 کیا گیا تھا جناب امام حسنؑ کی شہادت یزید کی تحریک سے نہیں ہوئی ہے
 جیسا کہ امیر معاویہ پر الزام دفع کرنے کی غرض سے انکے ہوا خواہوں نے
 بعض غیر معتبر تاریخ نویسین لکھا ہے کہ یزید اس شہادت کا بھی محرک تھا مگر یہ معاویہ
 کی کارستانیوں کے چھپانے کے واسطے لکھا گیا ہے اس زمانہ میں معاویہ کا
 دور تھا اور یزید کوئی اختیار نہ رکھتا تھا اگر یہ کہا جائے کہ یزید کے واسطے
 امیر معاویہ نے ایسا کیا تھا تو حق بجانب ہے مورخ کوئی صاف صاف
 الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ جب امیر معاویہ کا ارادہ ہوا کہ اپنے لڑکے
 یزید کو ولیعہد کرے وہ ولیعہد اس صلحنامہ سے نہیں ہو سکتا تھا جس میں
 ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ اپنی وفات کے وقت خلافت کو شورہ پر چھوڑے
 اور یہ کام اسوقت تک انجام پذیر نہ ہوگا جب تک کہ حضرت امام حسنؑ
 موجود ہیں پس معاویہ نے آپ کی شہادت کی فکر کی اسنے مروان کو
 مدینہ میں بھیجا اور معرفت مروان جدہ بنت اشعث بن قیس سے

جو آپ کی بیوی تھی یہ اقرار کیا کہ اگر زہر کے ذریعہ سے حضرت امام حسن کو شہید کر دو تو پچاس ہزار درم دیے جائیں گے اور زہریدے سے تیرا عقد کر دیا جائیگا وہ ان وعدہ و پیر فریفتہ ہو گئی اور اُس نے زہر کی سرایت سے آپ کو شہید کیا معاویہ نے پچاس ہزار درم دیدیے مگر زہریدے سے عقد نہ کیا یہ تمام ظلم و جبر کے واقعات جن سازش و تدابیر ہوئے اور جس واسطے معاویہ نے یہ کام کیا تھا اُس سے ظاہر ہے کہ زہریدے کے سہنے تھے کہ زہریدہ کا یہ فعل تھا ان واقعات سے ہمارے اُس بیان کی تصدیق ہو سکتی ہے کہ ابن ابی جمح کا ارادہ اشعث کندی کو قبل مسجد کوفہ میں جانے کے معلوم ہو گیا تھا اور حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت بھی معاویہ کی تحریک سے ہوئی تھی جسطرح سے یہ واقعہ غلط ثابت ہو سکتا ہے کہ زہریدہ کی ذات سے شہادت حضرت امام حسن ہوئی تھی اسی طرز پر وہ واقعہ بھی صحیح معلوم نہیں ہو سکتا کہ چند خارجی اس ارادہ سے نکلے تھے کہ معاویہ اور حضرت علی مرتضیٰ کو قتل کریں اس بات کو سمجھنے و افہام کرنے اور دلائل کے تلخیص اور طرفین کے افعال اور اقوال اور اغراض اور مقاصد کے لحاظ سے ثابت کیا ہے مورخین سابق واقعات کو لکھ دیتے تھے مگر واقعات پر رائیں قائم کرنا اور واقعات کی مطابقت سے فرائض قائم کرنے سے انکو کچھ بھی تعلق نہ تھا حیرت ہے کہ جب معاویہ کا ایسا زمانہ تھا اور یہ حالات تھے تو کیونکر ہمارے برادران اہل سنت و جماعت انکو اور ان کے زمانہ حکومت کو اچھا سمجھتے ہیں اور کیونکر اور کس حقیقت سے انکی مذہبی فضیلت تسلیم کی جاتی ہے۔

باب پنجم

حالات حضرت امام حسین علیہ السلام

تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسین نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور تاریخ کا یہ بھی اظہار ہے کہ آپ مدعی خلافت نہ تھے صرف خالص اسلام کی تعلیم مقصود تھی اول حصہ کا ثبوت تو اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ نے بعض الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے کہ خلافت کا مستحق میں ہوں اور کہ اکابرین اور مشاہیر کوفہ کے متواتر اصرار اور خواہش سے خاص کوفہ میں مکہ معظمہ سے حضرت مسلم کو روانہ کرنا کہ وہاں پہنچ کر لوگوں کے کردار و گفتار اور رفتار سے اطلاع دین اور جمعیت لین مشاہیر کوفہ کے خطوط اور حضرت مسلم کے جانے اور جمعیت لینے سے تو خبر اسکے اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتا کہ آپ کو حق خلافت کے حاصل کرنے میں ذرا بھی تاہل نہ تھا بشرطیکہ مسلم اہل کوفہ کی سچی دینداری اور حقیقی جان نثاری سے اطمینان کر دیتے اور جو الفاظ کہ مشاہیر کوفہ نے آپ کی طلب کے واسطے اپنے خطوط میں استعمال کیے تھے اور کہ میں اگر اپنی عقیدتندی اور وفاداری کا اظہار کیا تھا ان الفاظ اور زبانی گفتگو پر اطمینان نہ ہوا تھا اسی واسطے حضرت مسلم کی سفارت منظور کی گئی تھی کہ اہل کوفہ کے اقوال اور افعال میں مطابقت ہے یا نہیں اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلم کوفہ کے لوگوں کی جانب سے آپ کا اطمینان کر دیتے تو آپ کوفہ میں ضرور تشریف لے جاتے اور خلافت کے واسطے جنگ کی جاتی۔

مگر واقعات اور دو سال متیانہ تھے کہ یزید کا دوران حکومت ختم کیا جاتا آپ کے

مشاہدہ فرمایا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ کے سایہ میں کس قدر آدمیوں کا مجمع تھا اور یہ بھی
 دیکھا تھا کہ کثرت سے لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور آپ کے وفادار
 شیعہ قتل ہو چکے تھے اور باقی ماندہ حضرت امام حسن کے مصالحہ کے بعد قتل کیے گئے
 تھے اور ایک جم غفیر آپ کے سایہ سے علیحدہ ہو گیا تھا خلاصہ یہ ہے کہ وقت پر
 ناکامی کے زمانہ میں بہت ہی کم اشخاص نے ساتھ دیا تھا بہت سے شیعوں کی
 جماعتیں خوف یزید اور اسکے باپ کے اپنے وطن کو چھوڑ کر اطراف و جوانب کے
 ملکوں میں بھاگ گئی تھیں اور فارس اور ترکستان میں سکونت اختیار کی تھی یہ
 حالتیں ایسی گذر چکی تھیں کہ اعتماد و اعتبار بالکل جاتا رہا تھا اگر یہ تمام تائیدی
 وسائل موجود ہوتے جنکے ہم پہونچانے میں کوفہ اور بصرہ اور کمرہ میں کوشش ہوئی
 تھی تو یزید کی خلاف شرع اور ناجائز حکومت کے نسبت و نابود کرنے میں ضروری
 مبلغ کیجائی در صورت نہ موجود ہونے ان تمام وسائل کے مدینہ میں جو صلاح و مشورہ
 ابن عباس اور ابن عمر اور حضرت محمد خفصہ سے ہوا تھا اس سے کبھی نتیجہ نہیں مل سکتا
 کہ مدینہ سے آپ کی روانگی کوفہ کی جانب تھی اور اس سے یہ غرض تھی کہ یزید پر حملہ
 کیا جائے بلکہ جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حق خلافت کا
 خیال تھا مگر خلافتی اقتدار حاصل کرنے کے واسطے سعی و کوشش کر کے کا زمانہ نہ تھا
 اور واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد خفصہ کی رائے کو آپ نے تسلیم
 فرمایا تھا اور مدینہ سے روانگی کوفہ کے واسطے نہ تھی بلکہ جب یزید کی بیعت نہ کی تھی
 تو بطور ہجرت کے آپ کو منظور تھا کہ فارس یا ترکستان جہاں یزید کا کامل اقتدار
 اور دسترس نہ ہو جا کر سکونت فرمائیں اور تعلیم دینی اور عبادت الہی میں مشغول ہوں

جو وصیت نامہ آپ نے محمد حنفیہ کے نام لکھا ہے وہ اس طرح پر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وصیت ہے کہ حسین ابن علی اپنے بھائی محمد حنفیہ کو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گواہی دیتا ہوں کہ خدا نیچا لے ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے رسول و پیغمبر محمد ہیں انھوں نے جو کچھ کہا سچ کہا بہشت و مدینہ حق ہے اور قیامت آنے والی ہے اور اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے خدا تعالیٰ جملہ آدمیوں کو قبر سے اٹھائے گا میں حسین ہوں نہ اس نظر سے کہ اس میں ظلم و فساد کا اندیشہ ہے اور نہ حق سے پھرے ہوئے کے اندیشہ سے باہر ہوتا ہوں بلکہ واسطے اصلاح اور صلاح امت محمدیہ ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ شریک و امیر معروف و نہی منکر بجا لاؤں اور اس باب میں حضرت محمد مصطفیٰ سے میں نے سنا ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ عمر حسین کا سر انجام قتل ہوگا۔ فقط

مکہ معظمہ میں آپ اس زمانہ تک قیام فرما رہے کہ حضرت مسلم کی شہادت کا حال وہیں آپ کو دریافت ہوا جب یہ غم آلود واقعہ معلوم ہو گیا تو آپ نے عراق کا غم مصمم کیا اور حضرت مسلم کی شہادت سے وہ مقصد پھر تازہ ہو گیا جو مدینہ میں تھا کہ خلافت کے لیے یزید پر حملہ کرنے کے واسطے وسائل تیار نہ تھے اہل کوفہ کی یوفائی اور بدعہدی تو اس سے ظاہر ہوئی کہ حضرت مسلم کا ساتھ کسی نے نہ دیا اور اہل مکہ سے بھی وفاداری کی امید نہ تھی اور یہ بھی آپ کو منظور نہ تھا کہ حرم میں خونریزی ہو پس ہر چند کہ عبداللہ ابن عباس نے

سمجھایا کہ میں میں آپ تشریف لے جائیں کہ وہاں آپ کے ہوا خواہ اور حامی کثرت سے ہیں مگر آپ نے عراق کی جانب روانگی کا ارادہ پورا کر لیا اور آپ روانہ ہو گئے اثنائے سفر میں جو حالات گذرے اور جو کچھ کر بلا میں ہوا اسکا بیان بخوف طوالت ہم درج کرنا مناسب نہیں سمجھتے مگر ان اسباب پر بحث مقصود ہے جس سے کہ کر بلا کا معرکہ پیش آیا تھا۔

(۱) کتاب ہذا کے کسی مقام پر ہم لکھ چکے ہیں کہ جناب امام امیرالمعروف کو پابند و فریاد کے تارک تھے اور آپ کا اعلیٰ اور اصل مقصد یہ تھا کہ اس الہامی دین کی اشاعت اور حفاظت اور صیانت ہو جسکو کہ پیغمبر اکرا الزمان نے کالیف اور مصائب برداشت کر کے قائم فرمایا تھا اور اس اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے واسطے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت امام حسن مجتبیٰ نے سخت سے سخت تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کیا تھا۔

(۲) یزید امیرالمعروف کا تارک اور منیات کا مرکب تھا وہ خود اور اسکا ظلمت کا دور اسلام کے بالکل خلاف تھا اور یہ ایسی متضاد حالتیں تھیں جیسا کہ ظلمت و نور میں ہوا کرتی ہیں جناب امام حسین علیہ السلام لمباذا اس اعلیٰ اور مقدس منصب امامت کے اس خلاف شرع اسلام کے دور کو پسند نہ فرماتے تھے اور یزید کو اپنے زمانہ کی تیر و تار حالت پسند تھی غرض کہ ظلمت پر غلبہ چاہتا تھا اور ظلمت کو معدوم کرنے پر آمادہ تھی جناب امام حسین نے زمانہ معاویہ میں یزید کی بیعت کی تسلیم فرمایا تھا کیونکہ خلافت میں ولیعہدی اسلام کے خلاف تھی اور جب یزید کا زمانہ آیا تو آپ اس فاسق و فاجر اور اسلام کے معدوم کرنے والے اور اسلام کے

خلافت کرنے والے کی بیعت کیونکر کر سکتے تھے یزید اپنی ولیعهدی کے زمانہ سے
 آپ کے خلافت تھا بعد اپنے باپ کے وہ آپ کے مذہبی مرتبہ اور دینی عظمت و
 شان کو بالکل بھول گیا تھا حالانکہ معاویہ نے آپ کی نسبت وصیت کی تھی کہ جناب
 امام حسین علیہ السلام سے تعرض نہ کرنا مگر وہ اس وصیت پر کب عمل کرنے والا تھا
 آنے ایسی سختی کے ساتھ آپ سے بیعت طلب کی تھی کہ جب آپ نے انکار فرمایا
 تو اسکا نتیجہ معرکہ کربلا تھا جس بیعت کا طالب یزید ہوا تھا وہ اسکی مصنوعی خلافت کے
 تسلیم کے متعلق تھی اسکے قبل یزید علیہ ما علیہ کی ولیعهدی کے تسلیم کرانے کے واسطے
 خود معاویہ نے مدینہ منورہ میں جا کر اہل مدینہ سے کہا تھا اور رشوت اور اپنے وہب
 حکومت کو ظاہر کر کے اہل مدینہ سے یزید کی ولیعهدی کو تسلیم کرایا تھا مگر اس مقدس
 نفس یعنی جناب امام حسین نے اس زمانے میں بھی انکار فرمایا تھا حسب بیان
 مورخ کو فی معاویہ نے جب جناب امام حسین اور عبداللہ زبیر اور عبدالرحمن ابن
 ابی بکر کو دیکھا تو ترش ہو کر کہا کہ آپ سب کو میں حسد اور عداوت میں پورا سمجھتا ہوں
 امیر المومنین حسین نے فرمایا کہ خاموش ہو کہ ہم ستم ستیق ان باتوں کا اپنی کو نہیں سمجھتے ہیں
 معاویہ نے کہا کہ آپ ستم ستیق انھیں باتوں کے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اور اس سے
 زیادہ غصہ کیا اور کہا کہ آپ سب کی خواہش اور تھی اور خدا نے کچھ اور کیا جو خدا نے
 چاہا تھا ہی ہوا اور تمھاری خواہش پوری نہ ہوئی پھر معاویہ نے بوجہ رنج اور ملال کے
 ان ہر سہ اکابرین کی ملاقات سے انکار کیا اور جب ان بزرگان دین نے
 ملاقات کی خواہش کی تو انکو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی بعد اسکے
 وہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں چلے آئے بعد چند سے معاویہ نے مکہ معظمہ میں

کتاب المذاہب
 ج ۱ ص ۱۴۶
 باب پنجم

پہونچ کر اسی قضیہ کو پیش کیا تھا اور عبد اللہ زبیر اور عبد اللہ عمر اور عبد الرحمن ابن
 ابی بکر اور امیر المومنین حسین کی تعریف و توصیف کی تھی اور جناب امام حسین سے
 کہا کہ آپ سید جوانان بہشت ہیں اور ان چاروں بزرگان دین کے واسطے
 بیش بہا تحفہ و تحائف جنہیں لباس مفرق بہ زرد و جواہر بھی شامل تھا مہیا کیے
 اور بھیجے امیر المومنین حسین کے واسطے سب سے بڑھ کر اشیاء بیش قیمت مہیا
 کی گئی تھیں پس اور وں نے تو ان تحفوں کو قبول کر لیا مگر جناب امام حسین نے
 انکے قبول کرنے اور لینے سے صاف انکار کیا تھا معاویہ نے چند روز کے معطلہ
 میں قیام کیا لیکن یزید اور اسکی بیعت کا ذکر نہ کیا پھر ایک دن معاویہ نے ایک شخص کو بھیج کر
 جناب امام حسین کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو نہایت تعظیم و تکریم سے
 آپ کو بٹھایا اور اسے بیعت کا تذکرہ اس پر یہ مین کہا کہ میں آپ سے کچھ
 عرض کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ روندہ فرمائیں گے اور جواب با صواب دینگے
 میں ہر شہر کے مشائخ اور معارف کو لکھا تھا آئیے یزید کے واسطے بیعت حاصل
 کر لی ہے جب اہل مدینہ سے کہا تو ایک جماعت نے انکار کیا مگر مجھ کو انکی جانب
 کچھ توجہ نہ ملی اگر میں یزید سے بہتر کسی اور شخص کو لائق خلافت سمجھتا تو اسکو
 خلیفہ کرتا جناب امام حسین نے فرمایا کہ اے معاویہ خلافت کے واسطے کسی
 ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہیے جو یزید سے لحاظ ذاتی پاکیزگی و باعتبار پیر و
 مادر بہتر ہو معاویہ نے کہا کیا یہ اشارہ آپ اپنی نسبت فرماتے ہیں امام حسین نے
 کہا کہ اگر اپنے واسطے میں اس امر کی خواہش کروں تو بجا ہے معاویہ نے کہا میں
 شبہ نہیں کہ آپ کی ماں بہتر یزید کی ماں سے ہیں اور آپ کے باپ کو جو فضیلت

قریب قریب کی حضرت محمد مصطفیٰ سے تھی وہ کسی کو حاصل نہیں تھی مگر خلافت کے واسطے یزید آپ سے بہتر ہے امیر المؤمنین حسین نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے یزید میرے جد کی امت کے واسطے مجھے بہتر نہیں ہے یزید جو خمار و فاسق و فاجر ہے اسکو مجھے بہتر کہتے ہو معاویہ نے کہا کہ آپ خاموش رہیں اور یزید کو آپ ایسا نہ فرمائیں کیونکہ یزید کے روبرو جب کبھی آپ کا ذکر آجائے تو وہ آپ کی تعریف کرتا ہے جناب امام حسین نے فرمایا اسکو میں جانتا ہوں اور وہ مجھ سے واقف ہے آخر اس حق کو میں کیوں چھپاؤں معاویہ نے کہا کہ ابا عبد اللہ آپ تشریف لیجائیں مگر اہل شام سے اطمینان نہ رکھیے گا جب حضرت امام حسین تشریف لیگے تو معاویہ نے اوروں کو باری باری طلب کیا اور اُن سے بھی بیعت کے واسطے کہا لیکن انھوں نے بھی انکار کیا معاویہ نے اُس زمانہ میں یزید کے واسطے کوششیں کیں روپیہ کا لالچ دیا اپنا جبروت دکھایا مگر اُس پاک و مقدس نفس نے ہرگز قبول نہ فرمایا معاویہ نے ایک خفیہ جلسہ منعقد کیا جس میں جناب امام حسین بھی طلب ہوئے معاویہ نے بار دیگر بیعت طلب کی لیکن آپ نے اودھن ہر سہ بزرگان عرب نے پھر انکار کیا اسوقت اہل شام نے تلواروں کو نیاموں سے کھینچ کر کہا اگر بیعت نہ کرو گے فوراً سر قلم کیے جائینگے تاہم کسی نے بیعت قبول نہ کی جو لوگ اس جلسہ میں شریک نہ تھے وہ سمجھ گئے کہ آج بیعت ہوگی جسوقت آپ باہر تشریف لائے لوگوں نے مفہوم ذہنی اپنا ظاہر کیا اور حضرت نے فرمایا کہ میں نے بیعت نہ خفیہ قبول کی نہ علانیہ۔

ان واقعات تاریخی سے قطعی طور پر یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب امام حسین کو یزید سے

کمال درجہ کا تضرع تھا آپ یزید کی خلافت و حکومت ہی کو تسلیم نہ فرماتے تھے بلکہ اہل
 ناپاک اور ملعون کو دشمن خدا و رسول و اہل بیت طاہرین سمجھتے تھے یزید کا عہد
 حکومت جابرانہ و ظالمانہ کارروائیوں سے سراسر مملو تھا جس نے ناجائز دنیا اور ملک
 اور دولت کی محبت میں شاہانہ طمطراق کے واسطے شریعت محمدی صلعم کو ان
 لا و بالی اور یہودہ افعال پر تصدق کر رکھا تھا یزید برائے نام مصلحتاً مسلمان تھا اور
 یہ مصلحت اُس نے اس واسطے اختیار کر رکھی تھی کہ اگر خدا کی وحدانیت سے وہ علانیہ
 انکار کر جاتا اور رسول پاک کی رسالت سے تو اُس کو اپنی حکومت اور شاہانہ دبدبہ
 کے جاتے رہنے کا خوف تھا اور جس پردہ کی آڑ میں یزید اُس کے تسلیم کرنے والے
 اہل شام خاندان رسالت سے انتقام لینا چاہتے تھے وہ باقی نہ رہتا وہ خود زانی
 تھا اور زنا کاروں کی حمایت کرنے والا تھا خود شراب خوار تھا اور شراب خواروں کو
 ممانعت نہیں کرتا تھا اُس کا دربار بالکل جوہر و ظلم کا دربار تھا اور اُس کے عمال و زبجی
 اور اہل شام کا ناجائز اقتدار ایسا حاوی تھا کہ اسلام قریب زوال پہنچ گیا تھا
 ارکان شریعت مکارانہ تھے اور ظاہر نہ ہی پابندی جو کسی قدر باقی تھی وہ ملکی ترقی
 کے واسطے تھی اسلام کے واسطے اُس دور میں بخیر اسکے اور کچھ باقی نہ تھا کہ وہ فنا کے
 درجہ پر پہنچتا اس ظلمت کو وہ پاک اور مقدس ہادی مطلق اور امام برحق کسب و کریم کو
 پسند کر سکتا تھا اُس کا نفس نہایت متبرک اور مطہر اور پاکیزہ تھا اور قلب مخزن اسرار
 یزدان اور مطلع انوار ربانی تھا وہ اُس خلافت کو ہرگز پسند نہ کرتا تھا جو محض ناجائز دنیا
 کے واسطے تھی اور مسلمانوں کے قریب دینے کو ایک جیلہ شرعی قرار پا گئی تھی وہ
 اُس خلافت کا طالب اور مستحق تھا جس سے اسلامی تعلیم اور ترقی اور رونق متصور تھی

اور وہ اس مصنوعی خلافت کی تنہا نہیں رکھتا تھا جس سے خاندانی اور ذاتی عظمت اور محض ملکی شوکت اور شاہانہ کروفر مقصود تھی اُسکے پاس بجز دولت دین کی دوسری دنیا مطلق نہ تھی لیکن کبھی دولت دنیا کی طمع اور خواہش اُس نے نہ کی اور معاویہ نے جو کچھ اس غایت سے دنیا چاہا تھا کہ آپ زید کی ولیمہ دی تسلیم فرمائیں لیکن آپ نے اُس سے اکراہ میں ظاہر فرمایا تھا اور اثنائے سفر کربلا میں جبکہ ایک سردار عرب سے آپ نے نصرت طلب فرمائی اور اُس نے انکار کیا اور ایک تلوار اور ایک گھوڑی نذر کی تو آپ نے اُس سے بھی انکار فرمایا تھا اُسکو ملک داری اور ملک گیری کی خواہش نہ تھی لیکن یہ خواہش ضرور تھی کہ اسلام اور سنت رسول قائم رہے غرض کہ وہ رکن اعظم اسلام اور خدا کی زمین پر محبت خدا تھا جب وہ امام دین اور رکن رکن اسلام کہ اُن جملہ صفات عالیہ سے موصوف تھا اور کہ اُس نے سلام کے قیام کے واسطے اور حفاظت اور ترقی اور رونق کے واسطے زید پلید کے بخش ہاتھ میں اپنا دست حق پرست نہ دیا تو کیا اُسکا صلہ یہی تھا جو اُس مردود الوقت زید کی جانب سے ظاہر ہوا کہ بلا میں دو دشمنزادوں نے جنگ نہ کی تھی بلکہ ظلمت و نور کا مقابلہ تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ زید نے خلاف اسلام اپنی قساوت قلبی اور شقاوت موروثی سے محض اپنی ذاتی اغراض کے لیے اور اُس عداوت کی وجہ سے جو اُسکو اسلام اور بانی اسلام اور اہل بیت نبوت اور رسالت سے تھی اُس پاک اور معصوم نورانی ہستی کو مٹا دیا جس نے راہ خدا میں اسلام کے واسطے کبھی شاہانہ حکومت کی خواہش کی تھی اور نہ اسلام کے مقابلہ میں مال و دولت کی کچھ ہستی سمجھتا تھا مارجع عالم میں کربلا سے بڑھ کر کوئی واقعہ نہیں گذرا حکومت کے واسطے

خونریز یاں ہوا کی ہن گردین کے واسطے یہ کسی نبی اور رسول نے بھی نہیں کیا
جو حسینؑ نے کر دکھایا انبیاء کے تاریخی حالات موجود ہیں مگر اُن سے بجز اس کے کہ بعض
انبیاء پر جو ظلم اور جبر ہوا وہ انہیں کی ذات پر محدود تھا اور کچھ نہیں پایا جاتا یہ
جناب امام حسینؑ ہی کے حقہ میں تھا کہ آپ کے روبرو آپ کے عیال و اولاد
نشنہ و گرسنہ مثل گو سفند ان قربانی ذبح کیے گئے لیکن آپ نے بجز کلمات صبر و شکر
کچھ نفرمایا یا نہ کیا کہ اپنا سر اقدس بھی راہ خدا میں فدا کیا اور اُس کے جو جو سختیاں
اور ظلم اور ستم کر بلا سے و مشق تک قید یونہی ہوتے وہ بھی ایک نہایت درد انگیز
افسانہ ہے اُس زمانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ یزید کے جبر و ظلم اور جناب امام حسینؑ
مناقب و فضائل بیان کرنا لیکن جب اسیرانِ کربلا دربارِ یزید علیہما علیہ عین
داخل ہوئے تو اُنھوں نے اُس شاہانہ دربار کے کروفر کی کچھ بھی حقیقت نہ سمجھی اور
یزید کے روبرو یزید کو ناسزا کہا اور جناب امام حسینؑ کے فضائل و مدائح اور
مناقب نہایت شد و دے سے بیان کیے مطلق خوف و ہراس انہیں غالب نہ ہوا یہ رات
اور حق گوئی انہیں برگزیدگانِ حق کے حقہ میں تھی اور انہیں پر ختم بھی ہو گئی
جس بیعت کے قفیضہ کو یزید نے پیش کیا تھا وہ اسلام کی رنیت اور رونق کے واسطے
نہ تھا بلکہ اُس کے معدوم کرنے کے واسطے تھا اگر جناب امام حسینؑ یزید کی بیعت کر لیتے
تو یزید کے خلاف شرع طریقے رواج پا جاتے اور شراب خواری کو ترقی ہو جاتی اور
جو رفتارِ یزید نے اختیار کر رکھی تھی تمام عالم میں اُسکی تقلید علانیہ کی جاتی یہ جناب امام حسینؑ
ہی کی شہادت اور بیعت نہ کرنے کا نتیجہ تھا کہ اسلام قائم رہا اور آج تک اُسکی رونق
ہے ورنہ اُس ابتدائی حالت میں اگر آپ بیعت کر لیتے تو یزید جس کفر میں مبتلا ہو گیا تھا

گویا اسکے شعار کی تصدیق ہو جاتی اور پھر کسی کو اس کے طریقوں کے تسلیم کر لینے میں انکار نہیں ہو سکتا تھا آپ کے انکار جمعیت اور شہادت سے عربوں کو حق و باطل کا فرق معلوم ہو گیا تھا اور اسی سے لُئِ النَّاسِ عَلٰی دِیْنِ مَکُومِ کے مفولہ کا اثر جاتا رہا تھا معرکہ کربلا اسلام کی صداقت اور حقیقت کا عملی ثبوت ہو اور اس معرکہ سے دنیا و دین دونوں تعلیم نکلتی ہے شجاعت اور وفاداری اور جان نثاری اور حیا اور صبر اور استقلال کا خاتمہ اسی معرکہ سے ہو گیا اور جن معجزات کا فوری ظہور اس معرکہ میں ہوا اور جس بہادری اور دلیری سے بچوں اور جوانوں نے کثیر العدد ایزیدی سپاہوں سے جنگ کی وہ بجائے خویش ایک روشن معجزہ تھا کہ بلا میں جو کچھ گزرا وہ محض اسلام کے واسطے تھا کہ اس سے بجز خوشنودی خدا اور رسول اور کچھ مطلب نہ تھا لیکن تعجب ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً شیعوں کا فلسفہ خون پاک جناب امام حسینؑ کو اپنے گناہوں کا کفارہ نہیں جانتا حالانکہ عیسائی مذاہب کی ہدایت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خون اپنی امت کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تھا یہی مقام ایسا ہو کہ دین اسلام و دین عیسوی کے مسائل کی قوت و ضعف میں امتیاز ہو سکتا ہے۔

سرجان میلکم صاحب اگر مثل ہمارے یزید کی مصنوعی خلافت اور جناب امام حسینؑ کی امامت میں امتیاز کرتے اور اس ظلمت و نور کی متضاد حالت سے واقف ہوتے تو ہرگز ان سے ایسی غلطی نہ ہوتی کہ جناب امام حسینؑ نے ملک گیری کی طمع سے پیشقدمی کی تھی ہم ناظرین کتاب ہذا سے امید کرتے ہیں کہ جب وہ ہماری تحریر کو ملاحظہ کریں گے تو میلکم صاحب کی وہ غلطی انہر صاف طور سے ظاہر ہو جائیگی جو انھوں نے تاریخ ایران میں کی ہے امام حسینؑ کا ظہور ملک گیری کے واسطے تھا برخلاف اسکے

میرزا کبیر صاحب نے تاریخ چین میں جس طرز پر معرکہ کر بلا کا تذکرہ کیا ہے اور جناب امام حسینؑ کے مرتبہ اور علو شان کو بیان کیا ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو انکا مذہب اسلام کے خلاف تھا مگر انھوں نے جناب امام حسینؑ کی امرِ لہدیٰ کی ہے اور آپ کی شجاعت اور صبر اور تسلیم و رضا کی داد دی ہے۔



باب ششم

شیعون پر ظلم و تعدی



بعد تحکیم معاویہ کی جانب سے شیعون پر بڑے بڑے ظلم کیے گئے یہ ظلم مذہبی تعصب اور خصومت کے لحاظ سے نہ تھے بلکہ ملکی خیالات کا متعصب نتیجہ تھا اور غرض معاویہ ان مظالم سے یہ تھی کہ شیعون کی جماعتوں کو اس لائق نہ رکھے کہ وہ حضرت علیؑ کے سایہ میں ہو کر پھر معاویہ سے جنگ کریں جو ظلم کہ معاویہ نے آپ کے شیعوں پر کیا تھا وہ ظلم آپ نے کبھی معاویہ کے لوگوں پر نہیں کیا بلکہ رحم دلی ظاہر فرماتے رہے اور ابتداء سے جنگ عقیقہ میں ایک نہر جب معاویہ کے قبضہ میں تھی تو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے واسطے معاویہ نے پانی بند کر دیا تھا مگر جب آپ کے شیعوں نے آپ پر قبضہ کر لیا تھا تو آپ نے معاویہ کے لشکر کا پانی بند نہیں کیا بلکہ اجازت دیدی تھی کہ مخالفین بھی پانی لیجائیں جب آپ کے ترجمہ کا یہ حال تھا تو آپ نے خلاف شرع کبھی ظلم نہیں کیا اسی زمانہ معاویہ سے شیعون پر ظلم کا آغاز ہوا ہے معاویہ نے احکام جاری کیے تھے کہ جس شہر اور جس مقام پر شیعہ ملین قتل کیے جائیں جب معاویہ نے لیسارین ارطاط کو جو شام کا ایک فرعون تھا مقرر کیا اور

یہ اقرار اہل یمن کی درخواست پر تھا تو اس سے یہ کہا تھا کہ شعیبان علی سے سختی کے
ساتھ برتاؤ کرنا اور ان کے قتل کرنے اور لوٹ لینے میں کوتاہی نہ کرنا میرے ہمراہ چار
ہزار سوار تھے اول وہ مدینہ میں آیا حضرت ابوب الفصاری حضرت علی مرتضیٰ
کی جانب سے عامل مدینہ تھے اُسکی آمد سنکر مدینہ سے نکل گئے میر نے مدینہ میں
پہنچکر اہل مدینہ سے سخت برتاؤ کیا اور اُن سے جبراً و قہراً معاویہ کی بیعت لی پھر جابر بن
عبد اللہ الفصاری کو طلب کیا انھوں نے قبول نہ کیا جابر ایک مرد بزرگ بن رسید
تھے میر نے ارادہ کیا کہ اُنکو قتل کرے حضرت ام سلمہ زوجہ جناب رسول مقبول نے
اُنکی سفارش کی میر نے کہا کہ میں اُنکو امان نہ دوں گا تا وقتیکہ وہ بیعت نہ کریں گے آخر کار
جابر نے بظہور اور مجبوری بیعت کر لی میر نے چند روز مدینہ میں قیام کیا اور مدینہ
میں ابو ہریرہ کو نائب مقرر کیا پھر مکہ میں گیا مکہ میں ابن عباس عامل حضرت امیر المومنین
علی کی جانب سے تھے جب انھوں نے سنا کہ میر آتا ہے تو وہ مکہ سے باہر چلے گئے
مکہ میں اُسے اہل مکہ کو سخت و درشت کہا اور جب میر میمون سے گذرنا تھا تو اُسے
دیکھا کہ خلقت بھاگی ہوئی چلی جاتی ہے اُسے دو خوبصورت لڑکوں کو دیکھا کہ وہ
تیزی کے ساتھ بھاگ رہے ہیں حکم دیا کہ انکو پکڑ کر میرے پاس لاؤ وہ گرفتار ہو کر آئے
میر نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور نام تمہارا کیا ہو ایک نے کہا کہ نام فہم ہے
اور میرے بھائی کا نام عبدالرحمن اور ہم دونوں عبداللہ بن عباس کے لڑکے ہیں
میر نے کہا کہ واللہ میں اپنے مطلوب کو پا گیا اور ان کے قتل کرنے سے خدا کا مقرب
ہونگا اُس ملعون نے دونوں کو قتل کیا اہل مکہ نے جبراً بیعت کی اور چونکہ میر
جناب علی مرتضیٰ کو برا کہتا تھا اس وجہ سے اہل مکہ نہایت نفرت کرتے تھے

جب گئے سے طائف میں آیا تو طائف والوں نے معاویہ کی بیعت کر لی ایک مقام
 تھا طائف کے قرب وجوار میں تھا وہاں شعیان و دوستداران علی کی سکونت
 تھی اُس مقام پر چند سپاہی روانہ کیے انھوں نے اُن شیعہ کو تکلیف اور اذیت
 پہونچا کر قتل کیا اور یہ قتل اس وجہ سے تھا کہ وہ علیؑ رضی کی دوستی اور محبت کا دم
 بھرتے تھے بصرہ خیران میں گیا خیران میں ایک مرد بزرگ عبدالمدان رہتے تھے
 وہ حضرت محمد مصطفیٰ کے صحابی تھے قبل اسلام کے اُنکو عبدالمدان کے نام سے
 موسوم کیا جاتا تھا بعد اسلام کے آنحضرت نے اُنکا نام عبداللہ رکھا تھا وہ شعیان
 علیؑ رضی میں تھے بصرہ نے اُنکو اور اُنکے لڑکے کو گرفتار کر کے قتل کیا اور حکم دیا
 کہ کوئی شخص گریہ و زاری نہ کرے اسنے اہل خیران کو خوف دلایا کہ اگر حضرت
 علیؑ کی اطاعت کرو گے تو میں سبکو قتل کروں گا بصرہ خیران سے ہمدان گیا وہاں بنی
 ارحب کے قبیلہ میں ایک گروہ تھا جو مذہب شیعہ رکھتا تھا اُنکو طلب کیا اور قتل
 کیا پھر مقام خشان میں گیا اور وہاں کثرت شعیان علیؑ تھے اُنکی نسبت قتل کا
 حکم دیا صغایین تو حسب قدر شیعہ تھے سبکو قتل کر ڈالا انھم کو فی میں لکھا ہو کہ وہاں
 کسی شیعہ کا نشان باقی نہ رہا جب حضرموت میں پہونچا اور ہر شخص کے حالات
 دریافت کیے تو اُس مقام میں کوئی ایسا نہ تھا جب کا تعلق حضرت امیر المؤمنین علیؑ
 سے نہ تھا بصرہ کے حکم سے وہ کل شیعہ قتل ہوئے ایک شہزادہ حضرموت کا تھا اُنکا
 نام عبداللہ بن ثوابہ تھا وہ بصرہ کے خوف سے ایک قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا
 بصرہ نے اُس سے قسم کھائی اور عہد کیا کہ اگر میرے پاس آکر حاضر ہو گا تو میں اُنکو
 قتل نہ کروں گا چند مرتبہ اسنے عہد کیا آخر شہزادہ اُسکی باتوں پر فریفتہ ہو گیا اور قلعہ سے

باہر نکل آیا یسرنے فوراً اسکے قتل کا حکم دیا اسنے کہا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ
 میں قتل کیا جاتا ہوں یسرنے کہا کہ تمہارا گناہ یہ ہے کہ تم علی ابن ابیطالب کے
 شیعہ ہو اور علی کو معاویہ پر ترجیح دیتے ہو اور بیعت نہین کرتے شہزادہ نے جب
 دیکھا کہ اب اس مفاک ورجابر کے ہاتھوں جاہلی محال ہے تو ایک امر کی
 درخواست کی کہ اگر اجازت ہو دو رکعت نماز ادا کر لوں یسرنے کہا اچھا ہنوز وہ
 نماز سے فارغ نہوا تھا کہ یسر کے حکم سے اسکے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے گئے
 اس سے پیشتر بلا دھرا اور عراق میں معاویہ نے مہم بھیجی اور شیعوں پر ظلم و جبر کیا گیا
 انکے مکان لوٹ لیے گئے اور وہ قتل کیے گئے از عہد خلافت حضرت امیر المومنین
 علی مرتضیٰ تا شہادت حضرت امام حسن معاویہ کے زمانہ اقتدار میں صد ہا بلکہ ہزار ہا
 شیعہ قتل ہوئے اور شاہیر شیعہ اور اصحاب حضرت امیر المومنین علی کو نہایت
 اذیت اور تکلیف سے قتل کیا زیاد بن ابیہ معاویہ کی جانب سے بصرہ کا حاکم
 تھا وہ شیعیاں علی کا دشمن تھا ظاہر میں وہ شیعوں کا متبع کرتا تھا اور اس پردہ میں
 جب اسکو شیعوں کا حال معلوم ہو جاتا تھا فوراً قتل کر دیتا تھا شیعوں کے
 ہاتھ پاؤں قطع کر دیتا تھا اور آنکھیں نکال دیتا تھا اس اذیت اور تکلیف سے
 اسنے ہزار ہا شیعہ قتل کرائے تھے منجملہ ان مظلومین مقتولین کے ایک حجر بن
 عدی اور عمر بن الحمق مشہور اصحاب حضرت امیر المومنین علی کے تھے انکو قتل
 کیا مالک اشتر کو معاویہ نے اثنائے سفر مصر کے زہر سے شہید کرایا اور محمد ابن
 ابی بکر کو مصر میں آگ میں ڈال دیا تھا اور جلد دیا تھا حجر بن عدی صحابی رسول اور
 خاص رفیق حضرت علی کے تھے یہاں ایک روز خطبہ پڑھتا تھا حجر نے کہا کہ نماز پڑھو اور

کتابخانه
 مکتبہ
 اسلامیہ
 دہلی

زیادہ خطبہ پڑھتا رہا حجر بن عدی نے سنگریزہ پھینکا زیاد نے اس حال سے معاویہ کو آگاہ کیا معاویہ نے لکھا کہ حجر کو میرے پاس بھیج دو پس جب زیاد سے ملاقات ہوئی تو حجر نے فرمایا کہ اے زیاد تو امیر المومنین ہے یا میں زیاد نے یہ سنتے ہی انکی نسبت قتل کا حکم دیا حجر نے فرمایا کہ مجھ کو طوق اور زنجیر آہنی سے باندھو اور نہ میرا خون کرو میں معاویہ سے ملاقات کر کے اپنا دعویٰ پیش کروں گا مگر انکی سماعت نہ ہوئی اور انکو تنہا تکلیف سے قتل کیا حجر خاص شیعہ حضرت علی مرتضیٰ تھے انکے دو بیٹے تھے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام عبدالرحمن تھا یہ دونوں شیعہ اور محب اہلبیت رسالت تھے اور مختار ثقفی کے ہمراہ قتل ہوئے تھے جب مقتول حجر کی خبر حضرت امام حسن نے سنی تو آپ نے دعا کی اور اس دعا کے اثر سے زیاد کے سیدھے ہاتھ کی ایک انگلی میں درم ہو گیا اسکا علاج ہوتا رہا مگر اثر پذیر نہ ہوا اور دم بڑھتا رہا آخر کار وہ ملعون مر گیا یہ واقعہ ائمہ مجری میں ہوا تھا معاویہ نے ایک فرمان کے ذریعہ سے حکام اور عمال اور نوابوں کو اطلاع دی تھی اور یہ فرمان بعد خلع خلافت حضرت امام حسن صادر ہوا تھا کہ شیعوں کے مقابلہ میں جو فضائل اور مناقب حضرت علی کے بیان کیا کرتے ہیں تم لوگ تبرا کرادو پس خطیبوں نے حضرت علی کو مستحق تیرا قرار دے لیا تھا اور مستبدوں پر تبرا کہا جاتا تھا اس زمانہ میں شیعوں کا حال نہایت ہی پریشان تھا خصوصاً کوفہ کے شیعوں پر جو ظلم و جبر کیا گیا اسکے دیکھنے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ زیاد بن سمیہ ایک شیعہ تھے اور رفیق حضرت علی مرتضیٰ کے تھے انکی چھاتی پر ایک بھاری اور فنی تیر رکھ دیا گیا اور انکی سمیت اور انڈا رسائی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ بقید حیات انکے دست و پا قطع کیے گئے اور انکو

کتابخانه و توثیق
مذہبہ مدیخہ منیرہ

وزحت پر لٹکا دیا تھا یہ شہید اور مظالم کوفہ میں یہاں تک کیے گئے کہ اس وقت کوفہ میں کوئی شیعہ اور محب نبی مشہور باقی نہ رہا تھا پھر معاویہ نے ایک دوسرا فرمان جاری کیا اور عمال کو تاکید لکھا کہ شعیان علی اور اہلبیت علی جو کہ محکومین میں بحالت ملازمت کام کرتے ہوں وہ بیکلم موقوف کیے جائیں اور عطیات اور انعام سے بالکل محروم کر دیے جائیں اور اسی پر قناعت نہو بلکہ انکو قتل کر دیا جائے شیعوں کے واسطے یہ زمانہ عراق اور کوفہ اور دیگر مقامات میں سخت تھا انکے گھر ویران اور بے چراغ کر دیے گئے تھے اور اس عہد میں شیعوں کی قلیں اور پراگندہ جماعتوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شیعہ دوسرے شیعہ کے گھر جاتا تھا تو مخفی ملاقات کرتا تھا اور بڑی احتیاط سے ارادہ جانیکا کرتا تھا اور شیعہ اپنے غلام اور کینز سے بھی خوف اور اندیشہ کرتے تھے کہ مبادا انکا تشیع ظاہر ہو جائے اور وہ بلا میں مبتلا ہو جائیں لونڈی اور غلاموں سے شیعہ حلف لیتے تھے کہ تمکے شیعہ ہونے کا حال ظاہر نہ کریں۔

معاویہ کے عہد میں قریب ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ شیعہ قتل کیے گئے حسب بیان اعظم کوفی تیس ہزار شیعوں کا قتل بسریں اوطاط کے ہاتھوں ہوا تھا اور اسکے بعد معاویہ کی فرامین برابر جاری رہے اور دیگر شہروں میں شیعوں کا قتل ہوا کیا پس جو تخمینہ مقتولین شیعہ کا کیا گیا وہ مطابق واقعات تاریخی ہے۔ اس ظلم و تعدی کے نتیجہ سے شیعوں کا مذہبی اور ملکی ادعا مخفی رہا تھا انکی عبادت قلیل لمجاظ مصلحت ملکی یا خبیال عقیدہ مذہبی یعنی تقیہ کی زندگی بسر کرتے تھے اکثر جماعتوں کا یہ حال ہوا تھا کہ جب وہ بے خانمان ہو گئی تھیں تو ایران اور

خراسان اور ترکستان اور دیگر مقامات میں بھاگ کر چلی گئی تھیں یزید کے زمانہ تک
یہی کیفیت تھی جب جناب امام حسین علیہ السلام کا قبضہ معیت پیش آیا اور آپ مدینہ
کو منظر شریف لگے تو ایک جم غفیر جو آپ کے ساتھ ہو لیا تھا اُسے اور اہل کوفہ نے
پھر تشیع کا اظہار کیا تھا اس دقیق اور باریک بات کا ذکر اس مقام پر مناسب ہے
کہ زمانہ معاویہ سے اسلام ملک کے ماتحت ہو گیا تھا اور مذہب صرف ملکی عظمت و
شان کی ترقی کے واسطے ایک تائیدی ذریعہ ہو گیا تھا یہ جماعت جو کوفہ میں اور مدینہ
سے سفر کرنے کے وقت جناب امام حسینؑ کی حمایت کا دعویٰ کرتی تھی اُس کا مقصد
دنیا اور ملکی معاملات سے تھا اور اسلامی خلوص سے اُسکو کچھ تعلق نہ تھا اور نہ اُس کا وہ
مقصد تھا جو جناب علی مرتضیٰ اور حنین علیہم السلام کا تھا کہ محض اسلامی تائید اور تعلیم
کے واسطے خلافت کی خواہش تھی جبکہ محض کراؤ و فریب سے دنیوی عزت کے واسطے
جو ان کے خیر میں تھا آپ کے ساتھ ہو لیے تھے یا کوفہ میں آپ کی حمایت کا دعویٰ
کرنے تھے تو یزید کے دباؤ اور بخوف جان و مال آپ کے ساتھ کیونکر رہ سکتے تھے
یزید بادشاہ وقت تھا اور جناب امام حسینؑ کے پاس بجز دولت دین اور کچھ نہ تھا
دین کے واسطے بامید نجات اخروی انھیں راسخ الاعتقاد اشخاص نے ساتھ دیا تھا
جو آپ کے سچے اور راست باز شیعوں تھے اور وہ دنیا پرست اشخاص آپ کا سا
کیونکر دیتے جنکا شمار یہ ہو گیا تھا کہ دین کے پردہ میں دنیا کی عزت کی خواہش کہتے
تھے یہ لوگ دنیا کے واسطے شریک ہو گئے تھے اور جب دیکھا کہ یزید کے مقابلہ میں
کامیاب ہونا دشوار ہے تو پھر علمیدہ ہو کر اور دنیا کو دین پر مقدم سمجھ کر اسی جانب
ہو گئے جو انکا مافی الضمیر تھا اُس زمانہ میں شیخہ اُسکو کہا جاتا تھا جو اسلام کے واسطے

اور محبت الہیت رسالت میں اپنے اہل و عیال کے قتل ہو جانے اور گھر بار کے لٹ جانے کی کچھ پروا نہ کرتا تھا اور جان سے مال سے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا یہی حالت راسخ الاعتقاد شیعوں کی حضرت علی مرتضیٰ کے زمانہ خلافت میں رہی اور حضرت حسن مجتبیٰ کے زمانہ میں بھی شیعہ کا اطلاق انھیں اشخاص پر ہوتا تھا جو اس صفت سے موصوف ہوتے تھے اور جنکی حفاظت کے واسطے معاویہ سے آپ نے عہد لیا تھا اور معاویہ نے اُسکے خلاف کیا تھا اور یہی شیعہ وہ تھے جنھوں نے بعد حکیم کے معاویہ کی بیعت نہ کی تھی اور راہ خدا میں صرف امام وقت کے واسطے جان و مال فدا کر دیا تھا بعد شہادت حضرت مسلم اور بعد واقعہ کربلا شیعوں میں اپنے پر جوش ارادوں کے اظہار کی طاقت نہ رہی تھی اگر خلوص اور محبت الہیت رسالت اور آئمہ سے خفیہ طور پر تھی اور بہ عالم مجبوری اور کاتشع مخفی تھا بعد واقعہ کربلا اہل مدینہ سے یزید نے چھڑ چھاڑ کی کیونکہ انھوں نے یزید کی بیعت جبراً و قہراً کر لی تھی اور یہاں شیعوں کا مجمع کثیر ہو گیا تھا عبد اللہ ابن زبیر نے یزید کی بیعت نہ کی تھی اور اہل مدینہ اور مکہ کے لوگوں کے دلوں میں اپنی خلافت کے واسطے تخم افشانی کر رہے تھے پس یہی بڑا سبب تھا کہ یزید نے فوج کشی کا حکم دیا عبد اللہ ابن زبیر شیعیان علی بن ابی طالب کے زمانہ میں شیعہ مجبوراً اُنکے سایہ میں اپنی امن سمجھتے تھے اور یزید کے خلاف عبد اللہ ابن زبیر کا دعویٰ خلافت اُنکی امیدوں کا سہارا تھا جب یزید نے اُس مقام مظہرہ پر چڑھائی کا

حکم دیا تھا تو سپہ سالار سے کہا تھا کہ مدینہ منورہ میں پہونچ کر تین مرتبہ میرے
 بیعت کی دعوت کرنا اگر قبول کریں تو کسی سے متعرض نہونا اور اگر نہ قبول
 کریں تو تین دن تک مدینہ منورہ کی لوٹ مباح کرنا اور جو مال و اسباب
 اور اسلحہ اور کھانے پینے کی چیزیں ملیں وہ لشکریوں کا حق ہو اور تین
 دن کے بعد پھر لوٹ نہوا اور حضرت امام زین العابدین کی نسبت معلوم
 ہوا کہ وہ وہاں کے فتنہ و فساد میں شریک نہیں ہیں اُسے مزاحمت نہ کرنا
 جب وہ ملعون اُس مقدس مقام میں پہونچا تو مسجد نبوی کی تہک کی
 اور ایک ہزار سات سو آدمی بقایا رہے مہاجرین اور انصار اور علمائے تابعین
 کو قتل کیا اور ہزار ہا بیگناہ عام باشندوں میں سے علاوہ عورتوں
 اور لڑکوں کے قتل کیے گئے انہیں سے سات سو حفاظ قرآن اور حاملان
 قرآن مجید تھے اور ستائیس قریشی تھے فسق و فجور اور زنا بالجبر کو
 اُن بیدنیوں نے مباح کر دیا تھا بعد اس واقعہ کے ایک ہزار عورتیں
 اولاد زنا پیدا ہوئی گھوڑوں کو مسجد نبوی میں باندھا تھا اور ماہین شہرت
 اور قبر شریف آنحضرت گھوڑوں کے پیشاب اور لید سے نجس ہوا اور
 بقیہ لوگوں سے یزید کی بیعت بجز حاصل کی اور یہ بیعت بعد عبودیت
 کرائی یعنی اس وعدہ پر کہ چاہے مثل غلاموں کے فروخت کر ڈالے
 اس قتل عام میں شیعوں کی جماعت بھی غالباً شریک تھی مگر وہی جماعت
 جسکو ملکی غرت کی خواہش تھی اور قلیل شیعہ جو حضرت امام زین العابدین
 علیہ السلام کے پاس تھے وہ محفوظ رہے تھے ایسے شیعوں کے

دلوں میں دینی جوش باقی رہ گیا تھا اور خلافت کا جوش نہ رہا تھا اور نہ
 ملکی اقتدار باقی تھا بعد یزید کے عبداللہ ابن زبیر کا اقتدار حجاز اور
 یمن اور خراسان میں بڑھ گیا تھا اور جبکہ مختار ثقفی اور حضرت محمد حنفیہ کے
 اقتدار کا زمانہ شروع ہوا تو پھر شیعوں نے ملکی اقتدار کے حاصل کرنے
 میں آمادگی ظاہر کی اس کوشش اور کوشش کا نتیجہ بعد بہت بڑی خونریزی
 و جنگ و جدل کے یہ ہوا تھا کہ مصعب ابن زبیر نے مختار ثقفی کو کوثرین
 قتل کر دیا اور عبدالملک کے زمانہ اقتدار میں حجاج یوسف نے حرم
 محترم میں پہونچ کر عبداللہ ابن زبیر کو قتل کیا اور بڑی بے حرمتی حرم
 محترم کی عمل میں آئی اور حضرت محمد حنفیہ کا اقتدار بھی نہ رہا شیعوں نے
 جو اقتدار ملکی مختار اور حضرت محمد حنفیہ کے زمانہ میں پیدا کیا تھا اس سے عبداللہ ابن
 زبیر کے لشکریوں نے بعد قتل مختار انکو قتل کیا تھا اور عبدالملک کے زمانہ میں
 حجاج یوسف نے اپنی نہایت ہی ظلم کیا تھا یہ بات واقعات سے ثابت
 نہیں ہوتی کہ حضرت محمد حنفیہ نے بہ موجودگی حضرت امام زین العابدین
 علیہ السلام امامت اور خلافت کا دعویٰ کیا تھا یا مختار کو امامت کا دعویٰ
 تھا اور اگر مختار کا دعویٰ امارت تسلیم کر لیا جائے تو انکے قشتع میں کسی طرح کا
 کلام نہیں ہو سکتا اور جو انتقام خون جناب امام حسینؑ کا انھوں نے لیا تھا
 اس سے انکے کارنامے قابل تعریف ہیں جب اس طریق سے شیعوں کا
 ملکی اقتدار جاتا رہا تھا تو اس کے بعد پھر نہ ہی تعلیم کے حاصل کرنے میں انھوں نے
 کوشش کی تھی مردان کے دور حکومت تک شیعوں کی یہ حالت تھی کہ وہ

اُس زمانہ کے ائمہ معصومین سے مذہبی تعلیم حاصل کرتے تھے اور خلفاء
بنی امیہ انکی جماعتوں کے نگران رہتے تھے کہ دعویٰ خلافت اُن ائمہ
اطہار کی جانب سے نہونے پائے۔

جس زمانہ میں معاویہ ابن یزید خلیفہ مقرر کیا گیا تھا اسی زمانہ سے عربوں
میں باہمی جنگ شروع ہو گئی تھی مگر اس اعجاز سے تمام بنی امیہ جبران تھے
کہ اُس معاویہ نے خلافت سے کیوں انکار کیا ہے جسکے باپ کی تحریک
اور حکم سے جناب امام حسینؑ مع اپنے ہمراہیوں کے دشت کربلا میں قتل
کئے گئے معاویہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو شام میں
دیکھا تھا اور آپ کے مصائب از کر بلاتا شام سنے تھے اور یہ بھی معلوم
کر لیا تھا کہ کربلا میں اہلبیت رسالت پر کیا گذرا پس یہ اُسی بگیناہ اور راہ
خدا میں سر تصدق کرنے والے امام کے خون کی تاثیر تھی کہ اُس سے یہ معجزہ
ظاہر ہوا کہ معاویہ ابن یزید نے خلافت سے انکار کیا اور کھلم کھلا ظاہر
کر دیا کہ خلافت حق اہلبیت پیغمبر کا ہو اور کہا کہ مناسب بلکہ لازم ہے کہ حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی جائے جبکہ بنی امیہ اور
اہل شام نے اسکو تسلیم نہ کیا تو معاویہ نے مجبوراً اپنی بیعت قبول کی چند روز
کے بعد پھر انھوں نے کہا کہ میں خلافت سے دست بردار ہوتا ہوں اگر
کُل مسلمان حضرت امام زین العابدین کو خلیفہ مقرر کرین مگر لوگوں نے
اسکو بھی قبول نہ کیا انفرض معاویہ بعد بیعت کے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے
اور نہ نماز جماعت کی پڑھاتے تھے اور نہ کوئی کام خلافت کا انجام دیتے تھے

اور بیعت ہونے سے چالیس روز کے بعد قضا کر گئے یہ معاویہ شیعہ ہو گئے اور بحالت تشیع انتقال کیا تھا۔

یہ زمانہ بھی شیعوں کی جماعتوں کی پریشانی کا تھا اور یہ پریشانی عمر ابن عبدالعزیز کی آغاز خلافت تک رہی اور پھر اس زمانہ میں انکو کس قدر اطمینان حاصل ہوا تھا تاریخ کا بیان ہے کہ معاویہ ابن سفیان نے بانتقام رسم بدسب لعن کی جمعہ اور جماعات کے خطبوں میں ان اکابرین دین کے متعلق جاری کی تھی جو اسکے ہرگز مستحق نہ تھے اور وہ طریقہ تمام خلفاء بنی امیہ کے عہد میں عمر ابن عبدالعزیز کے عہد تک واجبات سے شمار ہوا کیا تھا عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ میں اس فعل شیعہ کو بالکل موقوف کر دیا تھا انھوں نے اس خیال سے کہ انکے بھائی بند یہاں تک کہ کل بنی امیہ مباد اس امر سے ناخوش ہو جائیں اور بلوہ کر دیں کہ انھوں نے اس فعل کو کیوں موقوف کیا جس سے قیام خلافت متصور تھا یا اب ترک کرین پھر اسکے بعد جاری ہو جائے اس تدبیر پر عمل کیا تھا کہ ایک یہودی طبیب کو جس کا رسوخ خلیفہ کے دربار میں زیادہ تھا تخلص میں سمجھا دیا تھا اور اسی خفیہ تعلیم اور رہنمائی کی وجہ سے وہ ایک روز خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا اس دربار میں امراء شام اور آل امیہ موجود تھے اور اس نے خلیفہ سے درخواست کی کہ اپنی صاحبزادی سے میرا نکاح کر دیجیے اس کلام کو سنکر جلد درباری نہایت ہی برا فروختہ ہو گئے اور خلیفہ نے باہستگی کہا کہ یہ امر غیر ممکن ہے کیونکہ میں مسلمان ہوں اور تم یہودی ہماری شریعت میں اس طرح کی مواصلت جائز نہیں ہے یہودی نے جواب دیا کہ

آپ کے پیغمبر نے جو انہی صاحبزادی کا نکاح علی ابن ابیطالب کے ساتھ کیا تھا عمر ابن عبدالعزیز نے کہا کہ وہ بہت بڑے عطا و ملت محمدی سے تھے یہودی نے کہا کہ پھر ایسے بڑے عطا و ملت پر خطبوں میں لعنت کیوں ہوتی ہو اس وقت خلیفہ نے کہا کہ اہل دربار اسکا جواب دین سب ساکت اور نادم ہوئے اسی وقت انھوں نے حکم صادر کیا کہ خطبوں سے وہ الفاظ نا شایستہ خارج کیے جائیں اور بجائے اُن الفاظ کے یہ جملہ داخل کیا جائے۔

وَبَنَّا اغْفِرْ لَنَا وَلَا تَخَوْفْنَا الَّذِينَ سَبَقُونُ بِالْإِيمَانِ
اور بعض روایات میں یہ جملہ ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي السُّبُلَ الْعَذْلَ
وَالْاِحْسَانَ وَاَيُّهَا ذَوِي الْقُرْبَىٰ دَيْتُكُمْ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں جو سلوک شیعوں کے ساتھ کیا گیا اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہشام ابن عبدالملک کے عہد میں انکو یہاں تک ہی اتنا ہی
حاصل ہو گئی تھی کہ زید ابن زین العابدین کے پاس شیعہ جمع ہوئے اور
انکی امامت اور خلافت پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا حضرت زید نے مذہب
شیعہ میں اس اصلاح کو مناسب خیال کیا تھا کہ حضرت شیعین یعنی خلیفہ اول
و دوم کو معظم و مکرم اور حضرت علی مرتضیٰ کو اوپر افضل و اعلیٰ سمجھیں اور
یہ خیال کرتے رہیں کہ حق خلافت انکا تھا مگر اجماع اہل اسلام انکی
خلافت پر نہوا حضرت زید کے پیرو شیعہ زید یہ کہلاتے تھے اور یہ مذہب
اس زمانہ تک مالک بن اور مدینہ منورہ کے جنگلوں میں بکثرت شائع
ہو۔ خیال کیا جاتا ہو کہ حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام باقر اور

حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کی مذہبی تعلیم حضرت زید کی مذہبی تعلیم کے مطابق نہ تھی اور نہ اس زمانہ کے شیعوں کا یہ اعتقاد خلافت سے متعلق تھا جو حضرت زید کا تھا کیونکہ زید نے بقبالہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام امامت اور خلافت کا دعویٰ کیا تھا حضرت امام جعفر صادق اور حضرت محمد باقر اور حضرت امام زین العابدین علیہم السلام نے دعویٰ خلافت کا نہ کیا تھا صرف امامت کے لحاظ سے اپنے پیروں کو مذہبی تعلیم فرماتے تھے جب حضرت زید کی متضاد تعلیم کا شہرہ ہوا تو ایک حرکت اور جنبش پھر اس گروہ میں پیدا ہوئی کہ حضرت زید کے سایہ میں ملکی اقتدار حاصل کرین اہل مذہبی اُمیہ کے ظلم و تعدی سے اپنے کو آزاد کرین اس خیال کی نائید اس بیان سے ہوتی ہو جو با فضیلت نے مرآۃ الحسنائین لکھا ہے کہ اول ان شیعوں کے منقاد حضرت زید کے پاس جمع ہوئے اور اُن سے کہا کہ ابو بکر اور عمر کی جانب سے آپ بنیاری ظاہر کرین انھوں نے کہا جو لوگ اونسے تبرا اور بنیاری رکھتے ہیں ہم اُن سے بیزار ہیں شیعوں نے کہا کہ ان ترفضک یعنی ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا اس سے حضرت زید اور اُن کے پیروں نے اُن کا نام رفض مقرر کیا یعنی چھوڑنے والے اور اپنے پیروں کا نام شیعہ زیدیہ رکھا۔ مولوی مسیح الدین صاحب شیعوں کو سمجھانے میں کہ لفظ رافضی سے جو انکی نسبت اہل سنت و جماعت استعمال کرتے ہیں کیوں ناراض ہوتے ہیں یہ لفظ و شام نہیں ہے مگر ازراہ طعن و تشنیع اس زمانہ میں شیعہ اثنا عشری پر

اسکا اطلاق کیا جاتا ہو تو شیعہ اسکو دشنام نہیں سمجھتے ہیں مگر انکا مقصد یہ ہو کہ جو لفظ خارجی کا استعمال کیا جاتا ہو اس سے اہل سنت و جماعت ناراض نہوں کیونکہ وہ بھی کوئی گالی نہیں ہو وہ بھی ایک تاریخی لفظ ہو جسکا مطلب یہ ہو کہ جنگ صفین میں حضرت علی مرتضیٰ کا ساتھ چھوڑ کر کثرت اشخاص معاویہ سے بھی جا کر مل گئے تھے اور معاویہ کے ہم خیال اور ہم عقیدہ ہوئے تھے کہ انپر بھی خارجی کا اطلاق ہوا تھا۔

بالجملہ حسب بیان صاحب روضۃ الصفا کو فیون نے خطوط بھیج کر حضرت زید کو کوفہ میں طلب کیا اور چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کی ہر چند انکے دوستوں اور عزیزوں نے سمجھا یا کہ آپ ان لوگوں پر اعتبار نہ کریں جن لوگوں نے آپ کے دادا کے ساتھ یونانی کی انہیں کی یہ اولاد ہیں مگر حضرت زید نے ان نصیحتوں پر عمل نہ کیا مسلمہ بن کبیل نے حضرت زید سے دریافت کیا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کس قدر آدمیوں نے بیعت کی ہے فرمایا کہ چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی ہو پھر دریافت کیا کہ آپ کے دادا یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر کس قدر لوگوں نے بیعت کی تھی آپ نے فرمایا کہ اسی ہزار آدمیوں نے پھر دریافت کیا کہ آپ کے دادا آپ سے افضل تھے یا آپ ان سے افضل ہیں اور عہد اور زمانہ اُنکا آپ کے زمانہ سے بہتر تھا یا آپ کا زمانہ بہتر ہے فرمایا کہ وہ مجھ سے افضل تھے اور اُنکا زمانہ میرے زمانہ سے بہتر تھا اسوقت مسلمین نے کہا کہ اس زمانہ میں آپ کے دادا کے ساتھ اس جمیعت کثیر نے

دفاعہ کی آپ کو اس جمعیت قلیل کے قول و فعل پر کس طرح اعتماد ہوا اور
 اور اس زمانہ میں بعض مشاہیر کو فہمے کہ انھوں نے پہلے بیعت کی تھی
 آپ سے آکر دریافت کیا کہ آپ ابو بکر اور عمر کی شان میں کیا کہتے ہیں
 آپ نے فرمایا کہ بجز انکی نیکی اور احسن کردار کے کسی امر بد کو میں انکی جانب
 منسوب نہیں کرتا بعض لوگوں نے ہماری قوم میں صرف استقدرا البتہ کہا ہی
 کہ بہ نسبت انکے ہم مستحق تر خلافت کے تھے مگر جب وہ دونوں خلیفہ ہوئے
 تو انھوں نے سنت رسول اور کتاب پر عمل کیا اور کسی پر ظلم نہیں کیا
 ان لوگوں نے کہا کہ نبی امیہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کتاب اور سنت پر عمل
 کرتے ہیں اور انھوں نے بھی آپ پر کچھ ظلم نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ انکو
 کیا نسبت ہو ان دونوں بزرگوں سے وہ یعنی نبی امیہ مجھ پر اور تم پر اپنے
 نفس پر ظالم ہیں جب یہ باتیں ان لوگوں نے سماعت کیں تو انھوں نے
 عہد بیعت توڑ دیا اور کہا کہ حقیقت میں ہمارے امام حضرت امام جعفر صادق
 ہیں آپ ہمارے امام نہیں ہیں جب ہلال محرم ۱۱۷ھ دیکھا گیا تو حضرت
 زید نے عزم خروج مضمم کیا کل جمعیت بیعت کرنے والوں کی آپ کے شریک
 ہوئی صرف پانچ سو یا ڈہائی سو آدمی آپ کے ہمراہ تھے حضرت زید نے
 بڑی شجاعت اور جواہر دی سے مقابلہ کیا بہانہ کہ ایک تیر آپ کی پیشانی
 مبارک پر لگاؤ اسکے صدمہ سے آپ گھوڑے سے جدا ہو گئے انکو لوگ
 انکے ایک معاون کے مکان میں لے آئے ایک جراح نے پیشانی سے جہر
 نکالا اور زخم کی دوا کرتا رہا مگر فائدہ نہ ہوا اور آپ نے انتقال فرمایا۔

آپ کو ایک مقام مخفی میں دفن کیا اور یوسف بن عمر حاکم کو فہ نے آپ کے
مدفن کی تلاش کی کسی مقام پر پتہ نہیں ملتا تھا آخر کار آپ کے ایک غلام کو
قتل کی دھمکی دی گئی اس نے اپنی جان کے خوف سے بتا دیا یوسف نے نعش
شریف قبر سے نکال کر سر تن سے جدا کیا اور ہشام کے پاس بھیج دیا اور تن
مبارک کو سولی پر چڑھا دیا۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زید
خلیفہ ثالث کی نسبت کچھ نہیں فرمایا تھا اور جو فقرہ بنی امیہ کے معائب کے
تعلق بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خلیفہ ثالث کی خلافت
کو تسلیم نہیں فرماتے تھے۔

حضرت یحییٰ حضرت زید کے بیٹے تھے ہشام کے زمانہ میں جبکہ حضرت زید
شہید کیے گئے تو زید یہ شیعوں پر بادشاہ وقت کی جانب سے قہر نازل
کیا گیا تھا مگر بن شیعون پر اس زمانہ میں جعفری شیعہ کا اطلاق ہو گیا تھا
انہوں نے اس زمانہ میں غالباً خلیفہ وقت نے عتاب آمیز توجہ نہ کی تھی کیونکہ
انہوں نے حضرت زید کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور جبکہ وہ حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کے پیرو ہو گئے اور ان امام تمام نے خلافت کا دعوے نہ کیا
تھا و خلیفہ ہشام کو اسے ناراض ہونے کا کوئی سبب نہ تھا شیعیان علی
کے فرقہ میں سے اول اول جناب علی مرتضیٰ کے زمانہ میں فرقہ سبائیہ
پیدا ہوا تھا جسکو کہ فرقہ نصیری سے اس زمانہ میں تعبیر کیا جاتا ہے حضرت
علی مرتضیٰ نے اس فرقہ کے موجد عبداللہ بن سبہ کو مدائن میں نکلوا دیا

ملہ مجمع البحرین فی ادلتہ القریبین بحوالہ کتاب عل و محل شہرستانی :-

اُسے اپنے فرقہ کے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ حضرت علیؑ زندہ ہیں اور انہیں
جزوائی مخلوط تھا اور ابرہہؓ اور برق صوت علیؑ اور برق آنکا کوڑا ہے
اور ایک زمانہ میں دنیا میں آونیکے دوسرا فرقہ زید یہ شیعوں کا ہوا جسکا
تذکرہ صدر میں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ اپنے والد کی مسلک پر
تھے اور انکی جانب سے ولید بن یزید خلیفہ مروانہ کو اندیشہ تھا کہ یہ بھی
دعویٰ خلافت کا کرینگے پس اُسے انکی گرفتاری اور قتل کا حکم دیا تھا وہ
خراسان میں چلے گئے تھے اور بلخ میں ایک شخص حریش نامی کے مکان
میں مخفی تھے انھوں نے قلیل جماعت سے جنگ کی تھی مگر انکا سراغ نہیں
ملا تھا نصیر بن سیار والی خراسان نے اُس شخص کو گرفتار کیا جسکے مکان
میں آپ تھے۔ مگر اُسکی محبت اور اُلفت پر غور کرنا چاہیے کہ اُسے کہا کہ اگر
یحییٰ میرے قدموں کے سایہ میں ہوں اور تم ہزار تلواریں مارو میں ہرگز
قدم نہ اٹھاؤں گا۔ مگر حریش کا ایک بیٹا قریش تھا اُسے دیکھا کہ میرا باپ
مارا جاتا ہے اُسے بتادیا اور آپ گرفتار ہو گئے نصیر نے ولید کو اطلاع دی
اُسے حضرت یحییٰ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا اور ایک ہزار دینار حضرت یحییٰ کی
تذریعے اور کہا کہ سرحد کے باہر چلے جائیے حضرت یحییٰ سرخس میں آئے
اور سرخس سے نیشاپور گئے اور تجارت سے چند گھوڑے خرید کیے اور کہا کہ
جب وقت آئے گا تو قیمت دیجاؤ گی اُس ملک کے حاکم نے نصیر کو اطلاع دی
اور ایک جنگ ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ آپ نے ناز کے واسطے مہلت لی

اور بعد نماز کے پھر خنک ہوئی اور آپ شہید ہوئے آپ کے ہمراہ ایک قلیل جماعت زید بن شیعون کی تھی وہ بھی قتل ہو گئی آپ کا سر کاٹ لیا گیا اور نصیر کے پاس بھیجا گیا اور حسد کو مع آپ کے دو ہمراہیوں ابو الفضل اور ابراہیم کے سولی پر چڑھا دیا گیا ابو مسلم ضروری نے اپنے تسلط خواران کے وقت ان نعشوں کو دفن کیا تھا۔

اسی ولید بن یزید کے زمانہ سے زوال سلطنت بنی امیہ شروع ہوا تھا اور ایسا زوال ضروری اور لا بدی تھا کیونکہ اس حکومت اور سلطنت میں سادات کا قتل جائز تھا اور ایسے سادات اور وہ شیعہ جنہوں نے راہ خدا میں اپنے کو تصدق کر رکھا تھا اس حکومت کے زوال میں کوئی شک نہیں ہو سکتا اسلامی حکومتوں کا زوال سادات کشی کا نتیجہ تھا اور تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں محمد شاہ کی حکومت تھی بارہمہ کے سادات کے قتل سے نادر شاہ کے قبضہ میں آ گئی تھی اور ایسے ہی واقعات دنیا میں اکثر ہو ا کیے ہیں جبکہ تاریخوں سے اس امر کا ثبوت ہو سکتا ہے تو ان شاہیر اور اکابرین دین کا قتل جس کے مرتکب بنی امیہ ہو ا کیے ان کے واسطے جو کچھ خیابان پیدا ہوئیں کم تھیں۔ جناب سید الشہداء علی التحتہ والثناء خاص کر بلا میں بنی امیہ کی نسبت پیشین گوئی ان فرمائی تھیں۔

(۱) آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے گہرے آتش پرستوں پر اس واسطے عتاب کیا تھا کہ اس قوم نے ہر ماہ اور آگ کو اپنا معبود کیا تھا اور آپ اس قوم پر بہت غصہ کر چکا کہ انکی رائیں انھیں کے پیغمبر کے نواسے کے

قتل پر قرار پائی ہیں واقعہ جو مراد یہ رکھتے ہیں اسکو خدا قبول نہ کرے گا۔
 (۳) جبکہ حضرت علی اکبر علیہ السلام نے حملہ کیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہے
 خدا اس قوم کا گواہ ہو کہ اسوقت میرا وہ لڑکا اس بیباک گروہ سے مقابلہ
 کر رہا ہے جو خلق و خلق اور نطق و شکل میں تین سو سال کے مطابق ہے اور
 ایسی مطابقت کہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے اسے خدا باران آسمان و
 برکات زمین سے ان فاسقوں کو محروم رکھ اور اس قوم کو زمین پر متفرق
 و پریشان حال رکھ اور یہ اپنی عورتوں اور لڑکوں سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

(۴) جب آپ اس یوفا قوم سے جنگ کر رہے تھے اور سینہ مبارک آپکا
 تیرون سے مجروح ہو رہا تھا تو آپ نے حصین بن نیر السکونی ملعون کے
 اس کہنے پر کہ خداوند تعالیٰ کس طرح چہرہ تمہاری وجہ سے انتقام لیگا فرمایا کہ اول
 تم لوگوں میں باہمی عداوت پیدا کر لگا اور ایک دوسرے کی خونریزی کر لگا
 بعدہ اپنا خدا پ اور قہر تیرا نازل کر لگا۔

پہلی اور دوسری پیشین گوئی یا دعا کا تصدیقی اثر یہ تھا کہ مختار ثقفی کا خروج
 ہوا تھا اور حضرت محمد حنفیہ کے زمانہ میں بڑی بے عزتی اور رسوائی سے
 انتقام خون پاک شہدائے کربلا کا لیا گیا تھا۔ تیسرے پیشین گوئی کا یہ اثر تھا کہ
 ولید بن یزید کے زمانہ میں باہمی کشت و خون ہوا اور یزید ابن ولید نے
 اپنے باپ پر خروج کیا تھا اور باپ کو اپنے لڑکے سے یہ ٹھہرا حاصل ہوا
 تھا کہ بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا مگر اسکو بھی سلطنت کا مزہ نہ ملا اور تھوڑے
 دنوں میں مر گیا۔ اس کے قائم مقام اسکا بھائی ابراہیم ہوا اسپر مردان حمار نے

خروج کیا تھا اور باہمی عداوت اور شقاوت سے اُسکو بھی خلافت سے دست بردار ہونا پڑا تھا پھر اسی مردان پر سلطنت بنی اُمیہ ختم ہو گئی تھی اور پھر اسی کے واسطے اُن سب پیشین گوئی کا اثر یہ ہوا تھا کہ وہ قوم ایسی مسلکی کہ اب اُسکا نام و نشان عالم میں باقی نہ رہا۔

جبکہ سفاح عباسی کا زمانہ شروع ہوا تو بنی ہاشم اور بنی اُمیہ سے جنگ ہوئی اور بعد معرکہ عظیم عباسیوں کو فتح حاصل ہوئی اِس معرکہ میں بنی اُمیہ مددگار اور ہزار ہا قتل ہو گئے اور بعد اُسکے ہر ادا علی اِس قوم کا جس مقام پر ملا قتل کیا گیا اور معادیہ وغیرہ کی قبریں کُند و اڈالی گئی تھیں منجملہ مقتولین کے اِس قوم سے عبد الرحمن فرار ہو کر اسپین پہنچا تھا اور بنی اُمیہ کی حکومت عرصہ دراز تک اندلس میں رہی مگر ذلت و خواری سے اُس ملک سے بھی یہ قوم نیست و نابود کر دی گئی تھی۔

اول خلیفہ عباسیوں کا ابو العباس سفاح تھا بعد وفات حضرت پیغمبر آخر الزمان حضرت علی مرتضیٰ راس و رئیس آل ہاشم تھے اور یہ ریاست خلافت ثالث کے زمانہ تک رہی اور جب آپ خلیفہ ہوئے تو عبد اللہ بن عباس آپ کے پیرو تھے اور مین کے حاکم آپ کی جانب سے تھے وہ جناب امیر علیہ السلام کے شاگرد تھے اور مثل اور شیعوں کے آپکا شمار بھی شیعان علی میں ہوتا تھا اور واقعہ صغیر میں انھوں نے آپ کی رفاقت ترک کر دی تھی اور طالیق مین سکونت رکھتے تھے اور بیت المال کے تغلب و تصرف کے باب میں جو خطا حضرت علی مرتضیٰ نے اُنکو لکھا تھا اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی وجہ ترک رفاقت

ہو گئی تھی مگر وہ جناب امام حسن علیہ السلام سے بھی خلوص رکھتے تھے۔ اور بعد اثنہ شہادت حضرت علی مرتضیٰ اور بعد خلع خلافت حضرت حسن مجتبیٰؑ وہ معاویہ سے ان اکابرین دین کے فضائل اور مناقب بیان کرتے رہے اور کبھی خوف نہیں کیا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو بھی ہر وقت روانگی کر بلا مشورہ دیا تھا مگر یہ بھی تھا کہ معاویہ سے ارتباط و اتحاد رکھتے تھے اور یہ ارتباط اور اتحاد غیر ممکن تھا تا وقتیکہ عبداللہ ابن عباس نے ترک رفاقت کے وجوہ بیان نہ کر دیے ہوں کیونکہ اس شخص کو معاویہ ہرگز پسند نہ کرتا تھا جو حضرت علی مرتضیٰ کو اچھا جانتا تھا۔ الغرض عبداللہ ابن عباس اور ان کے قدم بقدم چلنے والوں نے نظام معاویہ سے ارتباط کر لیا تھا اور اس خاندان رسالت کی بھی باطنی دوست تھی سفاح بھی شیعہ مسلک رکھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ نام بنی ہاشم کیا آل ابی طالب۔ اور کیا آل عباس باہم متفق اور متحد تھے اور علوی اور زیدیہ شیعہ اور شیعان ائمہ اثنا عشر اور آل عباس کی خواہش تھی کہ بنی امیہ کی خلافت ختم کر دی جائے یہ امر اس زمانہ کے آل عباس کے تشیع پر دلالت کرتا ہی اور جب آل امیہ اور آل ہاشم میں جنگ ہوئی تو آل ہاشم نے بنی امیہ کا نام و نشان عرب میں مٹا دیا تھا اور معاویہ اور دیگر خلفاء بنی امیہ کے مقابر اکھڑا ڈالے تھے اور ان کے نزدیک معاویہ کی عظمت مذہبی کچھ بھی نہ تھی یا نفی سے مراد الجنان میں جو سبب بنی عباس پر انتقال خلافت کا بیان کیا جو ان و انعامات سے اس نتیجہ کی تصدیق ہوتی ہے جو سفاح کی تشیع کی نسبت

لکھا گیا ہے یا فی لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام
 شعیبان اہلبیت محمد بن حنفیہ کے زیر سایہ تھے اور ان کے قضا کرنے کے بعد
 ان کے بیٹے ہاشم کو اپنا پیشوا جانتے تھے اور اس زمانہ میں ان کی بڑی عزت
 اور بڑا وقار تھا وہ ملک شام میں لاؤلد انتقال کر گئے اور انھوں نے محمد
 بن علی بن عبد اللہ بن عباس کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ تمہاری
 اولاد میں خلافت آئیگی اور اپنے معاویہ کو ان کی جانب رجوع کیا جب
 محمد نے قضا کی تو انھوں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا قائم مقام کیا جب ابراہیم
 کی جانب مرجعیت خلافت کی زیادہ ہوئی تو مروان حمار قائم خلافت
 بنی امیہ نے ان کو قید کیا جب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ وہ قتل کیے جائیں گے
 انھوں نے سفاح کو اپنا قائم مقام کیا اور یہی سفاح اول خلیفہ اولاد عباس
 تھے یہ ام تسلیم کر لیا گیا ہے کہ شعیبان آل ابی طالب کی تائید اور کوشش
 سے آل عباس کو خلافت حاصل ہوئی تھی مگر سفاح کے زمانہ تک آل بطن
 یعنی شعیبان علی کا اقتدار تسلیم کیا گیا تھا مگر خلیفہ منصور دوانقی نے جو بعد
 سفاح خلیفہ ہوا تھا اس نے شیعوں کو ان کے اقتدار سے محروم نہ کر دیا تھا بلکہ
 ان کو قید کیا تھا اور قتل کیا تھا اسکے زمانہ میں شیعوں پر بڑا ظلم و جبر ہوا
 یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی کو بھی قتل کیا جس کی بدولت آل عباس کو
 خلافت نصیب ہوئی تھی اور یہ قتل و قمع شیعوں کا اسوجہ سے تھا
 کہ دوانقی کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ مبادا خاندان عباس سے بوجہ ریسرخ
 شیعوں کے خلافت جاتی رہے اور خاندان ابی طالب پر قتل ہو جائے

اسی خلیفہ کے زمانہ میں آل ابیطالب اور آل عباس میں تفرقہ ہو گیا تھا
 ورنہ اس سے پیشتر کل بنی ہاشم متفق اور متحد تھے خلیفہ مہدی کے وقت
 میں بقیہ شیعہ قید سے رہا کئے گئے خلیفہ مہدی شیعوں سے عداوت
 نہ رکھتا تھا اور اس سے اُس نے یعقوب بن داؤد زید یہ شیعہ کو قید سے
 رہا کر دیا تھا اور اپنا مصاحب کیا تھا اور رفتہ رفتہ وزیر کیا مگر حاسد درپے
 آزار تھے اور اُس کے مزاج میں بڑی داد دہش تھی اور اس سے اُس کا
 مرتبہ بڑھا جاتا تھا آخر میں خلیفہ نے ایک علوی شیعہ کے قتل کا حکم دیا جس نے
 اس علوی کی ہمدردی کی اور اُس کی جان بچانے کے واسطے ہسکوجھا دیا
 یعقوب کے پاس ایک لونڈی خلیفہ مہدی کی دی ہوئی تھی اُس نے
 مہدی کو اس کی خبر کر دی مہدی نے مخفی طور پر پھر اُس علوی کو گرفتار
 کر لیا اور بعدہ یعقوب سے اُس کا حال دریافت کیا یعقوب نے
 مہدی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں نے اُس کو قتل کیا ہے اُس وقت
 مہدی نے اُس علوی کو اُس کے روبرو کر دیا اور یعقوب کو سبب مذہب
 اور خوف کے غش آگیا اب مہدی نے یعقوب کو قید کیا اور اُس شیعہ
 علوی کا سر تن سے جدا کیا یعقوب سولہ برس قید رہا اور اس مدت
 میں اُنکو سخت تکلیف اور ایذا دی گئی کہ اُنکی آنکھوں کا نور جاتا رہا تھا
 اور تمام بدن چربال مثل چار پاؤں کے ہو گئے تھے ہارون رشید کے
 زمانہ میں اُنکو محبس سے نکال کر باہر لگئے اُنھوں نے کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین
 لوگوں نے دریافت کیا کس امیر پر تھے سلام کیا اُنھوں نے کہا مہدی پر

لوگوں نے کہا مہدی قضا کر گئے تب انھوں نے کہا ہادی پر کہا گیا کہ وہ بھی مر گئے تب انھوں نے کہا ہارون پر پھر ہارون رشید نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو انھوں نے کہا اجازت چاہتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں جا کر سکونت اختیار کروں اور بقیہ عمر وہیں بسر کروں انکو اجازت دیکھی اور پھر دریافت کیا گیا کہ اور کیا خواہش ہے تب یعقوب نے کہا کہ اب کوئی خواہش نہیں ہے۔ وہ مکہ معظمہ میں پہنچ کر چند روز کے بعد مر گئے۔

آل عباس کی خلافت مذاہب ثلاثہ کے پابند رہی ہے بعض کا شعار سنت و جماعت تھا اور بعض معتزلی تھے اور اکثر مائل بہ تشیع تھے مقررہ کے زمانہ میں معتزلی مذہب کا عروج تھا اور جو خلیفہ طریقہ سنت و جماعت رکھتے تھے انکے وقت میں اہل سنت کا اقتدار ہو جاتا تھا اور جب کا شعار مائل بہ تشیع تھا انکے زمانہ میں شیعوں کو رواج ہو جاتا تھا فرقہ معتزلی کا عروج منصور اور معتصم اور ہارون اور مامون اور متوکل کے زمانہ میں تھا اور یہ خلفاء عباسیہ معتزلی تھے مذہب معتزلہ کا موجد و اصل ابن عطاء شاگرد حسن بصری تھا اور جبکہ ابوالحسن اشعری اور ابو علی جبائی سے مباحثہ ہو اور جبائی معتزلی جواب میں عاجز ہو گیا تو اہل سنت تابع اشعری ہو گئے تھے اور اسی سے اہل سنت اشاعرہ مشہور ہوئے جن خلفاء نے مذہب اہل سنت و جماعت اختیار کیا تھا انہیں ایک متوکل تھا کہ اسکا مذہب اہل سنت و جماعت کا تھا سلامہ ہمیری میں متوکل کے حکم کے بموجب قبر جناب امام حسین علیہ السلام

اور جمع شہدائے کربلا مسمار کر کے زمین کے برابر کر دی گئی تھی اور جو عمارت
اور مکانات وہاں تھے وہ منہدم کر دیے گئے بلکہ جناب امام حسین کے
قبر کی جگہ زراعت کرائی گئی اور شیعوں کو زیارت اور مشاہد اور مشہد حضرت
علی مرتضیٰ سے ممانعت ہو گئی اس ظلم سے شیعیان علی نہایت رنجیدہ
رہتے تھے اور انکی خلافت میں پریشان اور مفلوک الحال تھے خلیفہ منقرض
کے عہد میں شیعوں کی حالت پھر عمدہ ہو گئی تھی اور اس خلیفہ نے سادات کو
اپنے پاس آمد و رفت کا حکم دیدیا تھا اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ
و حضرت امام حسین علیہم السلام کے زیارت کی پھر اجازت دیدی اور یہ بھی
خیال کیا جاتا ہے کہ انکے باپ نے جو گستاخی قبر حضرت امام حسین علیہم السلام
کے ساتھ کی تھی وہ پھر اوسے نبوادی ہو۔

خلفاء آل عباس کا مذہبی مجموعہ عجیب و غریب تھا جس مذہب کی جانب
ظلائق کی مرجعیت زیادہ پاتے تھے اسکو قبول کر لیتے تھے مثلاً اکثر نے
مستزاد مذہب کو تسلیم کر لیا تھا۔ اور حب آل اسمعیل کا ملکی اقتدار مصر۔ بربر اور

سے انکو فراموش مصری ہی کہتے ہیں کیونکہ انکا ایک سردار خط مرقاٹ یعنی باریک لکھا تھا اس سے
یہ قرامطہ مشہور ہو گئے تھے متغیر باد کے عہد میں ابوسعید بنی ایک سردار اس گروہ کا
ظاہر ہوا تھا اس نے بحرین سے نشوونما کیا تھا اور قطیف میں سکونت اختیار کی تھی اور خلیفہ
عباسی سے جنگ کر کے انکے ایک سردار کو معہ اس کے ہمراہیوں کے قید کر لیا تھا کتفی بائند
عہد میں انکے سردار کثرت سے قید ہو گئے اور قتل کیے گئے ایک شخص حسین بن عبداللہ
ابن محمد بن اسمیل بن جعفر صادق بھی پکڑا گیا تھا اور قتل کیا گیا تھا حسین بن عویسیاد کا

تیردان میں ہو گیا تھا اور شام اور حجاز میں اسماعیلی شیعہ کی حکومت ہو گئی تھی تو بعض نے مصری خلافت کا مذہبی اثر تسلیم کیا تھا اور اس مصری خلافت کا نام سکہ میں کندہ اور خطبہ میں درج کیا تھا اور حبیب و ملی کی ملکی طاقت حادی ہو گئی تھی تو تشیع کی جانب میلان اکثر خلفائے عباسیہ کا ہو گیا تھا اور جبکہ سلاجقہ اور ترکوں کا اقتدار ملکی دیکھا تو اہل سنت جماعت ہو گئے تھے حقیقت میں ان خلفائے اپنی مذہبی رفتار کو دوسری قوموں کے ملکی و مذہبی اقتدار کے تابع کر رکھا تھا ایک زمانہ تھا کہ بغداد میں سادات اور شیعہ زندہ دیواروں میں چنوا دیے جاتے تھے اور مقید اور مقتول کئے گئے تھے یہ ظلم ملکی اغراض کی وجہ سے تھا اور ایسا ظلم مدتوں رہا پھر سنی بغداد میں ایک ایسا زمانہ آیا کہ شیعہ کا اقتدار مذہبی و ملکی ترقی پر ہو گیا تھا جو تھی صدی ہجری میں بالکل دیالہ کا اقتدار بغداد میں تھا اور تشیع میں ترقی تھی ان کا اقتدار طغرل بیگ کے زمانہ تک رہا تھا اور اس عرصہ میں عباسی خلیفہ ہنکے ہاتھوں میں بطور کٹھ پتلی کے تھے بغداد میں مجلس عراق کا اختراع زمانہ دیلمیوں میں ہوا تھا اس سے پیشتر شیعہ کو عروج حاصل نہ تھا کہ وہ مجلس عراق کرتے اور ماتم کرتے ماتم بھی دیالہ کے زمانہ سے مجلسوں میں شروع ہوا تھا تاریخ الخلفاء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد میں

کرتا تھا اور اس شاخ فرامطہ میں مصر کے خلیفہ اسماعیل ہی تھے جنگو ازراہ طعن عبیدی کہا گیا ہے لیکن ابن خلدون نے اسکو غلط قرار دیا اور لکھا ہے کہ انکی نسبت پر طعن خلفاء عباسیہ کرتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے اور اخبار و اہیہ میں اسکو شمار کیا ہے ۱۲ روضۃ الصفا اور مقدمہ تاریخ ابن خلدون۔

ایک مدت تک دیا کہ شیعوں کی بڑی ترقی تھی اس تاریخ اور تاریخوں میں
 لکھا ہے کہ شیعوں کو ایسا حکومنی اقتدار حاصل تھا کہ بغداد کی مسجدوں کے
 دروازوں پر انھوں نے وہ کلمات لکھے تھے جس سے کہ اہل سنت کو نہایت ہی
 مذہبی صدمہ پہونچتا تھا شب کو کسی نے ان کلمات کو مٹا دیا تھا اور ایام عاشورہ
 میں مغرالدولہ نے حکم دیا کہ دوکاندار اپنی اپنی دوکانوں کو بند رکھیں اور باورچی
 اور نان پز کچھ نہ پکاویں اور بازاروں میں قبہ بطور قنات نصب کیا اور زنان
 بغداد کو حکم ہوا کہ بال اپنے سروں کے پریشان کریں اور طمانچے گالوں پر
 مارتی ہوئی بازاروں میں نکلیں اور حضرت امام حسین پر ماتم کریں اور یہ
 اول مرتبہ بغداد میں حسین شہید پر ماتم ہوا تھا اور یہ رسم چند سال بغداد میں
 جاری رہے اور اٹھارہویں ذیحجہ کو اعمال عید غدیر خم جاری کیے اور نہایت
 نزک اور تھمل عمل میں آیا اور مطیع باقعد عباسی نے حکم کیا تھا کہ خطیب خطبہ نہیں
 درود حضرت محمد و حضرت علی و حسن و حسین اور آباے مغربا قعد پر بھیجیں۔

نبی عباس اور بنی امیہ کے دور خلافت میں مذہبی رفتار ملکی رفتار کے متعلق
 تھی اور اسی زمانہ سے علوی اور زیدیہ شیعوں کی جماعتوں نے جس پیرایہ میں
 عروج حاصل کیا تھا وہ بھی ملکی تھا یعنی یہ عروج مذہب اسلام کے واسطے
 نہ تھا بلکہ ایسی ملکی ترقیوں میں مذہب کی اشاعت ملکی اقتدار کے سایہ میں ہوئی
 جب تک مصر میں خلفائے بنی اسمعیل کا دور رہا اسمعیلی شیعوں کا مذہب اسی
 ملکی پیرایہ میں ترقی کرتا تھا علی ہذا القیاس علوی اور زیدی شیعوں کا یہی درجہ
 مذہبی تھا اس زمانہ میں عرب مذہبی خصوصیت اور تعصب سے جنگ کرتے تھے

بلکہ انکی باہمی لڑائیاں خلافت بمعنی مملکت کے پیرایہ میں نہوتی تھیں اور اسی حکمرانی کے واسطے صدیوں باہمی کشت و خون کا بازار گرم رہا تھا اوس زمانہ میں ہر دعویدار امامت خلافت کا یہی حال تھا اور اقوام غیر اور دیگر مذاہب خلافت اسلام سے جب عربوں سے مقابلہ ہوتا تھا تو وہاں بالسیف اشاعت اسلام کیواسطے اوس زمانہ کے اسلامی فرقہ متفق اور متحد ہو جاتے تھے جبکہ ولیمیون نے بغداد میں اپنا ملکی درجہ بڑھا لیا تھا تو وہ گروہ اگرچہ مذہب امامیہ اثنا عشری کا مقلد تھا مگر جہان تک اوس زمانہ میں شیعہ کو ترقی ہوئی وہ یہی ملکی عروج سے تھی جبکہ ترکوں نے مصر کی خلافت کو معدوم کر دیا اور دہلی طاقت کو مٹا دیا تھا تو پھر شیعہ کو کیواسطے اونکا زمانہ نہایت ہی قہر کا تھا اور انکی جماعتوں پر نہایت ہی ظلم اور تشدد کیا گیا تھا یہ ملکی خبر رو مد ولیمیون کے زمانہ تک رہا۔ اب ہم خاص شیعہ اثنا عشری کی خیانت باکشت کرتے ہیں ہمارے نزدیک امیہ اثنا عشری کی مذہبی تعلیم اور انکی خلافت اور انکا دعویٰ خلافت خلوص اسلام سے تھا بعد واقعہ کربلا ایک نفس مطہر و مقدس باقی رہا تھا یعنی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام آئے اور نہ آپ کے اوس واجب التعلیم اولاد نے کہ اوسے آپ کے بعد اور امیہ اطہار مراد ہیں کبھی بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں خلافت کا دعویٰ کیا اور نہ خلافت کیواسطے ظہور کیا تھا امیہ اطہار نے اپنے دوران حیات میں محض اسلام کیواسطے مذہب شیعہ کے قیام و بقا کے لحاظ سے منتشر شدہ شیعہ کو شیعہ کی جماعتوں کو قائم رکھا تھا اور انکو مذہبی تعلیم فرماتے رہے یہ دور شیعہ کی مذہبی تعلیم کا تھا۔ حضرت امام زین العابدین سے حضرت امام مہدی علیہ السلام اطہار حق خلافت کو اپنا سمجھا کیے مگر اطہار حق نہیں کیا تاہم خلفائے بنی امیہ

اور بنی عباس برابر ظلم اوپر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ایہہ اطہار بھی زہر سے شہید
کیے گئے اور یھون نے ظلم و شائد کو برداشت کیا اور شہادت کو قبول کیا لیکن تعلیم
اور اشاعت اسلام باللسان اور ہدایت امر حق سے کبھی انکار نہ کیا تھا اور صد ہا اور
ہزار ہا شیعہ خفیہ اور علانیہ تعلیم حاصل کرتے تھے حضرت امام زین العابدینؑ کے حالات
پر غور کرنا چاہیے کہ آپ نے کربلا کا معرکہ دیکھا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھے
جو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ اور کربلا تک گزرے تھے آپ یہ بھی دیکھا تھا کہ کثرت سے
عربی قبائل نے اعتبار ظاہر کیا تھا مگر وقت پر ساتھ نہ دیا تھا آپ کو یہ بھی علم ہو گیا تھا
کہ دین کی رونق اور دین کے قیام اور اسلام کے اشاعت کے لیے راہ خدا میں
جنگ کرنا نہایت ہی دشوار ہے اور ان مقاصد حقہ کی تکمیل کے لیے جھونٹے اور مکار
فریبی عربی قبائل پر بھروسہ نہیں ہو سکتا اور صورت حصول خلافت خلافتی پیرایہ میں
اسلام کے ہدایت مقصود تھی اور جب خلافت کا حاصل ہونا امر دشوار ہو گیا تھا تو بجز
اسکے کیا باقی تھا کہ اسلامی تعلیم کا سلسلہ ہر امام کے زمانہ میں جاری رہا اور بقیہ شیعہ کی
جماعتیں فیضیاء ہوتی رہیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وشت کربلا میں
محفوظ رہنا بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام معجزہ تھا ورنہ سادات کا عالم
میں نشان نہوتا اور شیعہ کی تعلیم کا چرشمہ بند ہو جاتا یہ واقعات حیرت انگیز ہیں کہ
تمام بنی امیہ اور آل عباس ایہہ اطہار کے مناقب اور فضایل اور مراتب سے
واقف تھے مگر ملکی طمع اور لالچ سے برابر ظلم کرتے رہتے تھے ایسے ایک واقعہ سے
تصدیق اس عوی کی ہو سکتی ہے اور واقعہ کیا ہے کہ جب سراقہ بن جابر امام حسینؑ کا بکرین

ماتے ابن زیاد کے رو برو کو فہ میں رکھا تو اس نے جناب امام حسین علیہ السلام کے فضائل
ذیل کے اشعار میں بیان کیے تھے۔

المارکافی خفیۃ و ذہبتا انا قلۃ الملک النجیا ومن یصل القبلتین فی الصبی قلت خیر
الناس اماواتا وخیر ہم اوزیکرون النصباء۔ یعنی مجھ کو بیشمار زر و سیم عطا کر کہ بھی اوس
بادشاہ کو کہ جس کا نہایت درجہ کا و بدیہ اور جکی شکوہ اور ہیبت حجاب میں تھی اور جس نے
کہ ایام طفولیت میں رو سے مبارک قبلتین کی جانب کیا ہے اور نماز ادا کی ہے
قتل کیا ہے اور میں نے اوس شخص کو قتل کیا ہے کہ جب تمام عالم کے نسب ذکر کیا جاتا
تو وہ نسب میں تمام عالم سے بلحاظ مادر پدر بہتر ہے۔

مقدمین متوکل عباسی کے زمانہ تک و دروازہ امام کا ختم ہو گیا تھا اوس کے بعد علما
شیعیہ نے ائمہ اطہار کی تقلید کے مطابق تعلیم شیعیوں کی جماعتوں میں شروع کی مگر جب
شیعیوں میں سے کسی کو ملکی طاقت حاصل ہو جاتی تھی تو علما کے طبقہ کو امن ملتا تھا
اور جب ملکی انقلاب ہو جاتا تھا اور بجائے شیعیہ حکومت اہل سنت کی حکومت ہوتی تھی
تو علما پر بھی جبر و ظلم کیا جاتا تھا وہ بھی قتل کیے جاتے تھے اور محبس میں اوپر تکلیف
اور تشدد ہوتا تھا دین کے شعار وہ ادا نہیں کرنے پاتے تھے اور انکی تعلیم
اور ہدایت کو آزادی حاصل نہ تھی مگر باوجود ان تمام سختیوں اور مصیبتوں اور ظلم و
تعدی کے وہ مذہب شیعیہ کے اشاعت اور رواج میں غفلت نہیں کرتے تھے
مصر اور شام اور حجاز میں علما شیعیہ کا عروج اوس زمانہ میں تھا جبکہ مصر میں
اسماعیلی خلافت قائم تھی اور بغداد میں دلمیوں کے اقتدار اور عروج کی وقت شیعیوں
کا مجمع تھا اور علما سے دار المومنین حلقہ اور اور مقامات نے بغداد میں آکر سکونت

اختیار کر رکھی تھی اور بغداد ایک ایسا مقام تھا کہ اوس سے نجف اشرف اور کربلا کے
 معالیٰ اور دیگر مشاہد ائمہ اطہار قریب تھے۔ بغداد میں ایک محلہ کرخ مشہور تھا اوس میں
 شیعوں کی آبادی تھی جب دلمیوں کا اقتدار ضعیف ہو گیا تھا تو اس محلہ پر اہل سنت جم
 ایک جانب سے حکم ہمارا ہوا تھا اور ایک دلی شیعہ جو ضعیف الاقدار ہو گیا تھا اوسے نجف
 یا کسے اور وجہ سے اوس جہاز کو جائز رکھا تھا مگر کرخ کے شیعوں نے اوس جہاز
 جماعت پر پتھر مارے اور آخر کار کرخ کے شیعوں پر حملہ کیا گیا اور اوس محلہ میں شیعوں
 کے مکانات میں آگ لگا دی گئی اور محلہ کا محلہ لوٹ لے گئے تھے قریب تھا کہ سارے
 کرخ کے شیعہ تباہ کر دیے جائیں وزیر نے خلافت کی فوج لیکر اوس فتنہ و فساد کو
 دفع کیا ایک جماعت شیعوں کی بالکل بگینا تھی وہ بالکل قتل کی گئی اور اوس کے گھر لوٹ
 لیے گئے اور کئی بازار کرخ کے جلا کر خاک کر دیے گئے تھے کئی دن تک یہ فتنہ و
 فساد جاری رہا علما بھی قتل کیے گئے اور قید ہوئے تھے اور اسی پانچویں صدی
 میں شیخ ابو جعفر طوسی ایک معتبر عالم مذہب شیعہ کرخ کے فتنہ و فساد کے زمانہ میں نجف اشرف
 کو چلے گئے تھے اذکا کتب خانہ اور گھر جلا دیا گیا تھا اور نجف اشرف میں اویسوں نے
 انتقال کیا تھا اسی طرح آل اسمعیلی کی مصری خلافت کے معدوم ہو جانے سے
 علماے شیعہ ظلم و جبر کے نشانہ بن گئے تھے دوسرا واقعہ اسی بغداد کے محلہ کرخ میں
 مستقر مابعد آخری خلیفہ آل عباس کے زمانہ میں ہوا تھا وہ یہ ہے کہ خلیفہ کا
 بیٹا امیر ابو بکر جو اعتقادات اہل سنت و جماعت میں نہایت متعصب تھا اوسنے ایک
 فوج کو حکم دیا کہ کرخ کے شیعوں پر حملہ کرے اوس فوج نے اوس محلہ پر حملہ کیا اور
 شیعوں کو خوب لوٹا مارا اور اوس محلہ کے علماے شیعہ کو اور دیگر گزیرہ سگان

با انخصوص نبی ہاشم کو قید کر لیا اور شیعیوں کے اہل و عیال کو اوٹھا گھوڑوں پر یعنی دُم
کیطرت بٹھلایا اور تمام شہر میں تشہیر کیا یہ جبر و ظلم جبکہ اکثر خلفائے آل عباس کی وقت میں
شیعیوں اور سادات پر ہوا کیا تو آخری حالت شیعیوں کی واسطے بھی یہی مناسب تھی
کہ وہ باہم متفق اور متحد ہو کر انتقام لیں مگر اوس زمانہ میں اونکا کوئی ملکی یا اقتدار رہنا
باقی نہ تھا کہ وہ اونکی ہمدردی اور حمایت کرنا اور بد لالیتا ابن علقمی جو مستفسر باللہ خلیفہ
عباسی کا شیعہ وزیر تھا اور علم و فضل میں اوسکا شہرہ تھا اوسنے بلا کر کے دربار میں
کوشش کی اور اوسکی کوشش اسوجہ سے کامیاب ہوئی کہ خواجہ نصیر الدین طوسی
شیعہ فلاسفہ کا اوس زمانہ کے تاتاری دربار میں بڑا رسوخ تھا اوسنے بھی ہلاکو
امادہ کر دیا اور اسکا انجام یہ ہوا کہ تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کیا اور اوسوقت کے
خلیفہ کو گرفتار کر کے رُسوا اور ہلاک کیا۔

اور یہ انتقام شیعہ جماعتوں نے تاتاریوں کے پردہ میں ایسا لیا کہ خلافت آل عباس
کی مستفیر باللہ پر ختم ہو گئی۔ شیعیوں کی وجہ سے اول اول آل عباس کو خلافت حاصل ہوئی
تھی اور جب احسان فراموشی کر کے اوپر ظلم کیا گیا تو وہی جماعت آخر میں باعث
اوس خلافت کے نیست و نامود کرنے کے ہوئے۔

(شیعیوں کی مذہبی اور ملکی اشاعت) مذہب شیعہ کی مذہبی حقیقت اور صداقت اس
بڑھکر اور کیا ہوگی کہ اوسکے مٹانے اور معدوم کرنے کی واسطے ایہہ اظہار اور اذکار
شیعیوں پر ظلم و جبر ہوتا رہا اور بعد واقعہ کر بلا ایک سلسلہ ایہہ طاہرین کا ایسا قائم ہوا تھا
کہ اوسمیں سے کسی امام نے خلافت کے دعویٰ کا اظہار نہ کیا تھا مگر خلفائے بنی امیہ اور
بنی عباس اوپر ظلم کرتے تھے۔ اور اون اکابرین دین کی ہدایت کو روکتے تھے

جس سے اونکی غرض یہ تھی کہ شیعیوں کا گروہ معدوم کر دیا جائے اور شیعیوں کے جس جور و ظلم کا حال سابق میں لکھا گیا ہے اوس سے پایا جاتا ہے کہ اگر مذہب شیعہ میں کوئی قدرتی خاصیت اور طاقت نہوتی تو وہ بعد اس قتل اور خونریزی اور ظلم تعدی کے ہرگز قائم نہ رہتا زید یہ اور علوی اور اسماعیلی شیعیوں کے اگر علیحدہ علیحدہ امام تسلیم کر لیے اور ان کے عروج اور زوال پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اونکی کوشش اسلام کی واسطے نہ تھی بلکہ ملک کی واسطے تھی اور جب ملکی خواہشات سے اونکی نفوس پاک نہ تھی تو اونکا ملکی اور مذہبی عروج عارضی تھا اور ہمیشہ کی واسطے نہ تھا امامیہ مذہب کے پیشواؤں کی تکالیف اور مصائب اور اونکے سچے پیروں کی تقلید اور اطاعت اور جان و مال کا فدا کرنا محض اسلام کی واسطے تھا اور اوس میں ذاتی اور ملکی خواہشات کا لگاؤ نہ تھا پس اوسکے فنا اور معدوم کرنے کی واسطے اگرچہ مخالفین مذہب شیعہ نے بے انتہا کوششیں کیں مگر وہ اپنی ذاتی خاصیتوں اور قدرتی خوبیوں سے عالم میں پھیل گیا۔ یعنی شیعہ مذہب کی حالت دنیا میں ایسی ہی رہی ہے جیسے کہ انکور کی بیل ہوتی ہے کہ جس قدر اوس میں کاٹ اور چھانٹ کی جاتی ہے اوس قدر وہ لہلاتی ہوئی سبزہ کے ساتھ پھیلتی ہوئی چلی جاتی ہے شیعیوں کی ملکی اقتدار کی نسبت جب غور کیا جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ جس خطہ عرب میں ملکی اندیشہ سے خلفائے وقت نے اوپر ظلم کیا تھا یعنی اونکو لوٹا مارا تھا اور اونکے پیشواؤں کو تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کیا تھا اسی خطہ میں اونکو ملکی عروج حاصل ہوا تھا مثلاً اسماعیلی شیعیوں کا اقتدار مصر اور شام اور شہرہ و بطحی میں ہو گیا تھا۔ اور اوس اقتدار کا افسرانہ اثر ایک زمانہ میں بنی عباس کے خلافت پر بھی پہونچا تھا اور ملی خاندان کو جو اقتدار بغداد میں ہوا اسکا

تذکرہ صدر مین کیا گیا ہے۔ ان شیعہ کی حکومتوں کے زمانہ میں ان کے مذہب کو فروغ
 تھا اور مذہبی رفتار ملکی رفتار کے ساتھ تھی جب ملکی طاقت اونکی جاتی رہتی تھی اس وقت
 اونکا مذہبی فروغ بھی کالعدم سمجھا جاتا تھا ایران میں قل دیلمی خاندان کے ایک صفاری
 خاندان کے شیعہ حکمران تھے ابتدا میں یہ دونوں خاندان غریب تھے یعنی دیلمی باہمی گیری
 کرتے تھے اور دوسرا خاندان ٹھہرا تھا اور تانبے اور پتیل کے ظروف بنایا کرتا تھا
 مگر اونکا شیعہ مذہب ہاے دراز سے چلا آتا تھا ان خاندانوں کے زمانہ میں مذہب
 شیعہ ترقی پر تھا اور ملکی طاقت اسکی حامی اور پشت پناہ تھی اور جب ملکی زوال ہوا
 تو مذہب کا بھی زوال ہوا صفار کے خاندان میں اول بادشاہ یعقوب بن لیث تھا جو
 خلیفہ بغداد کی اپنے مقابلہ میں کچھ ہستی نہیں سمجھتا تھا اس زمانہ کے خلیفہ معتد باللہ نے
 اس کے پاس ایک ایلمچی بھیجا تھا یعقوب علیل تھا تاہم اس ایلمچی کو اپنے روبرو بلایا
 اور پیاز کی دو گٹھیاں اور روٹی کے روکھے سوکھے ٹکڑے اور ایک تلوار اس کے
 آگے رکھ دی اور خلیفہ کے ایلمچی سے کہا کہ اپنے آقا کے نامدار کے کانوں میں یہ
 فقرے ڈالنا کہ یعقوب لی عمر مستعار کا تصفیہ تلوار کی دھار سے ہوگا اور ظفر بانی
 کی صورت میں جو بات اس کے جی میں آئیگی وہ بلا تکلف نہ کریگا اور اگر خلیفہ کے
 نصیبوں نے یاوری کی اور پیاز اس کے ہاتھ آیا تو یہ واضح رہے کہ یہ روٹی اور
 پیاز اسکی غذا ہے اور ایسے آدمی پر جو ایسی روکھی سوکھی غذا کا عادی ہو نہ خلیفہ
 غالب آسکتا ہے اور نہ تقدیر اسکا کچھ کر سکتی ہو عضد الدولہ دیلمی نے اپنے زمانہ
 حکومت میں مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کی قدیمی عمارتوں کو

پہلی شان و شوکت تک پہنچایا تھا اور حاجیوں کو محصول سے آزادی بخشی تھی۔
 ایران میں اسماعیلی شیعویں بھی حکومت رہی ہے مگر ترکوں کے زمانہ میں یہ شیعویں
 حکومتیں معدوم ہو گئیں تھیں جب ایران میں تاتاریوں کا دور دورہ ہوا اور تاتاری
 خواہن میں اسلام پھیلا تو اول خان جس نے شیعہ مذہب اختیار کیا تھا وہ غازان خان
 کا بھائی تھا تو خان تھا جو سلطان محمد خدا بندہ کے نام سے مشہور معروف تھا۔
 قبل مذہب اختیار کرنے کے اس نے چاہا کہ علماء امامیہ اور علماء اہل سنت و جماعت
 میں مباحثہ ہوا اہل سنت کی جانب سے خواجہ نظام الدین عبدالملک مراغی علمائے شافعیہ
 حاضر ہوئے اور امامیہ مذہب کی جانب سے شیخ جمال الدین علامہ علی اور امامت کے
 باب میں مباحثہ و مناظرہ ہوا اس مباحثہ میں شیخ جمال الدین فتیاب ہوئے اور جب
 محمد خدا بندہ نے اس مباحثہ کے نتیجہ پر غور کیا اس وقت اس نے مذہب امامیہ
 اختیار کر لیا تھا۔ میلکان صاحب اپنی تاریخ ایران کے حصہ سوم میں لکھتے ہیں
 کہ ایران کے بادشاہوں میں شیعویں کے مذہب کا ظاہر کرینوالا اور ترقی دینوالا
 سب کے پہلے یہی تاتاری بادشاہ تھا جو سکے اس نے ضرب کرایا تھا اس پر بارہ اماموں
 کے نام کندہ تھے اور ہر چند کہ یہ بادشاہ خصایل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ رکھتا تھا
 مگر اس مذہب خاص کا ظاہر کرنا بہ نسبت اوں ذاتی خوبیوں کے زیادہ تر ملک
 ایران میں اس کی شہرت اور یادگاری کے قابل ہے۔

پھر ایران میں تیمور کا ملکی اور مذہبی اقتدار رہا اور جب امیر تیمور اور سلطان بایزید
 سے جنگ ہوئی تو بعد فتحیابی کے تیمور کئی ہزار تاتاری موسوم بہ قراناش قید کر کے

سلاطین ایران حصہ دوم ۱۸۷۱ء مجمع البحرین فی اولۃ الفرقین ۱۲

معاویہ کے ایران میں واپس آئے۔ اور یہ صدر الدین کے ملاقات سے مشرف ہوئے اور التماس کیا کہ جو خدمت اور کام میرے قابل ہو آپ ارشاد فرمائیں بسر و تنیم ادا کروں گا لاؤنگا اور مخون نے اپنی ذاتی تنگی اور خدا پرستی کے کاف سے یہ فرمائش کی کہ جس قدر قیدی تم ملک روم سے لائے ہو ادا کروں گا کروتمیور نے اوپر عمل کیا ان لوگوں نے شاہ صدر الدین کو اپنا پیشوا قرار دیا اور اپنی حمایت اور سرپرستی سے ایک پارسا اور عابد شعیہ کے لڑکے کو دنیا کے ایک وسیع سلطنت کے تخت پر بٹھلا دیا اور وہ شاہ اسماعیل تھا کہ جبکہ آبا و اجداد ہمیشہ اپنی اوقات گوشہ عافیت میں درویشانہ بسر کرتے رہے۔ خاندان صفویہ میں اول قدم تخت سلطنت پر اسی نے رکھا تھا اس خاندان اور خاندان عثمانیہ ترک سے مدتوں مذہبی اور ملکی پردہ میں جنگ ہی اور شعیہ اور سنی کے درمیان میں بڑی خونریزی ہوئی شاہ اسماعیل نے مذہب شعیہ کو ایران میں بڑا فروغ دیا تھا اور اس خاندان کو ایران میں ایسی ملکی اور مذہبی طاقت حاصل ہوئی تھی کہ واقعی ایران شیعویں مذہبی اور ملکی طاقت کا ایک سرچشمہ ہو گیا تھا جبکہ محمود و اشرف سنی آفاغہ نے ایران پر تسلط حاصل کیا تو انکی وحشیانہ اور سفاکانہ حرکات سے شیعویں پر ایسا ظلم ہوا تھا کہ تاریخ عالم میں ہمیشہ یاد رہے گا نادری شاہ تاریخ ایران حصہ چہارم مولفہ میر حسن ملکا م سے معلوم ہوا کہ دس لاکھ شیعہ تباہ اور قتل ہوئے تھے اور اصفہان میں یہ نوبت پہنچی تھی کہ ماکولات کے اقسام سے کسی چیز کا نام و نشان نہ باقی رہا تھا گھوڑے اور اونٹ اور خچر کا گوشت ایسا گر ان تھا کہ بجز انڈیا ایران اور بعض نامی گرامی سرداران اور دولت مند لوگوں کے کسی کو نام کے لیے بھی نصیب

ہوتا تھا اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ کتوں اور گدھوں وغیرہ اور اور جانوروں کا گوشت جنکو کہ ایران ناپاک اور حرام جانتے تھے جہاں تک دستیاب ہوتا تھا بے تکلف کھاتے تھے جب یہ رسد بھی اختتام کو پہنچی تو اون مصیبت کے ماروں نے دختوں کے پتون اور چھال اور جوش دیے ہوئے چمڑے پر اوقات گذاری شروع کی یہ چیریں بھی جب ناپاک ہو گئیں اور نہ ملین تو آدمی کے گوشت پر نوبت آگئی فاقون کی شدت سے لوگوں کی آنکھیں بند تھیں اور چہروں کا رنگ اڑ گیا تھا جسم ناتوان اور لاغر ہو گیا تھا ہزار ہا نعشیں جا بجا گلی کوچوں میں پڑی ہوئی نظر آتی تھیں اور جو لوگ نیمجان باقی تھے وہ اون نعشوں کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ہر طرف سے چمٹ رہے تھے اور اون کا گوشت کاٹ کاٹ کر اپنی مصیبت کے ایام بسر کرنے میں کوشش کرتے تھے اخیر میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ زندہ آدمی بے دھڑک زندوں کو مار کر کھانے لگے مان باپ اپنی اولاد کو مار مار کر اپنا پیٹ بھرنے لگے جو بیچارے بڑے نیکی جنت اور حیا دار کھلاتے تھے اور ایسے ناشائستہ طریقہ میں اپنی زندگی بسر کر نیکو سخت ناریا خیال کرتے تھے وہ اپنے اپنے خاندانوں کو زہر دے کر اور خود زہر کھا کر ہلاک کرتے تھے شہر کی کل سڑکیں اور کل بازار اور شاہی باغات مردوں کی نعشوں سے بھری ہوئی تھیں دریا کا پانی ایسا متفق ہو گیا تھا کہ اوسکا پینا دشوار ہو گیا تھا۔

یہ اصفہان کے نظام کا موقع تھا اسی طرح ہر جس جس مقام پر افغان نے حملہ کیا تھا وہاں کے شیعوں پر ظلم ہوا تھا مگر جب نادر شاہ کے کارناموں کا زمانہ آیا تو باقی ماندہ شیعہ جماعتوں کے دم میں دم آیا اور نادر شاہ کے قتل کے

بعد یہ ترک شیعہوں کی حکومت ایران میں ہوئی اور ترک ناچاری ایران میں
 ایک قائم رہی۔ ایران میں خاندان صفویہ کے عروج حکومت سے ترکمان
 اور دیگر قرب و جوار کے خلاف مذہب حکمتوں میں شیعہ مذہب کی قدر و منزلت
 بڑھ گئی تھی اور اس مذہب کو دنیا میں پولٹیکل مومنہ حاصل ہوا تھا ایرانیوں
 ہی کی بدولت ہندوستان میں اس مذہب کی اشاعت ہوئی قتل ہمایون بادشاہ
 کے ایران میں بھاگ جانے کے دکن میں بھیجنے سلاطین کے عہد میں شیعہوں
 کی اشاعت ہو گئی تھی اور حیدر آباد اور بیجا پور میں شیعہوں کی حکومت مدتوں
 رہی تھی اور کشمیر میں بھی شیعہوں کی حکومت قائم تھی اور جب ہمایون ایران میں
 پہنچے اور شاہ نے انکی خاطر مذاکرات کی تو قبل روانگی ہندوستان ان سے
 عہد آیا تھا کہ ہندوستان میں آپ شیعہ مذہب کی ترویج اور اشاعت میں کوشش
 فرمائیں گا معلوم ہوتا ہے کہ ہمایون نے اس جانب توجہ کی تھی کیونکہ بعد ہمایون کے
 دربار معینہ میں شیعہوں کی ترقی تھی خصوصاً شاہ جہان کے زمانہ میں ایرانی شیعہوں
 کی حکومت ہو گئی تھی اگر کے زمانہ میں کشمیر کے شیعہ حکومت معدوم کر دی گئی اور
 عالمگیر کے عہد میں حیدر آباد کے قطب شاہیوں اور بیجا پور کے شیعہ کی حکومت
 جاتی رہی تھی آخر میں برہان نظام شاہ نے سید طاہر شاہ کی وجہ سے مذہب شیعہ
 کا اختیار کر لیا تھا اس سے پیشتر محمود شاہ غزنوی کے حملوں قبل ادھر تعلق کے
 زمانہ کے پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل فرامطیہ یعنی شیعہ ان آل اسماعیل ملتان میں

سہ طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ ۱۲ء جامع الاحکام فی فقہ الاسلام مولفہ مولوی
 سید امیر علی خان صاحبہا درجہ ہائی کورٹ کلکتہ ۱۲ء طبقات اکبری و تاریخ فرشتہ ۱۲

حکومت کرتے تھے اور ہندوستان میں ان کے مذہب کی اشاعت تھی کیونکہ
فیروز شاہ ایک فرمان میں لکھتا ہے کہ ان کے مذہب کی کتابوں کو جلا دینا
چاہیے مگر محمود غزنوی نے ان کو خیال کیا اور فیروز شاہ کے زمانہ میں اوپر
ظلم ہوتے تھے علیہ حکومت کے زمانہ میں عالمگیر کے بھائی شاہ شجاع کا مذہب
شیعہ تھا اور بعد عالمگیر کے بہادر شاہ شاہ ہند نے شیعہ مذہب کا اظہار کیا تھا
سادات بارہیہ کا عروج دہلی میں ہوا اور مرشد آباد اور اودھ کے شیعہ حکومت
سے اس مذہب کی ترقی ہندوستان میں زیادہ ہو گئی تھی۔

یہ شیعہوں کے ملکی اقتدار کا عراق عرب اور ایران اور مصر میں تھا اگر غور کیا جائے
تو مصر اور ایران میں آل اسماعیل اور سادات صفویہ مذہب کے پیرو ہیں ملکی اقتدار حاصل کیا تھا اور
اہل خرامطہ اندلس تک پہنچے تھے اور اسی ملکی اقتدار کی بدولت ان کی حکومت گئی اور
قتل کیے گئے مگر باوجود ان سب خرابیوں کے پھر مذہب شیعہ اثنا عشری کی حکومت قائم رہی
اور دیگر شیعہ کی حکومت دنیا میں اب نہیں کہ محمود اور اشرف کے ظلم و جور سے ایران میں مذہب شیعہ
بہ چکا تھا مگر قدرتی کشمکش کا نتیجہ تھا کہ یہ ان کی اوس ملک میں ترقی ہوئی اور وہ بھولے بھلے اور
مذہب اثنا عشری کا بول بالا رہا اور افغانستان و کوہ ہمالیہ کے اوس جانب سکونت رکھنے والے
ہزار کے میں نصیری شیعہ کمرت میں جہر خان کے امیر نہایت ہی ظلم کرتے رہتے ہیں مگر ان کو حکومت
حاصل نہیں ہو اور زید شیعہ امیر حاکم ہیں اب شیعہ صاحبان راہل سنت جماعت مناسب کہ باہمی جنگ و جدل
اور فیضات مذہبی کو ترک کریں کیونکہ یورپ میں فوجوں کی دنیا میں ترقی ہو اور ان کے مقابلہ میں ان کی
اور ملکی اتفاق اور اتحاد مناسب ہو ورنہ اسلام کو سخت صدمہ پہنچے گا۔

باب ہفتم

حالات روضہ اقدس و غزاداری جناب امام حسین علیہ السلام
 قبل اسکے کہ تغزیہ کے تاریخی حالات بیان کیے جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے
 کہ روضہ اقدس حضرت امام مظلوم کی تاریخ پر غور کیا جائے۔
 مورخین نے نہایت صحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ بعد ختم ہونے سے پہلے کہ بلا اہل
 غازیہ یعنی بنی اسد نے جس طرح شہداء کو ہلاک و قتل کیا تھا اول جس شخص نے
 ان شاہد مقدسہ میں چراغ روشن کیا تھا وہ ایک گداؤی دشت کر بلا کے آباد
 موضع کا باشندہ تھا اور اس زمانہ میں جب تک کہ اسکی نسل سے کوئی شخص روشنی
 اول نہیں کر لیتا کہ بلا میں جھاڑو زناؤں روشن نہیں کیے جاتے جو حالت قبر
 مقدس حضرت سعید اشہد اہل کی دفن کے وقت تھی اسی حالت کو حضرت امام
 زین العابدین علیہ السلام نے شام سے رہا ہو کر ملاحظہ فرمایا تھا اور اول زائر
 جابر بن عبد اللہ انصاری ہیں کہ انھوں نے زیارت پڑھی تھی۔
 اہل غازیہ نے مجاورت اختیار کی تھی اور حفاظت کی غرض سے خام یا پختہ حلقہ گرد
 قبر کے بنادیا تھا اس زمانہ میں شیعوں کا طبقہ مصیبت اور بلا میں مبتلا ہو رہا تھا
 اور انھما رشیع جرم عظیم تھا زید کے خوف سے زواروں کا مجمع نہیں ہوتا تھا مگر خفیہ
 زیارت ایندرون کر لیتے تھے مختار ثقفی کے عہد میں شیعوں کو علانیہ زیارت کا حق
 حاصل ہو گیا تھا جس زمانہ میں کہ مصعب بن زبیر نے مختار کو قتل کیا تھا تو پھر شیعوں
 کی آزادی میں خلل پڑ گیا تھا اور مدت ہمارے دراز تک کہ بلا کی حالت میں کسی قسم کا

تبدل و تغیر نہوا تھا ہارون رشید خلیفہ عباسیہ کی نسبت مشہور ہے کہ انھوں نے
 نجف اشرف میں حضرت علی مرتضیٰ کے مشہد کو دریافت کیا تھا اور اسکو زیارت گاہ
 قرار دیا تھا مگر انکے پوتے صاحب متوکل خلیفہ عباسی نے ۳۳۰ھ ہجری میں ازراہ
 تعصب مذہبی کربلا اور نجف اشرف میں وہ ظلم کیا کہ جب تک دنیا میں اسلام
 قائم رہے اسکا نام بدی اور بُرائی سے یاد رکھا جائے گا اُسے حضرت علی مرتضیٰ
 اور جمیع شہداء کربلا و علی کی قبروں کو مٹا دیا تھا اور جناب امام حسین علیہ السلام
 کی قبر کے مقام پر زراعت کا حکم دیدیا تھا زیارت کرنے والوں پر سخت محمول
 قائم کیا تھا اور جب اس سے بھی مجاہدانہ طبیعت باز نہ آئے تو ابداً اور تکلیف
 شیعہوں کو پہونچائی جاتی تھی یعنی انکے اعضا کی قطع برید ہوتی تھی اُسے کربلا کے
 مکانات منہدم کر دیے تھے لیکن بعد اُسکے جب مختصر بالمد ابن متوکل خلیفہ ہوا
 تو اُسے اُن شاہد کی زیارت کا حکم دے دیا تھا اور پہراؤن شاہد کی درستی
 اور تعمیر ہو گئی تھی جبکہ ولیمی خاندان کا اقتدار بغداد میں قائم ہوا اور بعض خلفاء
 بنی عباس شیعہ ہو گئے تو پھر کربلا اور نجف اشرف میں آبادی ہو گئی تھی اور یسویوں
 نے شاہد مقدسہ کی زینت اور رونق کے واسطے عمارتیں بنوا دی تھیں محمد خدا بندہ
 جو تاتاری بادشاہوں خلیفہ خان کی اولاد سے اول شیعہ بادشاہ گذرا ہے اُسکے
 وقت میں شیعہوں کا اقتدار بڑھ گیا تھا اور کربلا اور نجف اشرف میں زیادہ تر رونق
 ہو گئی تھی شہنشاہ تیمور نے جب دہشت کربلا میں رونمائی کی زیارت کی تھی تو
 اگر وہ شہد کے خشت پختہ کا ایک ہلقہ بلور روئے بنا ہوا تھا صفوی اور تاجپاری بادشاہوں
 نے کربلا اور نجف اشرف میں ہلالی گنبد بنوا دیے تھے۔ یہ انقلابی حال ملک کربلا کی

فتح علی شاہ بادشاہ ایران کے زمانہ کی قبل کی ہے زمانہ فتح علی شاہ مین ایک بیان
مسلمان ہندوستان سے کر بلا گیا تھا اس نے اپنے سفر نامہ موسوم بہ دسیر مطالبی
مین اس پر آشوب حالت کا تذکرہ کیا ہے جو دہلیوں کے حملہ کر بلا سے پیدا ہو گئی تھی
اسکا بیان ہے کہ ذبح کے مہینے مین بروز عید غدیر بہت سے باشندے کر بلا کے
نجف شرف مین زیارت کے واسطے گئے تھے اس اثنا مین پچیس ہزار وہابی دیوار
شہر کر بلا کے قریب آئے ان سے پہلے زواروں کے لباس مین بعض وہابی شہر مین
داخل ہو چکے تھے اور کر بلا کے حاکم عمر آغا نے اشارہ کر دیا تھا وہ اول شہر کے اندر
آئے اور قتل المشرکین کا آواز بلند کیا عمر آغا ایک گناہوں مین بھاگ گیا وہابیوں
نے بعد قتل عام خواہش کی کہ گیند اقدس کی طلائی اینٹوں کو کھود کر بجائیں مگر
وہ نہایت مضبوط تھا کامیابی نہ ہوئی لیکن قبر اور اندرون گیند کو تیر وغیرہ سے خراب
کر دیا تھا اور اسی دن قریب شام وہاں سے چلے پانچ ہزار شیعہ قتل ہو گئے تھے
اور زخمیوں کا حساب نہ تھا شہر کو لوٹ لیا اور بہت سا اسباب طلائی اور نقری
لے گئے تھے صحن اقدس مین مقتولین کا خون جاری تھا اور گیند اور صحن کے چروان
مین بیشمار مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں محلہ حضرت عباس اور گیند حضرت
عباس محفوظ رہا تھا مین اس حادثہ کے گیارہ مہینے کے بعد کر بلا مین پہونچا تھا مگر
لوگوں مین چرچا بدستور تھا لوگ روتے تھے اور ذکر سے روٹتے مگرے ہو جانے تھے
جب وہابی چلے گئے تھے تو صحرائی عربوں نے ہاتھ صاف کیا تھا اور بقیہ مال لوٹ کر
چل دیے تھے۔ اور یہ لوٹ ایک رات دن رہی تھی۔ یہی سیاح ترکون کا متعصبانہ
برتاؤ شیعوں کے ساتھ کر بلا مین بیان کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ باوجود قرب بغداد

اور تعصب ترکوں کے شیعوں میں نفیہ نہیں ہے اور سامرہ اور کربلا میں شیعہ زیادہ آباد ہیں ترک جب علاوہ ان مقامات متبرکہ کے اور کسی مقام پر کبھی شیعہ کو دیکھتے ہیں تو متعصبانہ برتاؤ کرتے ہیں اور تحوکی مارتے ہیں مگر ان مقامات میں انکا برتاؤ ایسا متعصبانہ دیکھنے میں نہیں آیا اسکے مختلف وجوہ لوگوں نے سیاح سے بیان کیے مگر اُسے لکھا ہے کہ میرے نزدیک ترک بر طمع آمدنی کثیران امور میں دخل دینا نہیں چاہتے ترک ان مشاہد کا قیام اسی وجہ سے چاہتے ہیں اور خلوص اور محبت انکا نشانہ نہیں ہے اور اسکی چار وجہیں ہیں اول ترک خواہش زیارت کو نہیں آتے ہیں مگر جب ان مشاہد میں آجاتے ہیں تو انکو زیارت کی خواہش ہوتی ہے دوم زواروں پر انکو بہت کم رحم آتا ہے اور غلغلہ و محتاج سے کپڑے لئے گزرگا ہوں پر چہمین بتی میں سوم زواروں کی ایذا رسانی کے وسائل پیدا کرتے رہتے ہیں اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ مشاہد کی عمارتوں کی جانب سے بالکل بے پرواہی چھارم یہ کہ روشنی کے واسطے ان مشاہد میں قسم حقول معین نہیں ہے کاظمین اور نجف اشرف اور کربلا میں وہاں کے باشندوں کی وجہ سے قلیل روشنی ہو جایا کرتی ہے لیکن سامرہ کا دروازہ شام ہی سے بند کر دیا جاتا ہے جسکی حالت پر یہ صریح صادق آتا ہے

شب اسے تارچون گدا یان بہد او مسجد چراغی طلبد و ائم از خد +
اس حال کے مشاہدہ سے مجکو نہایت افسوس ہوا کہ امام علی الہادی کے روضہ کو میں نے مقبرہ سالار سعود غازی اور شاہ مدار سے کم رونق پایا اور فرار امام عظیم میں زیادہ تر رونق دیکھنے میں آئی اور اسکا گیند بھی نہایت عمدہ ہے اور فرار شیخ عبد القادر جیلانی نہایت درجہ ساز و سامان سے آراستہ ہے اُس میں طعام

تقسیم ہوتا ہے اور ایک مدرسہ اور مسجد اُس سے متعلق ہے علی ہذا مرزا شیخ شہاب الدین
سہروردی اور مرزا خارج از شہر شہلا گیند شیخ معروف کرخی اور شیخ انجی قصاب
و مقبرہ زبیدہ خاتون کی یہی حالت ہے اور اُس عمارت کی بھی یہی حالت ہے
جسکے پاس حضرت علی مرتضیٰ آقا سفر صفین میں تشریف لے گئے تھے اور مجاز سے
ایک چشمہ پانی کا جاری کیا تھا۔

اُس زمانہ میں جب کہ سیاح کر بلا گیا تھا حالت تنزل اور انحطاط کی ہو گئی مگر اُس
زمانہ میں ہر چند کہ سلطان روم اور امراء ترک نے اُن مشاہد کی زیب و زینت کے
واسطے کچھ امداد نہیں کی لیکن شیعہ بادشاہوں اور شیعہ امراء اور تجار نے ہزار ہا
روپیہ صرف کیا ہے اور اُن سب حالتوں کو ترقی پر پہنچا دیا ہے جو اُس زمانہ میں
سیاح کو افسوسناک نظر آتی تھیں۔

حالات غزاداری جناب امام حسین علیہ السلام

تاریخ کے اس واقعہ کی صداقت اور سچائی میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے
کہ اول مغرالدولہ و ملی نے بغداد میں مجالس علی شوریہ اور ماتم کی بنیاد قائم کی تھی اور
ایک روایت سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کے زمانہ میں مجلس
کی بنیاد شروع ہوئی ہے آپ نے وکیل خراسانی سے فرمایا تھا کہ مصائب کر بلا کے
متعلق اشعار پڑھنا چاہیے اُسے اشعار نظم کر کے پڑھے اور حضار نے گریہ و زاری
کی بعد ختم ہونے کے غمخون کی تقسیم ہوئی حضرت امام نے اُس شاعر کو دو حصہ عطا
فرمائے بیان کیا جاتا ہے کہ اُسی دن سے مجالس عاشورہ میں ذکر کے دو حصہ

قرار پائے گئے۔

مغزالدولہ دہلی نے اول اول علموں کو رکھا تھا اور اسی کی تقلید ایرانیوں نے برابر
 ہوتی چلی آتی ہے ہندوستان میں غزاداری کے طریقہ کے موجب امیر تیمور معلوم
 ہوتے ہیں انھوں نے اول تربون کو رواج دیا تھا اور قبل جاری کرنے اس
 طریقہ کے انھوں نے اسکے جواز کا فتویٰ علماء سے حاصل کر لیا تھا انکو کر بلا میں
 زیارت کے وقت بشارت ہوئی تھی کہ ہندوستان کی فتح اس غزاداری کے
 قائم کرنے سے ہوگی امیر تیمور کے آنے سے قبل اور بعد جو ایرانی امرا ہندوستان
 اور دکن میں تھے وہ ایرانی طریقہ غزاداری کے پاب تھے قطب شاہ کا خاندان گولکنڈہ
 اور حیدر آباد میں خداداد حضرت امام مظلوم کا تھا مگر علموں کا رواج تھا اس زمانہ
 میں بھی حیدر آباد میں محرم میں ان علموں کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ وہ علم پتیل کے
 میں بعض ڈیرہ گز اور بعض دو گز اور بعض تین گز کے ہیں قطب شاہیوں کے زمانہ
 میں عشرہ محرم میں حکم ہو جاتا تھا کہ ہر قوم کا آدمی سیاہ پوش ہو اور گوشت فروخت
 نہ کیا جائے اور شراب وغیرہ کی دکانیں بند کر دی جاتی تھیں۔ برہمن شاہ حکمران
 احمد نگر بدولت سید طاہر مذہب امامیہ اختیار کیا تھا اور انھوں نے بھی علموں
 کے رواج کو پسند کیا تھا اور خطبہ اور سکھ میں ائمہ اہلکار کا نام قائم کیا تھا اس
 زمانہ میں سید طاہر ایک عالم فقیر امامیہ مذہب کے دکن میں عراق سے آگئے تھے
 انکی عزت اور انکا وقار اس ملک کے حکمرانوں میں زیادہ تھا برہمن شاہ کے
 تبدیل مذہب کی وجہ تاریخ فرشتہ میں سید موصوف کی تاثیر دعا سے عجیب
 لکھی ہوئی ہے انکا ایک ہی لڑکا تھا وہ تپ و لرزہ میں مبتلا ہو گیا تھا ڈاکٹر اور

سمرانی طبیب علاج کرتے کرتے تھک گئے اسکو صحت نہوئی والدین نہایت حیران
 و پریشان رہتے تھے ایک روز سید طاہر نے اُسے کہا کہ اگر آپ مذہب امامیہ اختیار کریں
 تو لوکاں شفا پا جائے انھوں نے اقبال کیا سید مدد و رحمت کی برکت دعا سے رات کے
 وقت انھوں نے خواب میں دیکھا کہ بیچ تن پاک تشریف لائے اور بیمار کے پلنگ
 کو جنبش ہوئی جناب رسول خدا فرماتے ہیں کہ لڑکا اچھا ہے پس صبح کو لڑکا بالکل
 اچھا تھا گویا بیمار ہی نہوا تھا پس اُس عالم سید کی تاثیر دعا سے جب وہ لڑکا اچھا
 ہو گیا تو برہان نظام شاہ نے دربار میں باعلان مذہب امامیہ اختیار کر لیا تھا تاریخ
 زشتہ میں اس حال کو تبصریح لکھا ہے مگر مطبوعہ نسخہ میں ایک فقرہ تعصب سے کسی نے
 لکھ دیا اور وہ چھپ گیا ہے کہ یہ قصہ رافضیوں کے اختراعات سے ہے حالانکہ ایک
 شہساز قدیم شہساز میں جب دیکھا گیا تو یہ فقرہ غائب تھا۔ بجا پور کے عادل شاہی بھی علموں
 کو قائم کر کے غزاداری کرتے تھے۔ نواب برہان الملک اور نواب شجاع الدولہ اور
 نواب نعمت الدولہ شامان اودھ سے ایرانی طریقہ کا اتباع تھے مشہور تاریخ عماد السعادت
 میں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ عشرہ محرم میں علم نکالا کرتے تھے اور دہلی میں
 بڑی شان و شوکت سے بادشاہ کے حضور میں جاتے تھے جس زمانہ میں کہ احمد شاہ
 درانی آئے تو نواب شجاع الدولہ نے ایام محرم میں حسب دستور علم نکالے اور
 انکی خدمت میں گئے شاہ شامان احمد شاہ درانی نے نواب صاحب کے آنسو
 اپنے رویہ میں لیے اور انکو ذریعہ نجات سمجھا تھا غرض کہ ایرانی دنیا میں جن
 مقامات میں ہیں علموں کے رواج کے پابند ہیں۔ افغانستان میں شیعہ امامیہ
 اسی رواج کو جاری کیے ہوئے ہیں مگر نصیری فرقہ جو ہزارہ اور بدخشان کے

قرب و جوار میں سکونت رکھتا ہے اور انکا شمار لاکھوں میں ہے وہ اس اعتقاد سے کافر ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ رمضان کے مہینے میں دکتے ہوئے کو لون پر قائم کرتا ہے اور اسکی وجہ بغیر اسکے اور کوئی معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت رضی نے رمضان کے اخیر میں شہادت پائی تھی۔

ترتوں کا رواج عہد عالمگیر تک بلکہ محمد شاہ اور احمد شاہ کے زمانہ تک پایا جاتا تھا عالمگیر کے زمانہ کا حال خانی خان نے قلمبند کیا ہے وہ مورخ لکھتا ہے کہ دارہ پور میں ایک قصبہ پیدا ہوا تھا کہ شیعوں نے تابوت (تربت) عشرہ محرم میں رکھا تھا اور اسکو گشت کرنا چاہتے تھے اہل سنت و جماعت نے اسکو روکنا چاہا اس قصبہ کی خبر بادشاہ کو ہوئی انھوں نے ایک فرمان جاری کیا کہ تابوت رکھے جائیں مگر ہندوستان میں گشت نہ کرائے جائیں۔

ہمارے خاص قصبہ میں اول غرا وار سید احمد حسین صاحب کے آبا و اجداد تھے یہ بڑا تغریہ اوٹپنا وٹا کر کے مشہور ہے تقریباً چار سو برس سے وہ رکھا جاتا ہے اسکے تاریخچی حالات سے بھی یہ پایا جاتا ہے کہ اول میں وہ بطور تربت کے تھا اور رات کے وقت خفیہ دفن کیا جاتا تھا یہ اُس عالمگیری فرمان کا اثر معلوم ہوتا ہے گو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے زمانہ میں شیعوں کو اپنے مذہبی شعار کے ادا کرنے میں آزادی ہو گئی تھی تاہم وہاں میں خفیہ تربت دفن کیجاتی تھی نادشاہ کے زمانہ میں یا نواب برہان الملک یا نواب منصور علی خان کے عہد میں قزلباش سوار ہمارے خاص قصبہ میں فیض آباد سے دہلی جاتے ہوئے عشرہ محرم میں قیم ہو گئے تھے اور انھوں نے ایک ندی پر کربلا قرار دی اور اُس دن سے

آج تک اوسی نڈی کے کنارہ تغزیہ دفن ہوتے ہیں۔
 اصل قبر شریف کی نقل تربت کو سمجھنا چاہیے اور اوسکی حفاظت اور
 زینت کے واسطے روضہ یا گرد اوس کے حلقہ بنا دیا جاتا ہے۔
 معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جب تنہا قبر شریف تھی اور ایک حلقہ بنا
 ہوا تھا تو ہندوستان میں اوسکی بعینہ نقل تربت بنائی گئی اور گرد اوسکے
 کاغذی حلقہ کروایا گیا تھا۔ اور جب طلائی گنبد اصل قبر شریف کا
 بنایا گیا تو ہندوستان میں اوس کی نقل تغزیہ کیا گیا۔ اول تغزیہ
 قریب چار سو برس کے پچھلے کہ بریا خان نے کربلا حب کرہ یون
 بادشاہ کے واسطے زمر و ترشوا کر بنوایا تھا۔ ہمارے
 میں یہ اوس وقت بنایا گیا تھا جب ہمایون شیعہ بکرایرا کے
 ہندوستان میں واپس آئے تھے۔ یہ زمر دین تغزیہ چپائیل
 تولد و زن میں ہے اور اس کی قبر پر نقش اعظم کندہ ہے اور
 مسلمون پر یا علی یا علی اور زیر مبر یہ عبارت کندہ ہے
 (غلام امام بریا خان ۹۵۹ھ ہجری)۔

گویہ تغزیہ ہندوستان میں آگیا تھا مگر گنبد دار تغزیہ
 کا رواج اوس زمانہ سے عام طور پر نہ تھا۔ ہمایون شاہ
 اور اوسکے درباری اس کی زیارت سے مشرف ہوتے
 ہو گئے۔ عام رواج لکھنؤ سے شروع ہوا ہے۔ ہمارے
 قصبہ میں ایک مرد بزرگ جناب میرا نظام حسین صاحب

قبلہ میں اون کی زبانی معلوم ہوا کہ آغاز زمانہ نواب
 آصف الدولہ بہادر میں اول ایک سبزی فروش نے تغزیہ
 بنایا تھا۔ اور بانس اور سیٹھوں وغیرہ سے اوس کی ساخت
 ہوئی تھی جب وہ سبزی فروش مر گیا اور اوس کے گھر میں
 افلاس پیدا ہو گیا اور ایک زمانہ کے بعد اوس کا گھر بھی
 نہ رہا تو تعلیم کے لحاظ سے تیناؤ تبرکاً اور لوگ اوس مقام پر
 چراغ روشن کر جایا کرتے تھے۔ اوس مقام پر ایک امام ہارہ
 میر باقر صاحب نے بنوایا تھا اور غزاداری کی گئی اس
 کے بعد تغزیوں کا عام رواج ہو گیا اور رفتہ رفتہ سادی
 رنگوں نے ہنگہ دار تغزیوں کا رواج دے دیا۔ اور ^{رفتہ} رطبان
 اور زینت زیادہ تر بڑھتی گئی تھے کہ اس زمانہ میں ہندوستان
 اور تمام دنیا میں جس مذہبی ولولے اور دینی سرگرمی سے
 عام مسلمانوں میں خصوصاً شیعہ امامیہ نے ہر سال
 عشر محرم میں اوس یکس اور مظلوم کے غمناک حالات
 کو بطور یادگار قیام کر رکھا ہے جو اسلام میں محض
 خوشنودی خدا اور رسول اور بقائے اور قیام اسلام
 کے واسطے شہید ہو گیا تھا۔

یہ ایک بے نظیر اور عظیم نشان یادگار اسلام نہیں
 ہے بلکہ اسلام اکملہ الحق کا ایک وسیع اور قوی

دلیل ہے۔ ضرور اسی تاریخی مضمون پر یہ شعریہ صادق
آتا ہے۔

سرداد و نداد دست بردست ہنرید
حقاً کہ بنار لا الہ ہست حسینؑ

کتب خانہ وقف منصوبہ میونسپل

باب ہشتم

فرقہ ہائے اسلام کے بیانیین
معتزلہ

(۱) معتزلہ منسوب بواصل بن عطاء تلمیذ حسن بصری اس فرقہ سے ۱۹ فرقے
اور پیدا ہوئے ہیں۔

(۲) واصلیہ اصحاب ابی المذیل واصل بن عطاء ہیں اور انکے چار مسائل عقاید
میں خلاف مشہور ہیں۔

(۳) تہذیبیہ اصحاب ابی المذیل حمدان العلوف تلمیذ عثمان بن خالد کا اور
دس مسئلہ عقائد میں خلاف شرع انکے ہیں۔

(۴) نظامیہ اصحاب ایراع بن سیار انتظام سائل فلاسفہ کو عقائد میں داخل
کیا اور ۱۳ مسائل خلاف اسکے ہیں۔

(۵) اسواریہ۔ یہ فرقہ بھی ایک شاخ نظامیہ کی ہے۔

(۶) اسکافیہ اصحاب ابی جعفر اسکاف کے ہیں۔

(۷) جعفریہ اصحاب جعفر بن مبشر ہیں۔

(۸) بشریہ اصحاب بشر بن معتمر کے ہیں۔

(۹) زواریہ اصحاب ابو موسیٰ عیسیٰ بن جعجج المزدر ہیں اور یہ تلمیذ بشر کا

ہے اور ایسا زہد اختیار کیا تھا کہ اون کو معتزلہ کا راہب کہتے ہیں

(۱۰) ہشامیہ اصحاب ہشام بن عمر مغوطی ہیں۔

کتب خانہ وقف مذہبیہ میرٹھ

(۱۱) اصحاب احمد بن حنبل اور حنابلہ تلمیذ نظام کا ہے۔ یہ فرقہ دو خدا کا قائل ہے۔

(۱۲) معمریہ۔ اصحاب معمر بن عباد اسلمی ہیں۔

(۱۳) ثمالیہ۔ اصحاب ثمامہ بن اشرس النیری کے ہیں۔

(۱۴) خیاطیہ۔ اصحاب ابی الحسن بن ابی عمرو الحیاط کے ہیں۔

(۱۵) جاحظیہ۔ اصحاب عمرو بن بکر الجاحظ۔ یہ فرقہ زمانہ معصوم و متوکل عباس میں پیدا ہوا ہے۔

(۱۶) کعبیہ۔ اصحاب ابو القاسم بن محمد الکعبی ساکن بغداد و تلمیذ خیاط ہیں۔

(۱۷) ہشیمیہ۔ منسوب بہ ابو ہاشم معتزلی۔

(۱۸) ان دو فرقوں کا نشان نہیں ملتا۔

تعداد و فرقہ شیعہ

(۱) کالمیہ۔ منسوب ابو کامل کفر صحابہ سب ترک بیعت علی کے اور کفر علی کے سبب ترک طلب حق کے اور قائل تنازع ہیں۔

(۲) بیانیہ۔ منسوب بہ بیان ابن سہمان التیمی المذہبی قائل صورت خدا و امامت علی و محمد خفییہ ہیں۔

(۳) منصوریہ۔ منسوب بہ ابو منصور العجلی اور امامت محمد بن علی بن الحسین و بعدہ امامت ابن ابی منصور کے قائل ہیں۔

(۴) غرایبیہ۔ کہتے ہیں کہ یہ جبریل سے تبلیغ رسالت میں غلطی ہوئی کہ محمد تک ہوئی علی پاس جانا چاہیے تھا۔

(۵) زید۔ محمد و علی کو خدا کہتے ہیں اور بعض نچتر پاک کو خدا کہتے ہیں۔

(۶) ہشامیہ۔ اصحاب ہشامین ابی الحکم و ابن سابق الجوالیقی کہتے ہیں کہ

خدا کو جسم ہے۔

زاریہ۔ منسوب بہ زراری بن اُغین سید نعمت اللہ کا بیان ہے کہ یہ نسبت

غلط ہے زراریہ کوئی فرقہ شیعہ کا نہیں ہے صرف اہل سنت نے بہتان

کیا ہے زراری اعظم شیعہ کتب رجال میں مشہور و ممدوح ہیں۔

(۷) یونسیہ۔ منسوب یونس بن عبد الرحمن القمی یہ نسبت بھی غلط ہے

یونس ادوی معتبر شیعہ کے ہیں۔

(۸) شیطانیہ۔ منسوب بہ محمد بن النعمان الملقب بہ شیطان الطاقی

نسبت مشہور کردہ اہل سنت ہے فرقہ شیعہ ان کا لقب

مومن الطاق ہے۔

(۹) رزامیہ۔ اتباع رزام ہیں امامت بعد علی کے محمد بن حنفیہ اور بعدہ

اونکے لڑکے عبد اللہ بعدہ علی بن عبد اللہ بعدہ اونکی اولاد

ابی المنصور کے قائل ہیں۔

(۱۰) موقوفہ و غلاتیہ۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے سب شعو کو

حضرت علی کے ہاتھ میں تفویض کیا ہے اور خود معطل ہے اور

علی کو رسول اللہ پر بعض امور میں ترجیح دیتے ہیں اور غلابہ

صوفیہ اہل سنت میں بھی ہیں۔

(۱۱) بدائیہ۔ قائل مسئلہ بدار کے ہیں اور یہ کوئی فرقہ شیعہ کا

نہیں ہے مسئلہ بدعتیہ میں صحیح ہے اور بعض صوفی بھی
قائل ہیں۔

(۱۲) نصیریہ و الحاقیہ۔ علی کو خدا کہتے ہیں۔

(۱۳) اسماعیلیہ۔ انکی چند شاخیں ہیں اور اس فرقہ میں علماء اور سلاطین
بھی ہوئے ہیں اور عبیدی بھی ہیں انکی فقہ نہایت خراب ہے۔
اور امامت اسماعیل بن جعفر صادق کے قائل ہیں۔

(۱۴) زیدیہ۔ منسوب بہ زید شہید بن زین العابدین اس فرقہ میں اوی
احادیث و متکلم و فقیہ و محدث و طبیب و منطق و فلسفی گذرے
ہیں اور تلامذہ معتزلہ رہے اور سب صحابہ نہ کرتے تھے۔

(۱۵) جارودیہ منسوب بہ ابی الجارود و اور حضرت محمد باقر علیہ السلام نے
اسکو شیطان فرمایا ہے اور امام منتظر اور صاحب الزمان
میں نہایت اختلاف کیا ہے معصم عباسی نے قید کیا تھا۔
(۱۶) سلیمانہ۔ منسوب بہ سلیمان ابن جریر یہ فرقہ امامت شوریٰ اور
اجماع کا قائل ہے۔

(۱۷) ناووسیہ۔ کہتے تھے کہ امام جعفر صادق زندہ ہیں اور قائم مہدی
وہی ہیں اور بعض غیبت صغریٰ کے قائل ہیں اور بعض مہدی
حضرت علی کو کہتے ہیں۔

(۱۸) افطیجیہ۔ انتقال امامت بہ عبد اللہ الافطح بن جعفر صادق برادر حقیقی
اسماعیل کے قائل ہیں۔

(۱۹) واقفہ۔ یہ فرقہ امامت تا امام موسیٰ بن جعفر قائل ہیں اور منکر امامت امام زمان ہیں۔

(۲۰) امامیہ۔ جو ائمہ اثنا عشر کو منصوص امام بحق جانے اور یہی فرقہ ناجی ہے۔

(۲۱) کیسانیہ۔ منسوب بہ کیسان۔

(۲۲) مختاریہ۔ منسوب بہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی۔

خوارج

اس فرقہ کا شمار شاخ و رشخ ہو کر ۴۴ تک پہنچا ہے۔

(۱) محکمہ بارہ ہزار آدمی بروز تکمیل کفر علی کے قائل ہوئے اور صلیبیان و روزہ تھے۔

(۲) ہسمیہ۔ منسوب بہس بن الہیثم بن جابر شراب کو حلال جانتے ہیں اور اکثر مسائل کلامیہ میں تابع حکماء ہیں۔

(۳) انارقہ۔ منسوب بہ نافع الارزق مداح ابن ملجم و کیف عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عائشہ و عبداللہ ابن عباس قائل ہیں۔

(۴) نجدیہ۔ منسوب بہ نجدۃ بن عامر النخعی اور یہ تین فرقہ ہیں۔

(۵) عاذیہ۔ احکام فرمے میں انسان معذور ہے بسبب جہالت کے اور اس فرقہ نے خروج کیا اور جہاد کیا نہ عم خود۔

(۶) اصغریہ۔ اصحاب زیاد بن الاصغر تارک قتال کی تکفیر کرتے ہیں اور تقیہ کو جائز جانتے ہیں۔

(۷) اباضیہ۔ منسوب بہ عبداللہ ابن اباض نکاح مشرکین سے جائز جانتے
اور علی اور اکثر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اونکی دس شاخین ہیں۔
(۸) حنیفہ ابو حفص بن ابی المقدام بیان شرک و ایمان و معرفت الہا
کے ہیں۔

(۹) یزیدیہ۔ اصحاب یزید بن ابیہ حدوث نبوت اہل عجم کے بعد
خاتم المرسلین کے قائل ہیں۔

(۱۰) حارثیہ۔ اصحاب ابی الحارث الالبض عباد کو خالق افعال کہتے ہیں۔

(۱۱) عجاروہ۔ کہتے ہیں کہ انسان تارک عبادت بارادت الہی ہے

اور منسوب بہ عبدالرحمن الکریم تین عجزوہ اور اسکی دس

شاخین ہیں۔

(۱۲) میمونہ۔ میمون بن عمران نکاح حقیقی بہائی ہیں اور منہی و ناتی

و پوتا اور پوتی میں جائز کہتے ہیں۔ اور منکر حسن یوسف و عشق زلیخا

کے ہیں کہتے ہیں کہ خدا کا ایسا کلام نہ ہونا چاہیے صرف یہ بطور

ببالغہ اور مدح شاعرانہ اور نصیحا نہ ہے

(۱۳) حمزہ۔ حمزہ بن ادھرک تحفید فی النار بہ نسبت اطفال کفار کے

قائل ہیں۔

(۱۴) شعیبہ۔ شعیب بن محمد مثل میمونہ کے ہیں صرف کچھ فرق

سائل قدر میں ہے۔

(۱۵) حازمیہ۔ حازم بن عاکم صرف امامت علی کے قائل ہیں۔

(۱۶) خلیفہ۔ اصحاب خلیفہ الخارجی اور یہ خوارج کرمان کے ہیں۔
 (۱۷) اطرافیہ۔ اصحاب غالب کے ہیں اور اصول میں اہل سنت کے موافق ہیں۔

(۱۸) معلومیہ۔ مثل حازمیہ کے ہیں۔

(۱۹) مجہولیہ۔ ایضاً۔

(۲۰) صلیتیہ۔ عثمان بن ابی الصلت مثل عمار و ہ کے ہیں۔

(۲۱) ثعالبیہ ثعلب بن عامر ولایت اطفال نابالغان کے قائل ہیں اور اسکی چار شاخیں ہیں۔

(۲۲) اخنسیہ۔ اصحاب اخنس بن قیس نکاح زن مسلمہ کا کفار سے جائز جانتے ہیں۔

(۲۳) معبدیہ۔ معبد بن عبد الرحمن سے منسوب ہے۔

(۲۴) شیبانیہ شیبان بن مسلمہ جہا فعال کی نسبت باری تعالیٰ کے قائل ہیں

(۲۵) مکرمہ مکرم العجلی تارک الصلوٰۃ کو کافر جانتے ہیں۔

(۲۶) یونسیہ یونس النجری ابلیس کو مومن باللہ کہتے ہیں۔

(۲۷) عبیدیہ۔ اصحاب عبید اللہ۔ صورت خدا کے قائل ہیں۔

(۲۸) عشانیہ۔ اصحاب عشان الکوفی حج غیر مقام کعبہ و مکہ کے قائل ہیں اور

خضر بر مذکور قرآنی غیر اسکا جو اس وقت موجود ہے کہتے ہیں اور عشان

تلمیذ امام ابو حنیفہ تھا۔

(۲۹) ثوبانیہ اصحاب ثوبان المرجی جو احکام فتنی خلاف عقل ہیں اور پیر جائز نہیں۔

(۳۰) تجاریہ۔ انکے تین فرقہ ہیں۔

(۳۱) برغوثیہ۔ حبیت اور عنایت قرآن کے قائل ہیں۔

(۳۲) زعفرانیہ۔ تکفیر قائل قرآن مخلوق ہونے کے ہیں۔

(۳۳) مستدرکہ۔ قریب بہ زعفرانیہ ہیں۔

(۳۴) جیریہ۔ مشہور جہیمیہ منسوب بہ جہم بن صفوان الترمذی حیرمیان افعال الہی کے قائل ہیں۔

(۳۵) مشبہ۔ مشبہ شیعہ میں سیانیہ منسوب بہ عبداللہ بن سیاہیودی قائل خدا علی و سانیہ مذکورہ و مشبہ اہل سنت میں کرامیہ منسوب بہ ابی عبداللہ محمد ابن کرام۔

اہل سنت

(۱) اشعری۔ منسوب بہ ابی الحسن اشعری تلمیذ ابی علی حبیالی معتزلی میں حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی مشہور ہیں اور اہل سنت چاروں کو واحد تصور کرتے ہیں۔ اور سید نعمت اللہ نے انوار النعمانیہ میں اختلاف اصول دین ائمہ اربعہ کے ملخص کیے ہیں کہ چاروں چار فرقہ ہیں۔ اس لیے کہ ائمہ اربعہ کا زمانہ قبل اشعری کے ہے۔

فرقہ ہائے صوفیہ اہل سنت

- (۱) نقشبنديه اوليه - منسوب خواجہ بہار الدین محمد نقشبند المتوفى
۹۱۰ ھجرى -
- (۲) نقشبنديه متصله - منسوب بہ جنید بغدادى المتوفى
۲۹۸ ھجرى - و ابو بکر شبلى المتوفى ۳۳۴ ھجرى -
- (۳) قادريه - منسوب بہ شیخ عبد القادر جیلانى الحنبلى البغدادى
المتوفى ۵۶۱ ھجرى -
- (۴) چشتيه - منسوب بہ خواجہ ابى اسحاق شافى چشت
لالى سلم -
- (۵) چشتيه - نظاميه - منسوب بہ نظام دہلوى المتوفى
۶۲۵ ھجرى -
- (۶) سهروردیه - منسوب بہ شیخ ضیاء الدین ابونجیب سهروردى المتوفى
۵۶۳ ھجرى -
- (۷) کبرديه - منسوب بہ شیخ نجم الدین کبرى المتوفى
۶۹۰ ھجرى -
- (۸) قادريه بعد شبلى منسوب بہ شیخ محى الدین عبد القادر جیلانى
المتوفى ۷۱۱ ھجرى -
- (۹) مداريه - منسوب بہ بدیع الدین شاہ مدار المتوفى
۷۴۰ ھجرى -
- (۱۰) قلندريه - منسوب بہ سید نجم الدین قلندر بن نظام الدین

کتاب حقائق الزايب
تأليف
میرزا محمد باقر

عشر نوی۔

یہ فہرست کتاب مجمع البحرین فی اولۃ الفرقین سے نقل کی گئی۔ مگر مقتدین
 نے اسلامی فرقوں کے حالات خلط بحث کر دیے ہیں کہ بعض فرقوں
 کے ظہور اور خروج کے حالات سمجھ میں نہیں آتے۔ اول اول دو فرقوں
 کا ظہور ہوا تھا۔ ایک شیعہ دوسرے سُنی جیسا کہ کتاب ہذا کے کسی باب میں
 مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ بعدہ خارجی پیدا ہو گئے اور ہر فرقوں کی
 پیدائش کا سبب تفسیر خلافت تھا۔ خارجی خلیفہ اول اور دوم کو تسلیم کرتے
 ہیں اور خلیفہ ثالث اور رابع کے منکر ہیں اور کل خلفاء کی خلافت کو
 تسلیم نہیں کرتے اور نہ حضرت علی رضی کی اولاد کو مانتے ہیں۔
 معتزلہ فرقہ اہل سنت میں شامل ہو سکتا ہے مگر اوسکو علیحدہ لکھا گیا ہے
 اس فرقہ سے جب کسی معتزلی نے مذہب شیعہ اختیار کیا تو اوسکو
 شیعہ معتزلی کہا گیا۔ رفتہ رفتہ جب انہیں فرقوں سے اور فرقہ پیدا
 ہوتے گئے تو ان میں اکثر مسائل فقہ کے اختلاف سے پیدا ہوتے
 ہیں۔ مثلاً اہل سنت کے فرقوں میں فقہی احکام میں اختلاف ہے۔ لیکن
 خلفاء کے تسلیم کرنے والے سب ہیں برخلاف شیعوں کے کہ ان میں
 باہمی امامت سے انکار کیا گیا ہے۔ لیکن فرقہ اثنا عشریہ ایک فرقہ
 ایسا ہے کہ وہ بارہ اماموں کا قائل ہے اور شیعوں کے فرقہ عجیب
 غریب اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان فرقوں کے علاوہ وہابیوں اور
 سفید پوش مجددوں کا فرقہ پیدا ہوا تھا اور جو موری مہدی کے پیرو

اب تک حیدر آباد کن مین موجود ہیں۔ اور ایران مین ہابیون کا فرقہ ہے جو ہمیشہ علم بالہیت بنا کرتے ہیں۔

دنیا مین کل مسلمانوں کا شمار سترہ اٹھارہ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے اس شمار مین کل فرقہ اسلام شامل ہیں۔ سٹر بلنٹ صاحب کی کتاب فیوچر آف اسلام کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ کروڑ شیون کی تعداد دنیا مین ہے۔ دس لاکھ عراق مین عرب شیعہ رہتے ہیں۔ اور کسی قدر آبادی شیون کی شام اور افغانستان مین ہے۔ اور پچاس لاکھ ہندوستان مین ہیں۔ ایک قلیل جماعت نواح مدینہ مین اب تک قائم ہے ملک مغرب کے اکثر بڑے بڑے شہروں مین چند شیعہ پائے جاتے ہیں۔ چالیس لاکھ توران و خوارج کی ہے اب یہ عمان اور زنجبار مین پائے جاتے ہیں اور امام مسقط کا یہی مسلک ہے۔ یمن مین زید یہ فرقہ ہے۔ چند سال گزرے کہ اوس وقت تک یہ فرقہ یہ سرگرد ہی ائمہ صفا کے خود مختار تھا قدیم الایام مین قبل اس کے کہ ترکون نے عرب کو اول مرتبہ فتح کیا تھا۔ ان اماموں کو حجاز مین پوری طاقت اور قوت تھی اور بعد زوال خلافت بغداد کے ادھون نے حامی المین کا لقب اختیار کیا تھا۔ لیکن اب مفا ترکون کے قبضہ مین ہے اور عہدہ امامت معرض التوار مین ہے۔ فرقہ

زید یہ کے لوگ بنیل لاکھ سے شاید ہی کچھ زیادہ ہوں۔ فرقہ
زید یہ کے پیرو سوائے اول خاص ملکوں کے اور کہیں
نہیں ہیں۔ نصیری فرقہ کے لوگ افغانستان اور کوہ
ہندوکش کے اوس جانب کثرت سے سکونت پذیر ہیں
اور اسماعیلی فرقہ بمبئی اور دیگر مقامات میں تجارت
کرتا ہوا پایا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے شافعی اور
مالکی اور حنبلی اور حنفی افریقہ اور یورپ اور عرب
اور وسط ایشیا اور افغانستان میں بہ کثرت پائے
جاتے ہیں۔

ایران میں شیعہ اثنا عشری کی حکومت اور آبادی
کثرت سے ہے۔ ایشیائی فرقے سے اسلام کو
جو صدمہ پہونچا وہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ لیکن جب
سے یورپ کا سیلاب دنیا میں پھیلا ہے ان کی پوزیشن
طاقت کو زوال آ گیا ہے اور اگر اس زمانہ میں ہی یہ مذہب اور
ملکی اتحاد پیدا نہ کرینگے تو بقیہ مسلمانوں کی حکومتوں کی
کیا چہ نظر نہیں آتی ہے۔

انگریزوں کو حکومت میں جو مذہبی آزادی ہر فرقہ
کی حاصل ہے وہ بڑی قابل قدر ہے ورنہ اس
سے قبل مسلمانوں کی حکومت میں جب سنیوں کی

حکومت ہوتی تھی تو شیون پر ظلم کیے جاتے تھے اور
 علیٰ ہذا شیون کی حکومت میں شیون کا یہی حال تھا
 یہ ظلم و جبر مذہبی اب نام کو نہیں ہے۔ فقط

کتب خانہ رشتہ منجمدیہ میر تقی

تقریظ کتاب حقایق المذہب

یہ کتاب تاریخ کے پیرایہ میں تصنیف کی گئی ہے اور مصنف نے مذہبی مباحثات سے بالکل اجتناب کیا ہے مصنف کی مورخانہ قابلیت اور اعلیٰ لیاقت کے مداح ہیں کہ اس زمانہ میں ایک ایسی کتاب تصنیف کی جس سے کہ کل اسلامی فرقوں کا حال مجمل اور شرح دریافت ہو گیا اگر مباحثہ کی حیثیت سے اس کتاب کی شکل کیجاتی تو اسکی وقعت معمولی کتابوں سے بڑھ کر ہوتی مگر اس کتاب میں یکطرفہ اور متعصبانہ خیالات سے پرہیز کیا گیا ہے جو اس زمانہ کے مذہبی مباحثوں کے جزو لازم ہو رہے ہیں پس بلحاظ وقعات تاریخ اور باعتبار تاریخی واقعات کے نتائج پسند اگر نیکی یہ کتاب اپنی آپ ہی نظیر ہے۔

یہ امر نہایت درست اور صحیح ہے کہ عہد نبوی میں کفر اور اسلام میں جھگڑا تھا باہمی مناقشات سے اسلام پاک تھا مگر بعد وفات حضرت بنی آخر الزمان کے اس تفریق کا آغاز ہوا اور انجام اسکا یہ تھا کہ میدان جنگ صفین میں اوس قضیہ خلافت سے دو عظیم گروہ اسلامی تھے اور شیعہ پیدا ہو گئے تھے۔ اس کتاب کے مصنف نے اسی حقیقت کو ظاہر کیا ہے اور جہان تک ہمنے تحقیقات کی ہے اسی کو درست اور ٹھیک پایا ہے باقی لاعلمی سے قیاسی اور خیالی دعوے ان دو فرقوں سے ہر فرقہ اپنی بزرگی اور فضیلت کی نبوت کیو اسطے کرتا رہتا ہے کہ اونہیں سے ایک کا ظہور عہد نبوی ہی میں ہو چکا تھا۔

عالی خیال مصنف نے تیسرے فرقہ خارجی کا تذکرہ کیا ہے درحقیقت فرقہ

بھی اسی جنگ صفین کے دوران میں قضیہ خلافت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا تھا اور پھر ان فرق ثلاثہ کے پیشواؤں کی حقیقت اور ان کے ظہور اور خروج کے اسباب اور وجوہ کو شرح طور پر بغایت شایستہ الفاظ میں ظاہر کیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ فرقہ ہی سنی فرقہ کی ایک شاخ ہے کیونکہ اسکا اعتقاد اول اور دوم خلافت تک محدود ہے اور خلافت ثالث اور رابع سے وہ فرقہ منکر ہے اور امیر شام کو بھی تسلیم نہیں کرتا ہر چند کہ جنگ نہروان میں خوارج کا فرقہ نیست و نابود ہو گیا تھا مگر چند اشخاص جو باقی رہ گئے تھے ان کی نسل اس زمانہ تک عرب میں موجود ہے اور حج کے زمانہ میں جب وہ دیکھنے میں آتے ہیں تو تعجب گزار اور عابد معلوم ہوتے ہیں۔

درحقیقت یہ کتاب فرقہ شیعہ کی تاریخ اور دیگر فرق اسلام کے حالات کا مجموعہ ہے مصنف کا اصل مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے طریقے حالات کو ظاہر کرے اور ثابت کرے کہ اس تفریق سے اسلام کو کیا اور کیونکر صدمہ پہونچا ہے ہمارا خیال ہے کہ جسم اسلام کو جب آفت اسلامی سے پارہ پارہ کر دیا تو اسلام کی مجموعی طاقت اور قوت میں انتشار کا پیدا ہونا لازم تھا اس پر آگندہ طاقت کو جبکہ اسلام از سر نو مستقر اور مرکب کر سکا تو انسانی جماعتوں سے کیا ہو سکتا تھا مختلف فرقوں کے بحث و مباحثہ نے نفسانیت اور تعصب کو بڑھا دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ حق و باطل میں امتیاز دشوار ہو گیا مصنف نے قطع نظر مذہبی مباحثات کے صرف تاریخ کو پیش کر کے ثبوت کے ساتھ ظاہر کیا کہ صرف تاریخ ہی سے حق و باطل کا محاکمہ ہو سکتا

نہ کہ بحث و مباحثہ کی کتابوں سے جو اثبات اور انکشاف حق کی واسطے نہیں ہیں بلکہ مناظرہ اور مباحثہ کے خلاف مجادلہ کے نتائج سے مالا مال ہیں۔
 اگر مصنف کو ملکی معاملات میں کامل دستگاہ اور مذاق نہوتا ہرگز امامت اور خلافت میں امتیاز نہیں کر سکتا تھا اور نہ عربوں کے عادات کے متعلق بحث ہو سکتی تھی مصنف نے نہایت خوبی سے وہ فرق ظاہر کیا ہے جو امامت اور خلافت میں ہے اور عربوں کے تبدیل شدہ عادات اور حالات سے جو نتیجے ملکی مقاصد کے متعلق پیدا ہو اسکیے ہیں انکو ظاہر کیا ہے۔
 علاوہ اور مقاصد کے جن پر نہایت روشن و مانع اور قابلیت سے بحث کی گئی ہے مصنف نے ان مظالم اور تعذبات کا ذکر کیا ہے جو فرقہ شیعہ پر مختلف صدیوں میں کیے گئے ہیں۔ اس تذکرہ سے نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب حق کی صداقت اور اعلیٰ شان یہی ہے کہ اوپر ظلم اسقدر ہو کہ وہ فنا اور عدم کے درجہ پر پہنچ جائے مگر تائید ایزدی اور قدرتی صداقتوں کے اثر سے قائم رہے اور اسکا نشوونما ہوتا چلا جائے یہی حال فرقہ شیعہ کا جابر آل امیہ اور تم پیشہ آل عباس اور دیگر شاہوں کے عہد میں رہا کہ وہ مدّوں ظلم و جفا کا متحمل رہا مگر انگوڑی کی پیل کی طرح کہ جب قدر وہ کاٹی اور چھانٹی جاتی ہے بڑھتی چلی جاتی ہے یہ فرقہ بھی دنیا میں پھیلتا رہا اور اسکا لہلہاتا ہوا سبزہ قدرتی معجزاتیوں کا منظر آج تک سمجھا جاتا ہے۔ عرب اور عجم اور تاتار اور اسپین میں فرقہ شیعہ کی رفتار کا حال لکھا ہے اور ہندوستان میں جس طریق سے اس فرقہ نے اشاعت پائی ہے اسکو بخوف طوالت مجل طور پر ظاہر کیا ہے ہکوتا کیج

دریافت ہوا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے حملہ آوری کے زمانہ میں اسماعیلی
شیعوں کا اقتدار لبنان میں تھا مگر اوس بادشاہ نے جیسا کہ مستند تاریخ طبقاً
اکبری سے معلوم ہوتا ہے انکو اوس ملک کی حکومت ہی سے محروم نہ کر دیا
تھا بلکہ انکے ہاتھ اور پاؤں قلم کر ڈالے تھے اور اس ایذا اور تکلیف سے
انکو مع انکے زن و بچہ کے قتل کرادیا تھا عہد فیروز شاہ تغلق میں ایک ستور عمل
انتظام جاری ہوا تھا جسکی ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ شیعہ اسماعلیہ یا اور شیعہ کوئی
کتاب مذہبی نہ لکھنے پڑھنے اور جو لکھی ہیں وہ جلادی جائیں۔ یہ سچ ہے کہ ہمایون
بادشاہ نے ایران کے واپسی کے بعد اوس وعدہ کے بموجب جو شاہ طہاسب
صفوی سے کیا تھا مذہب امامیہ کو ہندوستان میں رواج دیا تھا مگر یہ
صحیح نہیں ہے کہ زمانہ ہمایون میں اس مذہب کی بنیاد قائم ہوئی تھی کیونکہ
ہمایون بلکہ صاحبقران سے پیشتر یہ مذہب رائج تھا اور قصبات وغیرہ میں
شیعہ سادات کی آبادی ہو چکی تھی دکن اور کشمیر میں شیعوں کا اقتدار تھا جبکہ
ایران میں صفویہ خاندان کی حکومت قائم تھی تو ہندوستان میں قزلباش
جو اوس زمانہ میں سُرخ کلاہ مشہور تھے سفارت لیکر براہنپور وغیرہ میں آئے
تھے مگر انکی تحقیر اور ہتک بوجہ مذہبی تعصب کے درباروں میں سمجھی جاتی تھی۔
مختلف خلافتوں کا مختصر حال لکھ کر اور نتائج پیدا کر کے مصنف نے
ثابت کیا ہے کہ مذہبی پیشواؤں اور ہادیوں کی تعلیم کس رنگ و ہنگ
کی تھی اور زبردست دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ مذہب وہی حق بجانب ہے
جسکے پیشوا اور ہادی کا دوران حیات ناجائز دنیوی مواد ہوس کی آلائش

سے پاک و مصفا ہو مصنف کا یہ خیال نہایت سچا ہے کہ شیعوں کو اپنے
 بمقابل کافر قون کی حکومت میں کبھی ایسی آرام و آسائش حاصل نہیں ہوئی
 جیسی ہٹش گورنمنٹ کے زمانہ میں حاصل ہے۔ واقعی جب اسلام فرقوں
 میں تقسیم ہو گیا اور شیعوں کو حکومت کا موقع ملا تو انھوں نے کسی فرقہ کو مجبور
 اور ضعیف کر رکھا تھا اور شیعوں پر تو ایسا ظلم و جبر ہوا کہ حیطہ بیان سے
 خارج ہے مگر گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے عہد میں ان کو مذہبی آزادی
 حاصل ہے یہ پانچویں کتاب ہے جس کو مصنف نے نہایت قابلیت اور لیاقت
 سے لکھا ہے اور اس سے پیشتر چار تصنیفات مصنف کی اور مشہور اور معروف
 ہیں۔ اول۔ اسلام و مسلمانان۔ دوم۔ اسلام کا عدالتی و ملکی انصاف۔
 سوم۔ برکات الاسلام۔ چارم۔ روس و انگلستان۔ آخر الذکر کتاب
 پولیٹیکل مقاصد کے متعلق لکھی گئی تھی اور یہاں تک اس کی شہرت ہوئی کہ
 شاہ حجاز ایران اور امیر عبدالرحمن خان امیر افغانستان نے معرفت اپنے
 ایجنٹ اور سفیر کے مصنف سے طلب کر کے ملاحظہ فرمایا تھا حضور لارڈ
 لیسٹون گورنر جنرل کشور ہندوستان اور سابق لفٹنٹ گورنران احاطہ
 پنجاب مالک مغربی و شمالی اور اودہ نے اس کو نہایت ہی پسند کیا تھا اور
 مسٹر دبیری سیاح وسط ایشیا نے جس کو حضور سلطان روم سے رشید
 اقدمی کا خطاب ملا ہے اس کتاب کو بوبائست واقع اسٹریا سے
 طلب کیا منجملہ چھٹوں کے جو مصنف کے پاس موجود ہیں ذیل میں
 دو چھپان درج کیجاتی ہیں ایک حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب اور دوسری

مسٹر دبیری کی حضور نقشنٹ گورنر پنجاب نے کتاب روس و انگلستان کی نہایت ہی درجہ تعریف و توصیف فرمائی اور ہم اس قدر دانی اور تعریف پر جہان تک فخر و مباہات کرین بجانب کیونکہ پولیٹیکل معاملات حد سے زیادہ دشوار اور پیچیدہ ہوتے ہیں نیز قلم فرسائی ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ اور ہندوستان میں تو ابھی اسکا مذاق ہی اچھی طرح سے نہیں پیدا ہوا ہے مگر مصنف کی پولیٹیکل قابلیت لائق واد اور قابلِ صدا ہے کہ اسکی کتاب روس و انگلستان کی ایک فاضل اور عالم انگریز نے تعریف کی جو پنجاب میں اعلیٰ افسر حکمران تھا۔

مجموعہ جی حضور نقشنٹ گورنر پنجاب

بخدمت مولوی سید محمد حسین صاحب ایڈیٹر کوہ نور لاہور

مصنف روس و انگلستان

دفتر صاحب انڈر سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سر نشہ تعلیم

شمارہ ۹ - جولائی سنہ ۱۸۹۷ء

جناب من - مجھ سے ہزار حضور نقشنٹ گورنر نے خواہش ظاہر فرمائی ہے کہ میں آپ کی چھٹی مورخہ ۱۰ ماہ گذشتہ کی جو صاحب پراپوٹ سکرٹری کے نام کی تھی مع ایک جلد کتاب موسومہ روس و انگلستان کے موصولی کا اعتراف کروں۔

مجھے آپ کی کتاب کیونکہ اسطے جو لیاقت اور قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہے شکر یہ ادا کرنے اور یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ ہزار آپ کی کتاب کے جو آپ نے اسمین ظاہر کی ہے اور ادون نیک مقاصد کے کامل

طور پر مداح ہیں جن سے آپ کو اسکے تصنیف کرنیکی تحریص ہوتی ہے فقط
آپ کا خادم ڈلیو آریم ہا لرائٹر۔

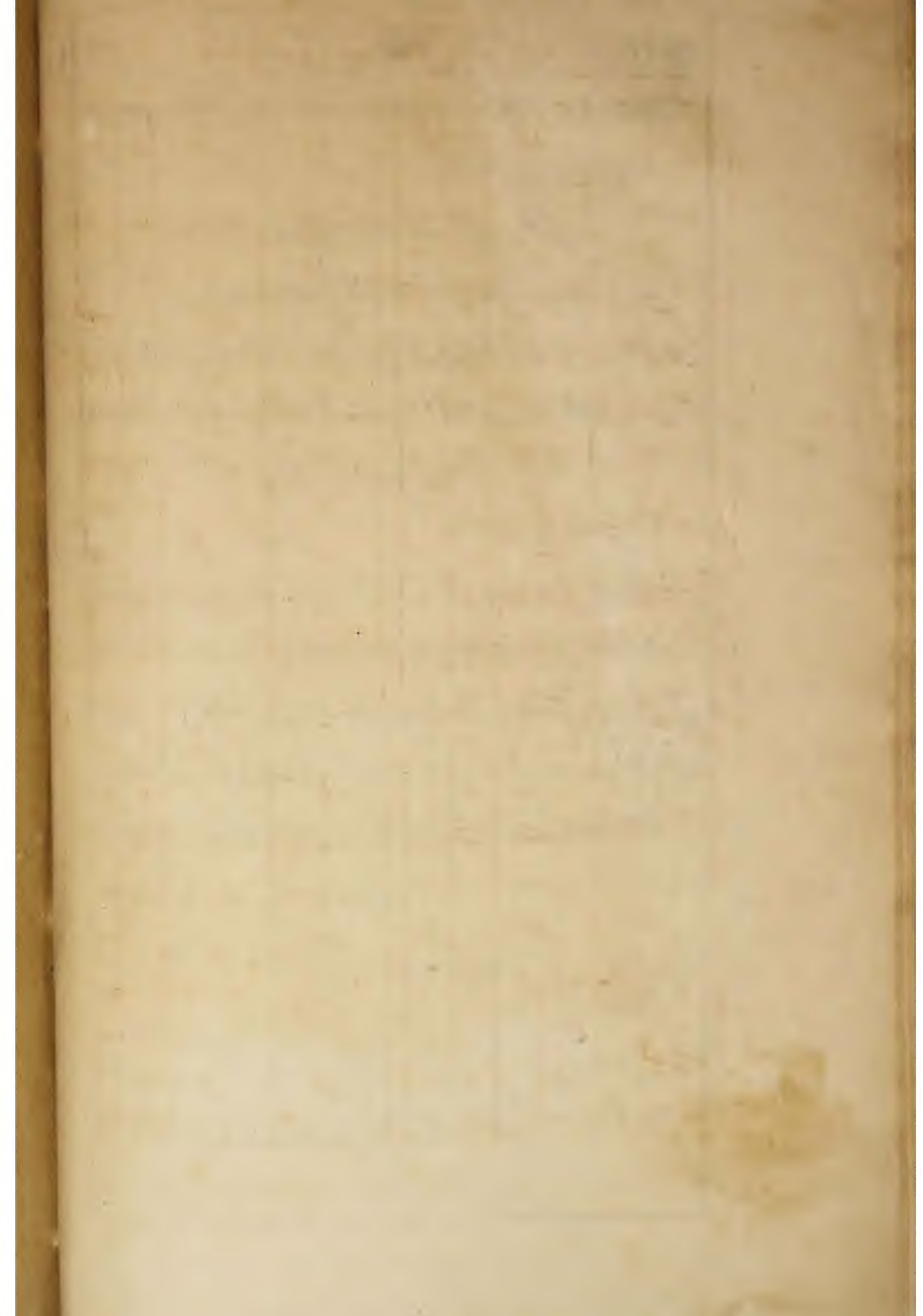
ترجمہ چٹھی مسٹر اے دیمیری صاحب

مورخہ ۲۸ جون ۱۸۹۴ء از مقام بودا پست یورپ

جناب من۔ آپ کا خط مورخہ ۲۸۔ اپریل مجھ کو پہنچا مگر کتاب نہیں پہنچی جبکی کہ مجھ کو
نہایت خواہش ہے کیونکہ بہت سے فوائد متعلقہ ہند سے مجھ کو دلچسپی ہے اور
وہ اس کتاب سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

اے دیمیری رشید اقدارے۔

علامہ اسکے پنجاب کے معزز اور ممتاز اخبار انگریزی سول و میٹری گزٹ نے خاص
اسی کتاب کے متعلق نہایت ہی عمدہ ریویو کیا ہے پس جبکہ مصنف کی تصنیفات
کا یہ مرتبہ اعلیٰ تسلیم کیا گیا ہے تو اسی سے ظاہر ہے کہ یہ پانچویں نایاب
اور نادر کتاب جبکی نہایت ضرورت تھی کیونکہ مقبول اور پسند منظم طبقہ
اہل اسلام کو نہ ہوگی۔ فقط سید امجدین رئیس نوبستہ واقع لکھنؤ۔



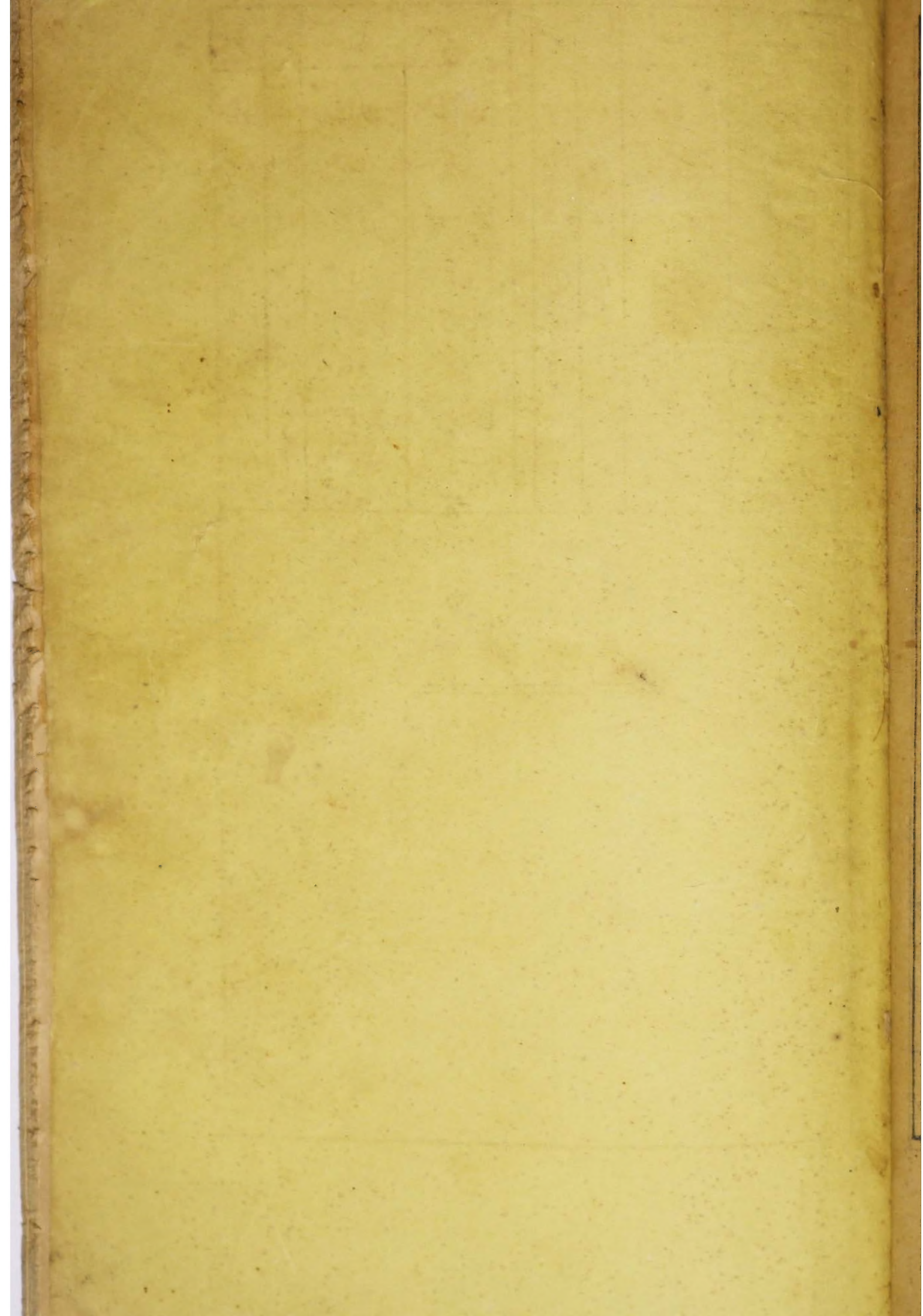
غلط نامہ کتاب حقائق المذہب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۱	جن عربون	جن عربون مین	۱۸۱	۱۹	نیک	نیک
۱۱	۱۹	نوی	نوی	۱۸۲	۱۶	ایسی	ایسی
۲۳	۱۶	المجتہدین	المجتہدین	۱۸۳	۳	فی الصی	فی الصی
۳۲	۱۲	سرن	سرن	۱۸۳	۱۲	معتبر	معتبر
۳۹	۱۳	الصالیک	الصالیک	۱۸۳	۱۶	مستقر بالبد	مستقر بالبد
۴۴	۱۹	برجس	برجس	۱۸۵	۱۹	اکابرین	اکابر
۴۵	۷	"	"	۱۸۶	۸	علی	علی
۴۶	۱	شہر	سبز	۱۸۹	۱۸	باشذہ	امراد
۴۷	۹	منسوب	منسوب	۲	۷	عذنان	عذنان
۴۹	۳	تہا	تہا	۱۵	۱۷	نہ	نہ
۵۷	۱	اعثم کو فی	ادرا اعثم	۳۱	۱۶	ایادت	عیادت
۶۱	۹	یعقوب علی	+	۳۳	۱۳	آپ کا حصہ	آپ نے کئے
۷۶	۴	مستی	مستی	۴	۳	الصالیک	الصالیک
۸۷	۱۳	اجار	انخبار	۴۵	۴	برجس	برجس
۹۰	۱۶	وانقان	وانقان	"	۱۰	برجس	برجس
۱۰۶	۱	الحیر	الہریہ	۴۷	۱۱	مقتضہ	مقتضہ
۱۶۰	۷	لاخواننا	لاخواننا	"	۱۷	اہل ہند	اہل ہند
۱۶۶	۸	مرآۃ الجنان	مرآۃ الجنان	۵۷	۷	حقیقت	حقیقت
۱۷۱	۱۵	علی	علی	۵۸	۷	کرنے	کرنے کے
۱۷۸	۱۱	ام	علیہ	۶۳	۱۶	تو کتب	تو کتب

[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۰	۱۶	متفق	شعطن	۲۱۵	۱۸	ایشیائی فرستے	اسلامی فرقوں
۱۹۱	۱	یہ ترک	پر	۱۷	۱۷	حقیقت	حقیقت
۱۹۲	۱۱	خرامطہ	قرا مٹہ	۲۱۸	۱۲	مقابل کا	مقابل
۱۹۳	۱۳	یہ اذکی	پراونکی	۲۱۹	۶	تبدیل	تبدیل
۱۹۴	۱۵	مکنت میں جان	امیران کا بل	۲۲۰	۶	انتظام	انتظامی
۱۹۵	۸	ملاکو	ہلاکو	۲۲۱	۲	مقابل کا	مقابل
۲۰۱	۱۲	قبر	چتر	۲۲۲	۳	بکباب	بکباب
۲۰۲	۱۰	ساری رگیوں	سالار رگیوں	۱۹۰	۵	نایاب	نایاب
۲۰۳	۱۹	مین	بن	۱۷	۱۷	نظام کا ذکر	نظام کا ذکر
۲۰۵	۶	جاطیہ	حاطیہ	۱۹۱	۲	ترکستان	ترکستان
۲۰۶	۸	منطق	منطق	۱۹۲	۹	صفویہ نے	صفویہ نے
۲۰۹	۹	تین	بن	۱۹۳	۱۳	شیمہ ہو چکا تھا	شیمہ کا فائدہ ہو چکا تھا
۲۱۰	۱۲	جر	جبر	۱۹۴	۱۵	ہزار کے مین	ہزار کے
۲۱۱	۷	سیانیہ	سبانیہ	۱۹۵	۶	ہلاکو	ہلاکو
۲۱۳	۱	ریامیون	بابیون	۲۰۱	۸	بریا خان	بریم خان
۲۱۴	۱۸	صفا	صفا	۲۰۲	۱۲	صفا	صفا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۲	۱۸	نشان	اشان	۲۱۴	۱۸	صفا	صفا
۲۰۳	۱۷	ہون	بن	۲۱۵	۱۶	کیا چینہ	ہستی
۲۰۵	۱۹	ہونی	ہونچے	۲۱۷	۱۷	بنوت	ثبوت
۲۰۸	۶	ہین	بن	۲۱۸	۱۱	طریقہ	تقریبی
۲۰۹	۱۱	ہین	مین	۲۱۹	۱۳	سے	نے
۲۱۰	۱۹	نفی	نفی	۲۱۹	۱۷	سمجھانا	سمجھا
۲۱۳	۱۹	ہونپوری	ہونپوری	۲۲۰	۱۵	سبھی	کی
۲۱۴	۲	بالقیت	بالغیب	۲۲۱	۴	کسی	سٹی
۱۹/۱۰۱		شیعہ	شیعہ				



کتبخانه وقف منصفیه میانه